نگران اعلیٰ: وسیم طاہر ڈھکو

بانی: زیب النسا

مدیر اعلیٰ: نزہت جبیں ضیاء

مدیر: ندیم عباس ڈھکو

مینجمنٹ آفیسر: منظور اکبر تبسم

آرٹ اینڈ ڈیزائن: محمد شعیب

نوٹ

تمام مصنفین ، قارئین اور شعراء حضرات سے درخواست ہے کہ وہ داستانِ دل کی تحاریر کے سلسلے میں چیف ایڈیٹر اور ایڈیٹر کے علاوہ کسی سے لین دین مت کریں۔تمام تحاریر نیک نیتی کی بنیاد پر مفت شائع کی جاتیں ہیں۔۔ اور کوئی آپ سے پیسوں کے عوض ہمارا نام لے کر تحریر مانگے تو اسے ہر گز اپنا سرمایہ مت دیں اور ادارے کو فوری اطلاع کریں
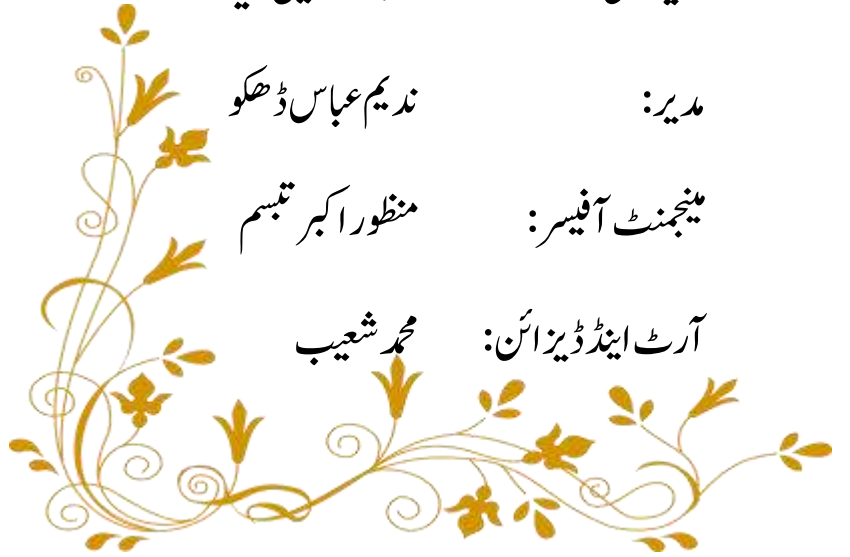
شمارہ: 07

نومبر 2016

خط وکتابت کا پتہ: ندیم عباس ڈھکو، چک نمبر 79/5 L ڈاکخانہ 78/5.L تحصیل وضلع ساہیوال

فون نمبر 03225494228 ہمارا ای میل ایڈریس ہے abbasnadeem283@gmail.com

فہرست
نومبر
2016

حمد باری تعالیٰ

نہیں ہے ابتدا تیری نہیں ہے انتہا تیری

عبادت کر رہے ہیں روز و شب ارض و سما تیری

تیری تسبیح پڑھتے ہیں فلک والے زمین والے

ہوا کی سرسراہٹ میں بھی ہے حمد و ثنا تیری

نہیں ہیں رحمتیں مخصوص تیری پارسائوں پر

تو رب العالمین ہے عام ہے جود و سخا تیری

تیرے محبوب بندوں کی محبت میرا ایماں ہے

تیرے بندوں کو حاصل ہے عطا تیری جلا تیری

یہ در تیرا، یہ سر میرا، تو اخگر کو عطا کر دے

وہ دل جس میں وفا تیری، وہ دل جس میں رضا تیری

(انتخاب: محمد شعیب)

نعت مقبول ﷺ

اشک آنکھوں میں خوشی کے جھلملانے لگے ہیں

حج کے قافلے مدینے کو جانے لگے ہیں

ہم بھی اب کے مدینے کو جانے لگے ہیں

اب دل و جاں بن گیا ہے مدینہ میرا

رحمت کے ہر سو دریا بہنے لگے ہیں

ہم بھی اس رحمت میں ڈوبنے لگے ہیں

اب اشک آنکھوں سے بہنے لگے ہیں

کہ ہم بھی اب مدینے کو جانے لگے ہیں

ہر طرف سے آرہی ہے درود و سلام کی صدا

ہم بھی صلی علی پڑھنے لگے ہیں

ہے فضاؤں میں مہک نور محمد کی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

زمین و آسماں میں بھی نور محمد چمکنے لگا (مصطفیٰ ﷺ)

ہو کے روشن سارے سبھی ستارے

تیری عظمتوں کے قصے سنانے لگے ہیں

ہم بھی دردوں کی مالا بنانے لگے ہیں

ہم بھی حسن مصطفیٰ کی تعریف لفظوں میں سنانے لگے ہیں

کہ جنت کا ماحول بنانے لگے ہیں

لفظوں سے لفظ ملانے لگے ہیں

اب کے ہم بھی مدینے کو جانے لگے ہیں

از شازیہ کریم

درود شریف کی اہمیت اور فضائل

تحریر: حرا طاہر سعودی عرب

ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار تھے، ہم نے عرض کیا: ہم آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ اس لیے کہ میرے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا: اے محمد! آپ کا رب کہتا ہے: کیا آپ کے لیے یہ خوشی کی بات نہیں کہ جو کوئی آپ پر ایک بار صلاۃ (درود) بھیجے گا، تو میں اس پر دس بار صلاۃ (درود) بھیجوں گا، اور جو کوئی آپ پر ایک بار سلام بھیجے گا، میں اس پر دس بار سلام بھیجوں گا

* سنن نسائی:1288 *

سلام کے الفاظ * السلام علیک أیھا النبي * ان کی فضیلت یہ ہے کہ جو شخص 1 بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے، اس پر اللہ 10 بار درود و سلام بھیجے

گا۔ اس لئے ہمیں شوق سے نماز کے تشہد اور نماز کے علاوہ بھی درود و سلام کا اہتمام کرنا چاہئے

درود کے بہت سے فضائل ہیں لیکن چونکہ کسی بھی صحیح روایت میں درود شریف میں سیدنا یا مولانا کا لفظ موجود نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو درود سکھایا، جس کے بہت سے صیغے صحیح احادیث میں موجود ہیں۔ جب ان میں یہ الفاظ نہیں ہیں تو ہمارے لئے بھی ان الفاظ کا اضافہ کرنا جائز نہیں.

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا ہے جس کے بہت سے صیغے احادیثِ صحیحہ میں موجود ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک درود پڑھیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ

* صحیح بخاری: 3370*

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَآلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ۔ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَآلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ

سنن نسائی: 1293

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَآلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ۔ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَآلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ *سنن نسائی: 1295*

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ*

* صحیح بخاری:6357* * اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ وَعَلَی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلَی إِبْرَاھِیمَ إِنَّکَ حَمِیدٌ مَجِیدٌ۔ اللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلَی مُحَمَّدٍ وَعَلَی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلَی إِبْرَاھِیمَ إِنَّکَ حَمِیدٌ مَجِیدٌ*

* سنن ابن ماجہ:904*

* اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ، وَآلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلَی إِبْرَاھِیمَ۔ وَبَارِکْ عَلَی مُحَمَّدٍ، وَآلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلَی آلِ إِبْرَاھِیمَ إِنَّکَ حَمِیدٌ مَجِیدٌ*

* سنن ابو داود:975*

* اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ وَعَلَی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلَی آلِ إِبْرَاھِیمَ۔ وَبَارِکْ عَلَی مُحَمَّدٍ وَعَلَی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلَی آلِ إِبْرَاھِیمَ، فِي الْعَالَمِینَ إِنَّکَ حَمِیدٌ مَجِیدٌ* * سنن نسائی: 1290 * * اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِہِ وَذُرِّیَّتِہِ کَمَا صَلَّیْتَ عَلَی آلِ إِبْرَاھِیمَ۔ وَبَارِکْ عَلَی مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِہِ وَذُرِّیَّتِہِ کَمَا بَارَکْتَ عَلَی آلِ إِبْرَاھِیمَ إِنَّکَ حَمِیدٌ مَجِیدٌ*

* صحیح بخاری:6360*

* اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِہِ وَذُرِّیَّتِہِ کَمَا صَلَّیْتَ عَلَی إِبْرَاھِیمَ۔ وَبَارِکْ عَلَی مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِہِ وَذُرِّیَّتِہِ کَمَا بَارَکْتَ عَلَی آلِ إِبْرَاھِیمَ فِي الْعَالَمِینَ إِنَّکَ حَمِیدٌ مَجِیدٌ* سنن ابن ماجہ:

داستان دل آپکا اپنا رسالہ ہے اس میں سب کو جگہ دی جاتی ہے نیو لکھنے والوں کو خصوصی جگہ دی جاتی ہے اگر آپ لکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں لکھ کر سینڈ کر دیں ہم آپکو جگہ دیں گے آپ جو لکھنا چاہتے ہیں لکھو انشاءاللہ آپکی تحریر کو پہلی فرصت میں جگہ دی جائے گی

ایڈیٹر

ابھرتی ہوئی خوبصورت شاعرہ فرح بھٹو سے. جو شاعری کے بعد نثر نگاری میں بھی ترقی کی منازل تیزی سے طے کر رہی ہیں سے ایک ملاقات

انٹرویو: فاطمہ عبدالخالق

لکھاری کی ذاتیات جاننا ہر قاری کی خواہش ہوتی ہے.. اس لیے بہت سے سلسلے وجود میں آئے جنہوں نے قاری کو لکھاری سے اور قریب کیا اسی طرح میں نے بھی سوچا آپ کی ملاقات کرواں لکھاری سے جسے جاننا قاری کا حق سمجھا جاتا ہے..

اس بار آپ کی ملاقات خوبصورت احساسات اور خیالات کی شاعرہ سے ہو گی شاعری احساسات کی خوبصورت دھن ہے جو شاعر سے لفاظی رقص کرواتی ہے..

قاری اس رقص سے لطف اندوز ہوتا ہے بعض اوقات یہ قاری کے دل کی آواز بن جاتا ہے اس لیے اس بار ہم آپ سے ملوانے جا رہے ہیں لفظوں کی رقاصہ ایک ابھرتی ہوئی خوبصورت شاعرہ فرح بھٹو سے. جو شاعری کے بعد نثر نگاری میں بھی ترقی کی منازل تیزی سے طے کر رہی ہیں.

تو آیئے، فرح بھٹو سے ملتے ہیں

السلام علیکم..!

کیسی ہیں آپ فرح جی...

آپ کی تعلیم کیا ہے؟

وعلیکم السلام میں الحمدللہ ٹھیک ٹھاک ہوں اور میں نے اسلامک اسٹڈیز میں ماسٹرز کیا ہے

- اپنے متعلق بتائیں آپ کس مزاج کی ملکہ ہیں.؟
- میرا مزاج معتدل ہے نہ زیادہ نرمی نہ زیادہ غصہ
- صبح کا آغاز کیسے کرتی ہیں؟
- صبح کا آغاز اللہ کے نام کے ساتھ کرتی ہوں پھر حسب معمول ناشتہ بنانے سے دن کی شروعات ہوتی ہے
- آج کل آپ کی مصروفیات کیا ہیں؟
- آجکل میں کہانیاں لکھ رہی ہوں کسی شعر کی آمد ہو تو لکھ لیتی ہوں
- گھریلو کام کاج میں کیسی ہیں آپ؟

گھریلو کام کاج میں میرے ذمہ کوکنگ ہے سو وہ اچھی کر لیتی ہوں

- پہلی تحریر کب لکھی؟ اور شائع کب اور کس ماہنامے میں ہوئی؟
- میں نے افسانے وغیرہ لکھنے کا آغاز سوشل میڈیا پر منعقد ہوئے مختلف افسانہ مقابلوں سے کیا الحمدللہ وہاں کافی مرتبہ جیت نصیب ہوئی پھر باقاعدہ اس فیلڈ میں آنے کا سوچا اور" الف کتاب "ڈیجیٹل میگزین ہے وہاں افسانہ لکھ کر بھیجا اور الحمدللہ پبلش ہو گیا سو یہ میری پہلی تحریر ٹھہری
- آپ کی ماشاءاللہ کتاب مارکیٹ میں آچکی ہے تو اس حوالے سے آپ کیا کہنا چاہیں گی؟
- یہ اللہ کا مجھ پر بہت بڑا کرم ہے جو میرے خواب کو شرمندہ تعبیر کیا کتاب منظر عام پر

آنے سے زیادہ سے زیادہ لوگ میری شاعری کو پڑھ سکیں گے اس کی خوشی ہے

- آپ کے کیا احساسات تھے جب کتاب منظرعام آئی؟
- میرے احساسات نے الفاظ میں ڈھل کر کب شاعری کو اپنا ذریعہ اظہار بنایا پتہ ہی نہ چلا شعور کی سیڑھی پر پہلا قدم رکھتے ہی احساس ہو گیا کہ خدا کی خاص کرم نوازی ہے پھر شاعری کرتی اور رجسٹر میں اتارتی رہی کافی عرصہ میری غزلیں نظمیں مختلف میگزینز میں شائع ہوتی رہیں لیکن جب میری شاعری کتابی شکل میں سامنے آئی تو سب سے پہلا احساس تشکر کا تھا اپنے اللہ کا بے انتہا شکر وہ جو ہماری شہہ رگ سے زیادہ نزدیک ہے اور ہماری خواہشوں کو اپنے وقت پر بہتر انداز میں پورا کرتا ہے
- کتاب کا عنوان یعنی نام کس خیال سے رکھا تھا کیا کسی سے مشورہ لیا تھا آپ نے؟
- یہ میری بہت ایک خوبصورت نظم کا عنوان ہے وہی عنوان بنا دیا
- آپ کی سب سے زیادہ حوصلہ افزائی کس نے کی؟
- میری امی نے میرے لکھنے کے شوق کو بہت سراہا ان کی دعائیں ہمیشہ میرے ساتھ رہی ہیں اللہ ان کو صحت اور زندگی دے آمین
- کہتے ہیں تنقید لکھاری کی زندگی میں مثبت اثرات مرتب کرتی ہے؟ اس حوالے سے آپ کا کیا نظریہ ہے؟
- میں مثبت تنقید کا کبھی برا نہیں مناتی تنقید آپ کو آپ کی غلطیوں کا احساس دلاتی ہے اور آپ کے اندر بہتر سے بہترین لکھنے کی لگن پیدا کرتی ہے

➢ کیا آپ کو کبھی تنقید کا سامنا ہوا؟ آپ کا کیا ردعمل ہوتا جب کوئی آپ کی تحریر پر تنقید کرتا ہے؟

➢ ہر لکھنے والے کو اپنی تحریر کے حوالے سے تعریف اور تنقید دونوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے میرا ردعمل یہ ہوتا ہے کہ تنقید کو مد نظر رکھ کر اپنی تحریر کو مزید نکھارنے کی کوشش کرتی ہوں ویسے خدا کا شکر کہ مجھے ستائش زیادہ ملی ہے اپنی تحریروں پر۔

➢ کہتے ہیں شاعری سیکھی نہیں جاتی یہ پیدائشی صلاحیت ہوتی ہے؟ آپ کیا کہنا چاہیں گی اس بارے میں؟

➢ درست فرمایا شاعری سیکھی نہیں جاسکتی اس کو صرف پالش کیا جاتا ہے جس طرح ہیرا ازل سے ہیرا ہے جوہری ہر دور میں اپنے حساب سے تراشتے آئے ہیں اسی طرح شاعر بھی پیدائشی شاعر ہوتا ہے بس وقت کے ساتھ شاعری کے لوازمات سیکھ کر اپنی شاعری نکھارتا ہے

➢ آپ کا وہ کونسا شعر جو آپ کی زبان پر رہتا ہے؟اور آپ کا پسندیدہ بھی ہے؟

➢ مجھے اپنے کافی شعر پسند ہیں ایک ذہن میں آرہا ہے

تیرے جانے کے بعد چوکھٹ پر

پیلے پتوں کی___ حکمرانی ہے

➢ آج کل لکھاری حضرات ہر صنف پر طبع آزمائی کر رہے ہیں؟ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ایسا ہونا چاہیے یا ایک ہی صنف میں مقام بنانا چاہیے؟

- لکھاری اگر بیک وقت دو تین اصناف میں خود کو لکھنے کا اہل سمجھتا ہے تو ضرور اس کو اپنی صلاحیتیں آزمانی چاہیے
- آپ نے لکھنے کا آغاز شاعری سے کیا تھا یا نثر نگاری سے ؟
- میں نے شاعری سے آغاز کیا تھا
- آپ کی نظر میں شاعری کیا ہے ؟
- شاعری جذبات کی ترجمانی خوبصورت ذریعہ ہے
- ہر انسان مستقبل کے خواب بنتا ہے اور یہ انسان کا پیدائشی حق سمجھا جاتا ہے آپ کے کیا خواب ہیں جن کی تعبیر آپ پانا چاہتی ہیں...
- خواب تو انسان کا ایسا اثاثہ ہیں جن کو وہ بہت سینت سینت کر رکھتا ہے میرے بھی کچھ خواب ہیں ایک باعمل اچھی مسلمان بنناحج کی سعادت حاصل کرنا اور ایک بہت اچھی لکھاری بننا
- سیانے کہتے ہیں پکوان پکائے بنا عورت ادھوری ہے.. آپ کا کیا خیال ہے ؟ آپ کی کوکنگ کیسی ہے ؟
- جی بلکل ایسا ہی ہے میری کوکنگ اچھی ہے
- پہلے ادوار میں فارغ وقت گزارنا کٹھن ہوتا تھا اب تو سوشل میڈیا پہ لوگ وقت گزار لیتے ہیں.. آپ کے نزدیک سوشل میڈیا کی اہمیت کتنی ہے؟ یہ انسانی زندگی پر کیسے اثرانداز ہورہاہے ؟.
- ہر چیز کا مثبت اور منفی استعمال اس کو مفید اور برا بناتا ہے اگر آپ سوشل میڈیا کے ذریعے کچھ سیکھ رہے ہیں اپنی صلاحیتوں کو منظر عام پر لا رہے ہیں تب تو بہت اچھی بات ہے بصورت دیگر سوشل میڈیا کو صرف

دکھاوے کا ذریعہ یا گپ بازی کے لئے
استعمال کرنا وقت کا ذیاں ہی ہے

- کوئی ایسا واقعہ جو آپ کبھی بھول نا سکی ہوں...؟
- میں اس معاملے میں بہت حساس واقع ہوئی ہوں بہت سارے واقعات جو میری زندگی سے جڑے ہوں یا کسی اور کی مجھے کلک کر جائیں تو بھولنے مشکل ہو جاتے ہیں
- خوشیوں کے بغیر انسان مرجھائے ہوئے پودے کی مثل ہے آپ کی زندگی کا خوشگوار واقعہ؟
- زندگی واقعات سے مزین ہے چاہے وہ خوشگوار ہوں یا نہیں فی الحال کوئی خاص واقعہ ذہن میں نہیں آرہا
- آپ قسمت پر یقین رکھتی ہیں یا پھر تقدیر پر؟

میرے خیال سے دونوں ایک ہی چیز کے نام ہیں بلکل
مجھے تقدیر پر بھروسہ ہے اچھی بری تقدیر پر یقین رکھنا
ہمارے ایمان کا بھی حصہ ہے

- آپ کی سب سے بڑی خوبی کیا ہے؟
- میری خوبیاں اب خود میں کیا بیان کروں ویسے میں کوشش کرتی ہوں کہ اس چھوٹی سی زندگی میں کسی کے خلاف دل میں کینہ اور بغض نہ رکھوں نیت صاف ہو تو منزل آسان ہو جاتی ہے
- خوبیاں ڈھونڈنا مشکل امر ہے مگر خامی ہر انسان نکالنا جانتا ہے آپ کی کوئی خامی جسے آپ دور کرنا چاہتی ہوں؟
- ٹھیک کہا خامیاں نکالنا بہت آسان کام ہے میں لوگوں کی طنزیہ باتوں کا فوری جواب نہیں دے پاتی اظہار کے معاملے میں کمزور ہوں

- پریشانیاں زندگی میں آتی ہیں آزمائش کی مانند .. آپ اپنی پریشانی کا اظہار کس سے کرتی ہیں؟
- اپنی بہن سے شیئر کرتی ہوں ہر بات
- زندگی میں کامیابی کا راز آپ کی رائے کے مطابق؟
- کامیابی اللہ کی دین ہے مسلسل کوشش اور محنت کرنا ہمارا فرض ہے نتیجہ اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے کامیابی کا راز صاف نیت اور توکل خدا
- انسانی زندگی کے کیے کتاب کی اہمیت؟ مطالعہ کس قدر ضروری ہے؟
- مطالعہ چاہے وہ درسی کتب کا ہو یا ادبی بہت ضروری ہے ایک اچھی کتاب آپ کی سوچ کو نیا رخ دیتی ہے آپ کے نظریات بدل دیتی ہے قلم سے نکلا ہر لفظ جو تاثر آپ کے ذہن پر چھوڑتا ہے وہ زبان سے نکلے الفاظ نہیں چھوڑ سکتے
- آپ کی پسندیدہ کتاب؟
- اللہ کا کلام پاک
- آپ کے پسندیدہ شاعر و ادیب؟
- پروین شاکر، بانو قدسیہ
- کوئی عجیب وغریب خواہش؟
- کہیں کسی دل میں نفرت نہ ہو کسی کے لئے
- محبت اور شاعری کو زمانہ لازم وملزم کہتا ہے آپ کی کیا رائے ہے؟
- ایک حساس دل شاعری کی طرف راغب ہوتا ہے محبت تو زندگی کا حصہ ہے ماں باپ بہن بھائی پھر میاں بیوی بچے یہ تقسیم در تقسیم دلوں میں پھیلتی چلی جاتی ہے اور اپنے اظہار کے انوکھے طریقے ڈھونڈ لیتی ہے جس میں ایک خوبصورت طریقہ شاعری بھی ہے

- محبت آپ کے تناظر میں کس خانے میں فٹ ہے؟
- اگر رشتوں میں محبت کی بات کریں تو ہر رشتہ محبت کے بغیر خزاں رسیدہ پتے کی مانند ہے جو اپنی اصل سے نیچے آ گرتا ہے اور جس کو پیروں تلے دبانا بہت آسان ہوتا ہے
- پاکستان سے اظہار محبت کے لئے کن الفاظ کا چناؤ کریں گی آپ؟
- پاکستان میری پہچان میری جان میرا مان
- داستان دل کے قارئین کو کیا پیغام دینا چاہیں گی؟
- زندگی بہت قیمتی اور مختصر ہے اس کو رنجشوں اور کدورتوں میں ضائع نہ کریں فی امان اللہ
- بہت بہت شکریہ فرح بھٹو جی آپ نے اپنے قیمتی وقت سے کچھ وقت ہمیں نوازا

خوش رہیئے اور ترقی کی منازل طے کرتی رہیں

قارئین فرح بھٹو کی ایک خوبصورت نظم آپ کے نام

"دسمبر کی آخری رات"

کہر میں لپٹی
ہوئی سرد رات
گزرے سال کے
دم توڑتے چند
لمحات
میں اور میری
تنہائی میرے
ساتھ
کرتے ہیں کچھ
شکوے شکایات
میں خالی دامن
تھی جب سال
کی آمد ہوئی
روانگی کے لمحوں
میں بھی ہوں
خالی ہاتھ!

(فرح بھٹو)

مختصر کہانیاں انچارج ثمینہ فیاض۔ فاطمہ

پہلا جھوٹ

قارئین یہ تصویر کا ایک رُخ ہے

تحریر. آبروٗ نبیلہ اقبال

تم نے جھوٹ کیوں بولا؟

باپ نے غصے سے پوچھا۔

ابو میں معافی چاہتا ہوں،

لیکن میرے جھوٹ نے میرے دوست کو ٹیچر کی ناحق ڈانٹ سے بچایا۔

بچے نے سر جھکا کر کہا۔

کیا تمہیں پتا ہے، جھوٹ بولنا گناہ ہے۔

پھر چھوٹے بیٹے سے استفسار کیا،

تم نے کبھی جھوٹ بولا؟

"کبھی نہیں" بچے نے معصومیت سے کہا۔

باپ نے شاباش دی اور بتایا کہ جھوٹے پہ اللہ کی لعنت ہے۔

دروازے پہ دستک ہوئی،

دودھ والا ہو گا اُسکے پیسے دینے ہیں۔ ماں نے کہا۔

باپ نے چھوٹے بیٹے سے کہا، جاؤ جا کر کہہ دو "ابو گھر پہ نہیں" ---

....

کردار

از قلم: نیلم شہزادی

وہ محلے کی سب سے زیادہ محنتی اور قابل ٹیوشن ٹیچر تھی۔ فر فر انگلش بولتی۔

"تمہیں اچھا بننے کا بہت شوق ہے.. فیسز کیوں نہیں بڑھاتی؟؟؟؟ اتنے مہنگے سکولوں میں جاتے ہیں اور ٹیوشن مفت میں لے رہے ہیں. عقل تو...نام کی نہیں تم میں "!!!...... .

وہ ہنوز خاموش۔

"اتنی مغز ماری کرتی ہو... اور... معاوضہ اتنا قلیل. !" آپا بھڑکیں۔

"ملک میں بڑھتی مہنگائی کو 'مزید' نہیں بڑھانا چاہتی" وہ بول ہی پڑی ۔

"عجیب پاگل پن ہے..." آپا چیخیں۔

حب الوطنی کے لئے پاگل پن ضروری ہے.. معمولی سہی... اک محب وطن کا 'کردار' تو ادا کر رہی ہوں"

آنکھیں چمک اٹھیں.

....

فیس بک رائٹر!

لبنیٰ غزل

طویل عرصے کے بعد میں نے کہانی لکھی اور اپنے پرانے ڈائجسٹ کے آفس چلی آئی جہاں سے میں کئی سال پہلے لکھا کرتی تھی

پرانی ایڈیٹر نے مجھے پہچان تو لیا

مگر ایک نظر دیکھ کر میری کہانی واپس کردی

"آج کل سخت مقابلہ ہے اور ہمارے پاس

فی الحال جگہ نہیں"

اس کا کہنا تھا

میں نے وہ کہانی دوسرے ڈائجسٹ کو بھیج

دی وہاں سے بھی یہی جواب ملا

پھر میں نے وہ کہانی اپنے فیس بک

کے پیج پر اپ لوڈ کر دی

ایک ہی دن میں دنیا کے کونے کونے سے

اس کہانی کو ہزاروں لائکس اور کمنٹس مل

گئے

ختم شد

....

عنوان دہرا پن

از قلم مومل عروش

میں نہیں جا رہا چھوڑنے .

اگر ابا کو اتنا ہی شوق ہے بیٹی کو پڑھانے کا تو خود

چھوڑنے جائیں.. وسیم نے کہا . .

آج جا رہا ہو اماں پھر نہیں جاو گا .

اماں میں جا رہی ہوں ٹیوشن . . .

بے غیرت تو اکیلی کس سے پوچھ کے گئی تھی دوبارہ گئی

تو ٹانگے توڑ دو گا . . فراز بیٹا یہاں برابر والی گلی میں

تمہاری کزن نے پڑھنے جانا ہے اسے چھوڑ آو . .

اماں تو نے زرش کو فراز کے ساتھ بھیجا تھا گلی کے لوگ

کیسی کیسی باتیں کر رہے ہیں جان سے مار دو گا نہ ہو گی

نہ یہ عذاب ہو گا--- ختم

قاتل

گل ارباب

ابا کے اعتراض کے باوجود امتحان میں کامیابی پہ اماں نے اپنی لاڈلی کو سمارٹ فون کا تحفہ دیا وہ بہت خوش تھی

رات دن موبایل سے چپکی رہتی

ابا معترض ھوتے تو اماں کہتی

مولوی صاحب زمانہ بدل گیا ھے

پھر ایک دن سولہ سالہ عفت اپنی عفت سمیت قتل کر دی گئی.

بھائی تار تار بے عصمت بدن کو دفنا کر گھر ایا تو

سسک سسک کر کہہ رہا تھا

اگر قاتل میرے ھاتھ لگ جائے تو میں اس کے ٹکڑے کر دوں

اماں روتے روتے تیزی سے اٹھی اور

اینٹ اٹھا کر عفت کے موبایل کے ٹکڑے کرنے لگی

....

قسمت

سحرش علی نقوی

کہیں نوکری نہ ملی تو تنگ آ کر سڑک کے ایک کنارے بیٹھ کر پھل بیچنے لگا. صبح جاتا اور رات گ ءے تب تک واپس نہ آتا جب تک کمائ کی امید رہتی. تپتی دھوپ اور روح تک کو جما دینے والی سردی میں بھی پھل بیچ کر اپنے بیٹے کو پڑھایا. بیٹا جوان ہوا تو اس نے بیٹے سے کہا سارا دن گھر فارغ رہنے کے بجاے محنت

کرو. کوئی نوکری کرلو پھر چار پیسے جوڑ کے کوئی کاروبار لینا.

جواب آیا کر

اگر آپ نے محنت کر کے چار پیسے جوڑ کر کاروبار کیا ہوتا تو مجھے آج نوکری کے لیے دھکے نہ کھانے پڑتے

....

"زندگی"

از قلم ربیعہ امجد

کبھی امید ہے تو کبھی ٹوٹتی ہوئی آس کبھی پھولوں کی سیج ہے تو کبھی غموں کا پہاڑ زندگی کبھی حقیقت کا روپ ہے تو کبھی اک جھوٹا سراب کبھی محبت ہے تو کبھی نفرت کی دھار زندگی کبھی برف سی ٹھنڈی ہے تو کبھی بھڑکتی ہوئی اگ کبھی خزاں کی رٹھی رت تو کبھی مسکراتی ہوی یہ بہار زندگی کیا ہے زندگی

بس اتنا سمجھ لیں مشکلوں کا پل صراط ہے زندگی

....

ظالم بھوک

ثناء واجد

اس نے کہا"بھوک بڑی ظالم شہ ہے".

میں نے پوچھا"وہ کیسے؟"

اس نے کہا "روزگار نہیں ہے، کھانے، پہننے کو نہیں ملتا، غربت بڑھتی جارہی ہے، لوگ بے بس ہیں اپنی بھوک مٹانے کے لئے غلط راہ نکالتے ہیں اس لئے کرپشن بڑھتی جارہی ہے".

میں نے پوچھا"صاحب اقتدار کیا کر رہے ہیں؟"

اس نے کہا "ان کی بھی بھوک ختم نہیں ہوتی، مارے بھوک سے وہ نفسانی غلام بن گئے ہیں، اپنی ہوس کی بھوک مٹانے کے لئے دوسروں کا حق مار رہے ہیں".

میں نے دل میں سوچا "واقعی بھوک بڑی ظالم شہ ہے".

....

سو لفظوں کی کہانی

تحریر: زینب ملک ندیم

اچھا ہوا تم گھر آگئی اس نفسیاتی مریض سے وقت پر جان چھوٹ گئی اسکا شوہر اسے مار تا تھا اور دن میں سو سو بار مار تا دھوتا

اسے یاد آیا شادی کی رات کمرے میں آتے اس کے شوہر نے کہا

مجھے عورت سے نفرت ھے اس کے سجنے سنورنے سے وہ اسے مار تا تھا اور شکی تھا

ساس سے کہا تو بولیں

کمپرومائز کرو طلاق یافتہ کو قبول نہیں کرتا کوئی اور اس نے کمپرومائز کیا مار کھائی

طلاق کا دھبہ نا لگوایا

اور اس نے سوچا فرق اتنا تھا کہ آج بہو کی جگہ بیٹی اور بیٹے کی جگہ داماد تھا----

....

انتخاب: ثوبیہ اجمل

اب تو___ خواہش ہے___ یہ درد ایسا ملے، سانس لینے کی حسرت میں مر جائیں ہم 'اب تو خواہش ہے یہ، ایسی آندھی چلے__ جس میں پتوں کی مانند بکھر جائیں ہم، ایسی ٹھوکر لگائے___ کہ__ جی نہ سکیں، ایسی الجھیں یہ سینے میں سانسیں کہ پھر ہم __ دوا پینا چاہیں____ تو پی نہ سکیں' کوئی ہمدم، نہ راہی ،نہ راحت ملے' ایک پل کا__ سہارا__ نہ چاہت ملے"

اب تو خواہش ہے یہ__ دشت ہی دشت ہو، ننگے پاؤں چلیں ہم سرِ بزم____ شمع کی مانند جلیں" جسکو چاہیں_ اسے پھر نہ پائیں کبھی چھوڑ جائیں یوں_ چُپ چاپ دنیا کو ہم دل یہ چاہے بھی تو پھر نہ آئیں کبھی"

اب تو خواہش ہے یہ کہ سزا وہ ملے' کوئی صحرا، قلعہ __یا بیابان ہو' جس میں سالوں تلک قید ہی قید ہو' اپنے خالق و مالک سے میں نے جو کی "بے وفائی" وہاں پہ____ وہ ناپید ہو! ابنِ آدم کی چاہ کے کڑے جرم میں اپنی ہی ذات کے کھو کھلے بھرم میں 'اب تو خواہش ہے یہ کہ سزا وہ ملے روئے جاؤں' تو چُپ نہ کرائے کوئی دور جنگل میں یا پھر کسی دشت میں ہاتھ پکڑے___ میرا___ چھوڑ آئے کوئی"

درد پھیل جائے تو

ایک وقت آتا ہے

دل دھڑکتا رہتا ہے

آذر دگزیدوں کے حوصلے نہیں چلتے

دشتِ بے یقینی میں آسرے نہیں چلتے رہروؤں کی آنکھوں میں

منزلیں نہ جب تک ہوں، قافلے نہیں چلتے اک ذرا توجہ سے دیکھئے تو کُھلتا ہے

لوگ اِن پہ چلتے ہیں، راستے نہیں چلتے سوچنے، سمجھنے سے، ساتھ ساتھ چلنے سے دوریاں سمٹتی ہیں، فاصلے نہیں چلتے خواب خواب آنکھوں میں رتجگے نہیں چلتے

درگُزر کے حلقے میں مسئلے نہیں چلتے

دو دِلوں کی قربت میں تیسرا نہیں ہوتا "واسطے" نہیں چلتے

بخت ساتھ چلتا ہے، طالع آزمائوں کے

وقت رام کرنے میں، تجزیوں کے داؤ کیا "تجربے" نہیں چلتے

عشق کے علاقے میں، حکمِ یار چلتا ہے ضابطے نہیں چلتے

حُسن کی عدالت میں، عاجزی تو چلتی ہے مرتبے نہیں چلتے

دوستی کے رشتوں کی پرورش ضروری ہے

سلسلے تعلق کے خود سے بن تو جاتے ہیں لیکن اِن شگوفوں کو ٹوٹنے بکھرنے سے روکنا بھی پڑتا ہے

چاہتوں کی مٹی کو، آرزو کے پودوں کو سینچنا بھی پڑتا ہے

رنجشوں کی باتوں کو، بھولنا بھی پڑتا ہے

....

سو لفظی کہانی

اسامہ زاہری

میں کچھ لکھنے کا سوچ رہا تھا جب پیا سحر کی کال آئی

"بھائی، کیا کر رہے ہو؟"

"لکھ رہا ہوں"

"کس کے لیئے؟"

"ابھی سوچا نہیں ،لکھ لوں تو سوچوں گا کہ کس ڈائجسٹ کو بھیجوں" !

"بھائی! آپ کو ایسا ڈائجسٹ نہ بتائوں جس میں آپ کی تحریر ضرور شائع ہوگی، کیونکہ وہ ڈائجسٹ ہے منفرد قسم کا،اس میں ہر موضوع کی تحریر شائع ہوتی ہے"

"بھئی! ایسا کونسا ڈائجسٹ ہے ؟"

"داستان دل ڈائجسٹ"

"واو تو میں اسے ہی بھیجوں گا،،،،شکریہ میری گڑیا""

میں نے تحریر لکھی اور داستان دل کو بھیج دی، اگلے ماہ ہی تحریر شائع ہو گئی♡

....

"کاش میں پتھر ہوتی"

حضرت عائشہ سے حضور اقدس کو جتنی محبت تھی وہ کسی سے مخفی نہیں حتی کہ جب حضور سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے تو آپ نے فرمایا عائشہ سے آپ مسائل سے اتنی زیادہ وقف تھیں کہ بڑے بڑے صحابہ مسائل کی تحقیق کے ل ئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے

حضرت جبرئیل ان کو سلام کرتے تھے جنت میں بھی حضرت عائشہ کو حضور کی بیوی ہونے کی بشارت دی گئی ہے

جب منافقوں نے آپ پر تہمت لگائی تو قرآن شریف میں بھی اپ کو براتھ نازل ہوئی خود حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ دس خصوصیات مجھ میں ایسی ہیں کہ کوئی دوسری بیوی ان میں شریک نہیں

ابن سعد نے ان کو مفصل نقل کیا ہے صدقہ کی کیفیت پہلے معلوم ہو ہی چکی تھی لیکن ان سب باتوں کے باوجود اللہ کے خوف کا یہ حال تھا

فرمایا کرتیں کہ

کاش میں درخت ہی ہو جاتی

کہ تسبیح کرتی رہتی

اور کوئی آخرت کا مطالبہ مجھ سے نہ ہوتا

کاش میں پتھر ہوتی

کاش میں مٹی کا ڈالا ہوتی

کاش میں پیدا ہی نہ ہوتی کاش میں درخت کا پتا ہوتی

کاش میں کوئی گھاس ہوتی

....

تحریر: سعدیہ چودری

کیا ہوا؟؟؟ آج اتنی اُداس کیوں ہو؟؟؟ میں نے اُسکی لال ہوتی انکھیں دیکھ کر پوچھا۔۔

"آج امی کی برسی ہے۔۔۔

پتہ ہے جب بھی یہ دن آتا ہے مجھ سے خود کو سمبھالا نہی جاتا۔۔ اُس نے برستی انکھوں سے جواب دیا تو میں خاموش ہو گی کونکہ اُسکا دُکھ ہی ایسا تھا کہ کوئ بھی لفظ اُسکو تسلی نہں دے سکتا تھا۔۔

"میں جانتی ہوں کہ اسلام میں مرنے والوں کا سوگ بسسس تین دن ہی ہے مگر میں کیا کروں وہ ماں تھی میری آج اُن کو گزرے ۵ سال ہو گئے مگر جب بھی یہ دن آتا ہے زخم جیسے تازہ ہو جاتا ہے۔۔۔

"اچھا آج لنچ کہی باہر کرتے ہیں۔۔۔ جب وہ جی بھر رو چکی تو مینے اُسکا دل بھلانے کے اِرادے سے کہا مگر اُس نے فوراً منع کر دیا

"نہی یار پلیز آج نہیں۔۔ آج دل نہیں چاہ رہا اور نہ ہی ضمیر اجازت دے رہا آج۔۔۔

خیر تم سُناو۔۔۔ تمہاری شادی کب؟؟؟

ہاں محرم کے بعد دیکھن گے شاری کا ابھی تو نہیں۔۔۔

ارے یہ کیا بات ہوئ؟؟؟ اسلام میں سوگ بس تین دن کا ہے۔۔ اور محرم میں شادی سے کس نے منع کیا ہے؟؟؟ کس نے ایسا کوئ فتواہ دیا بتاو صرا۔۔۔۔۔

میری بات نے جیسے ایک دم اُسکو بحس پر اُکسا دیا تھا

"بات سوگ کی نہیں ہے،

"تو پھر؟؟؟؟

بات دل کی ہے۔۔۔ اور میرا دل نہیں مانتا۔۔۔ اور نہ ہی ضمیر اجازت دیتا ہے۔۔۔ جب بھی وہ دن آتے ہیں مجھے وہ عزیم قربانی یاد آ جاتی ہے۔۔۔ دل خون کے آنسو روتا ہے،،، دُکھ ہوتا ہے، تکلیف ہوتی ہے، جیسے زخم تازہ ہو جاتے ہیں۔۔۔۔

کیونکہ میرے لیئے محرم کوئ تہوار نہیں اور نہ ہی کسی بحس کا کوئ عنوان۔۔۔۔

مینے نم انکھوں سے جواب دیا اور وہاں سے چلی ائی

....

آؤ خود کو بدلیں

#نور_بخاری

بہت معذرت کے ساتھ۔

یہ پاکستان ہے۔۔۔

جو اقبال کے خواب کو پورا کرنے کے لیے قائد اعظم نے بنایا۔۔۔

مقصد مسلمانوں کو غلامی سے نجات دینا تھا۔۔۔ تا کہ اسلامی احکامات پر عمل کرتے ہوئے مسلمان ترقی کی دوڑ میں آگے نکل سکیں۔

ہاں یہ پاکستان ہے۔۔۔ یہاں کون لوگ رہتے ہیں؟

کوئی جواب دے گا؟؟؟؟؟

چلو میں بتاتی ہوں۔۔۔۔

یہاں سندھی رہتے ہیں۔ بلوچی رہتے ہیں۔ سرحدی رہتے ہیں۔ پنجابی رہتے ہیں اور تو اور اب تو افغانی بھی رہتے ہیں۔۔۔۔۔۔

اب آگے دیکھیں۔۔۔۔۔۔۔۔ مسلمانوں میں رنگ، نسل، ذات پات کو نہیں بلکہ تقویٰ کو برتری حاصل ہے۔۔۔

اور پاکستان میں اعوان، آرائیں، جٹ، راجپوت، مغل، ملک، سردار، چوہدری، بٹ، ڈوگر، گجر، منج، کاردار، کمبوہ وغیرہ وغیرہ رہتے ہیں جو کہ صرف خود کی ذات کو ہی اچھا اور عقلمند سمجھتے۔

اب تھوڑا اور آگے بڑھتے ہیں۔۔۔۔۔۔

پاکستان مسلمانوں کی آزادی کے لیے بنایا گیا تھا نہ؟؟؟؟؟؟؟؟

اور یہاں۔۔۔۔ اہلحدیث، دیوبندی، اہلتشعیہ، اہلسنت وغیرہ وغیرہ رہتے ہیں۔

اور حکمران تو کرپٹ ہیں ہی۔۔۔

عوام بھی کم نہیں۔۔۔۔۔۔۔ گوالا دودھ میں پانی ملا کر بھی ایماندار؟ سرکاری ملازم چھٹی پر ہوتے ہوئے بھی حاضری لگوا کر ایماندار؟؟ اور تجارت پیشہ لوگ۔۔۔ مہنگی چیزیں فروخت کرتے وہ بھی نمبر دو مال پھر بھی ایماندار۔؟؟؟

نور کی بات ابھی ختم نہیں ہوی۔۔۔۔۔۔۔

یہ عوام خود بڑی ایماندار ہے؟؟؟؟؟؟

جو خود حکمرانوں کا انتخاب کر کے پھر گالیاں دیتی ہے۔

یہاں کہنے کو اسلامی احکامات مطلب قانون ہے۔۔۔ شادی پر ون ڈش کا قانون ہے۔۔۔ پر نہ جی کوی عمل نہیں۔ جہیز ایک لعنت ہے۔۔۔ پر صرف کہنے کی حد تک۔ بہت ہی ڈیمانڈڈ ہے۔۔۔ ابھی بات جاری ہے۔۔

نور کو تھوڑا کام ہے سو اجازت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مختصر افسانہ

غلام یاسین نوناری

فیس بک ان باکس

"ہائے،،،،"

"جی"

"کیسی ہیں آپ؟"

"فائن"

"کیا کر رہی ہیں؟"

"کچھ نہیں"

"کچھ تو کرنا چاہئے"

"مطلب،،،،،،"

"ارے کچھ نہیں،،، دوستی کریں گی آپ"!

"ہو تو گئ"

"کیسے ؟"

"آپ کی ریکوئسٹ آئ،اگر دوستی نہ کرنا ہوتی تو ایکسپٹ کیوں کرتی؛"

"بہت ذہین ہیں آپ"

"وہ تو میں ہوں"

"ارے ایک کام کریں"

"کیا؟"

"اپنی خوبصورت سی پکچر تو بھیجیں"

"کیوں ؟"

"بس اپنی دوست کو دیکھنا ہے"

"سوری میں اپنی پکچر کسی کو نہیں بھیجتی"

2دن بعد

"ہائے"

"جی،، کیسے ہو آپ"

"میں اداس ہوں"

"کیاہوا"

"بس تنہائ کی وجہ سے"

"اوہ،،،،،،"

"سنیئے،،،"

"سنایئے"

"میری کوئ بہن نہیں ہے،، میں تنہا ہوں"

"افسوس ہوا"

"پھر آپ ایسا کریں"

"کیسا کروں ؟"

"آپ میری آپی بن جائیں"

"واٹ"

"دوست تو ہم بن گئے اب آپی بن جاونا"

"اوکے؛"

"تواب میں آپ کو آپی کہہ لیا کروں؟"

"جی،، کہہ لیا کریں"

"اچھا آپی ایک بات کہوں؟"

"جی کہو"

"میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ میری آپی کیسی ہے"

"کیا مطلب؟"

"مطلب وہ پکچر،،،،،،،"

"دفع ہو کمینے انسان،،،،"

بلاک،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،!

عنوان: زندگی مشکل نہیں

سعید چوہدری

"اسلام علیکم دادو

اریجہ نے گھر میں داخل ہوتے ہی ماں کو سلام کیا،

وعلیکم اسلام۔۔ ماما نے ایک نظر میں ہی اریجہ کا اُترا چہرہ بھاپ لیا تھا

"کیا بات ہے اریجہ؟؟؟ ماما نے کچن سے ہی اریجہ کو محاطب کیا تو وہ ماں کے پاس کچن میں ہی چلی آئی

"کیا بنا رہی ہیں آپ؟؟؟

"اچار گوشت۔۔

اچار گوشت اریحہ کا من پسند تھا مگر آج اُس کو اپنی پسند کا کھانا بننے پے بھی کوئی خاص خوشی نہ ہوئی

"کیابات ہے اریحہ ؟؟؟ ماما نے ایک بار پھر پوچھا

"ماما یہ زندگی اتنی مشکل کیوں ہے ؟؟؟

اریحہ کا سوال یقیناً ایک ماں کو پریشان کر دینے والا تھا، بچے جب جوانی کی دہلیز پے قدم رکھتے ہیں تو زندگی گزارنے کا ڈھنگ اکثر بھول جاتے ہیں اور پھر زندگی بھی تو نت نئے تجربات سے گزار کر اکثر پریشان کیا کرتی ہے

اِس سوال کے جواب کو بھول کر ایک ماں کے ذہن میں بے شمار مزید سوال اُٹھے تھے مگر اگر وہ اس وقت اپنی بیٹی کی اُلجھن کو دور کرنے کی بجائے اُس کو اپنے سوالوں میں اُلجھا لیتی تو ممکن تھا اُن کی بیٹی اگلی دفعہ اُن سے کوئی سوال ہی نا کرتی

"تم سے کس نے کہا کہ زندگی مشکل ہے ؟؟؟ زندگی تو بہت آسان ہے میری جان، ہاں جو زندگی گزارنے کا ہنر نہ جانتے ہوں اُن کی زندگی کبھی کبھی مشکل ہو جاتی ہے

"ماما نے مسکراتے ہوئے اریحہ کے سوال کا جواب دیا

"اپکا مطلب ہے زندگی گزارنا ایک ارٹ ہے ؟؟

"ہاں بالکل، اور جو یہ ہنر جان لے پھر زندگی اُن کے لیئے مشکل نہی رہتی

"پھر تو یہ ہنر سیکھنا بہت مشکل ہو گا، کونکہ میں تو سب سے یہی سُنا ہے کہ زندگی بہت مشکل ہے

"یہ ہنر سیکھنا اتنا ہی آسان ہے جتنا ہی سالن بنانا۔۔۔۔۔

ماما کی بات نے اریحہ کو اور بھی الجھا دیا

"کیا مطلب ؟؟؟

"دیکھو ایک کھانا کب اچھا بنتا ہے؟؟؟ جب اُس میں ہر مصالہہ مناسب مقدار اور درست وقت پر شامل کیا جائے۔۔۔ اگر ہم کسی ایک مصالے کی مقدار زیادہ کر لیئے گے تو کھانے میں باقی چھزوں کا فلیور ہمیں محسوس ہی نہی ہو گا۔۔ ہر فلیور کو انجائے کرنے کے لیے صروری ہے کہ ہر چیز کی مقدار مناسب رکھی جائے اور ہر مصالے کو ایک خاص وقت پر شامل کر کے خاص وقت تک ہی پکائیا جائے تب ہی کھانا خوش ذائقہ، خوش شکل اور غذائیت سے بھرپور بنے گا

زندگی بھی بالکل ایسی ہی ہے، زندگی کے ہر ذائقے کو ہر رنگ کو انجوائے کرنے کے لیے صروری ہے کہ مناسب وقت پر صہیع انتحاب۔ کیا جائے، غم کا رنگ خوشیوں پے نہ چڑھے اور نہ ہی خوشیوں کا رنگ اتنا کچا ہو کہ زرا سے غم سے ہی۔ مدھم پڑ جائے

"اریحہ خیران تھی کہ کیسے۔ اُس کی ماں نے لمحے میں اسکی الجھن۔ دور کر دی تھی

اُسے زندگی گزارنے کا ہنر اب سمجھ مین انے لگا تھا۔۔۔

....

خوش قسمت قوم کون

تحریر: اروشما خان

دنیا بھر میں صرف مسلمان قوم ہی وہ خوش قسمت قوم ہے جس کے پاس ہر قسم کی تحریف سے پاک اللہ تعالی کا کلام پاک انہی الفاظ میں موجود ہے جن الفاظ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ و سلم پر اُترا تھا جب کہ مسلمان ہی وہ بدنصیب قوم ہے جو اپنے پاس کلام اللہ رکھتے ہوے بھی اس کے فیض و برکات سے محروم ہے خدارا ابھی بھی مسلمان قوم نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے اسوہ حسنہ کی طرف پلٹ آئیں تا کہ پھر سے اُمت

مسلمہ کو عروج حاصل ہو کیو کہ قران مجید اس لیے
بھیجا گیا کہ اس کو پڑھیں اور اس کے مطابق عمل کر
کے زمین پر اس کا قانون نافز کریں تا کہ دنیا اور
آخرت کی بھلایئں ہمارا مقدر بنیں

....

ہاں اس کی نظر میں بھی مجرم ہے میری ذات

جس شخص کی خاطر جرمِ وفا کیا

ہما لیلٰی ہاشمی ساہیوال

درد کے دشت تحریر: نبیلہ نازش راؤ اوکاڑہ

دادی اماں اب کی عید پر میں بھی اپنے لیے کپڑے بنواؤں گی اور دادی اماں ہاتھ بھر بھر کے ہر سرخ چوڑیاں پہنوں گی کیونکہ چوڑیاں پہنے کافی عرصہ ہو گیا۔ اور چوڑیاں پہن کر ان کی کھنک سے مجھے اپنی ذات سے پیار ہونے لگا ہے۔ اروے بیٹا! جو دل چاہے سو کرو مگر یہ بات تم اچھی طرح سمجھ لو کہ "بی بی" اپنے باپ کی جیب دیکھ کر کرنا جو کچھ بھی کرو۔ ویسے لڑکیوں کے ہاتھوں میں پہنی چوڑیاں اور اُن کی کھنک سے زندگی کے ہونے کا احساس جگتا ہے۔ دادی نے یہ باتیں بڑے میٹھے لہجے میں کہیں مگر پھر بھی تنزیلہ کلیجہ مسوس کے رہ گئی بظاہر اطمنیان سے جواب دیا۔ "دادی اماں آپ فکر نہ

کریں میں نے کچھ پیسے جمع کیے ہوئے ہیں اپنی منی پاکٹ سے انشاء اللہ سب چیزیں آجائیں گی۔ "تنزیلہ نے افسردگی سے بتایا۔
خانم بیگم جب سے بیاہ کر سسرال آئیں کبھی کسی کے آگے اپنی کم حائیگی کا رونا نہیں رویا میاں معمولی ہیڈ کلرک تھے مگر سہلیوں کو ہمیشہ بڑھا چڑھا کر سسرال کی شان وشوکت بتاتی۔ میاں بیوی ایک دوسرے کے دیوانے تھے بھرا کنبہ والد گھر تھا۔ دونوں اوکھی سوکھی کھا کے موٹا جھوٹا پہنتے۔ مگر کیا مجال جو بھی بیوی کی زبان پر حرف شکایت آیا ہو صرف محبت کے سہارے زندگی کی گاڑی کھینچی چلی جارہی تھی تین نندیں پیسے جوڑ جوڑ کر بیاہیں، دیواروں کی اعلیٰ تعلیم دلائی وقت نے کب کسی کا انتظار کیا ہے نندون کی شادیاں نمٹتے نمٹتے خانم بیگم کا ارمانوں بھرا دل اور دلہنا پا چپکے سے رخصت ہو گیا۔ آج نجانے کیا دل چاہا اپنے احساسات اور جذبات کا اظہار کر بیٹھیں۔ مگر جب بیٹے کے کانوں پر پڑی ذمہ داریوں کا پوتی کو احساس دلایا تو واقعی ہی بانو بیگم کے لیے ضبط کرنا مشکل ہو گیا۔ ساس کی باتوں پر ان کا دل چاہا کہ وہ بھوٹ پھوٹ کر روئیں آنسو پلکوں پر لا زرہے تھے کہ میاں آفس سے آگئے۔ انہیں جو بیوی کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو بے چین ہو گئے۔ اشارے سے کمرے میں بلایا اپنے رمال سے آنسو پونچھے اور ہر طرح تسلی دی۔
اپنا دل چھوٹا نہ کرو۔ ہمیشہ انسان کے دن ایک جیسے " نہیں رہتے اب تو کوئی فکر کی بات ہی نہیں ہے سب بہنوں کی شادیاں ہو چکی ہیں۔ بھائیوں کی تعلیم بھی تقریباً مکمل ہونے والی ہے پھر سب سروس کرنے لگیں گے۔ باقی وقت انشااللہ چین سے کٹ جائے گا۔ برا وقت تو ہم نے بڑی خوش اسلوبی سے نبھا ہی دیا ہے۔ اور ہاں بھئی اب آنسو پونچھ ڈالو دیکھو میں تمہارے لیے کیا لایا ہوں۔ "بانو بیگم نے جلدی جلدی کھولا تو خوشی سے ان کی چیخ نکل گئی حیرت سے آنکھیں

پھیل گیءں۔ اللہ یہ میرا سوٹ ہے کتنا پیارا کلر ہے۔
سچ بتایئے نا یہ کہاں سے آیا ہے کیا کسی دوست سے
قرض لے کر لائے ہیں۔
بانو! ایک ایک کر کے سوال کرو میں بیچارا تنے "
سارے سوالوں کا ایکدم جواب کیسے دوں گا۔ ہاں تو
بیگم صاحبہ یہ سوٹ آپ کا ہے۔ شکر ہے آپ کو پسند
آگیا۔ اور یہ لاہور سے آیا ہمیں بہت دنوں سے اپنے
ایک دوست کو ایک سوٹ لانے کو کہا تھا۔ اسی نے
بھیجا ہے بس! اب تو میرا خیال ہے کہ آپ کے سب
سوالوں کے جواب مل گئے ہیں۔ واقعی بانو بیگم کو بہت
خوشی ہوئی تھی۔ محبت سے بڑھ کر قیمتی تحفہ اور کوئی
نہیں ہوتا۔
سوٹ پا کر وہ اُلٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھیں کہ تنزیلہ آ
گئی اس کی نظر ماں کے سوٹ پر پڑی تو بولی۔ اللہ! امی!
آپ کا کتنا پیارا سوٹ ابو لائے ہیں۔ پھر ماں کے ہاتھ
سوٹ کے پہن کر کھڑی ہو گئی ماں چلاتی ہی ہیں۔

ارے بھئی یہ تمہارے کہاں آئے گا یہ تو اتنا بڑا میرا "
سائز ہے۔ " مگر تنزیلہ نے پہن کر دکھا دیا اور بولی۔
یہ ایڈ کلر کا سوٹ ہے جو آپ کی عمر کو دیکھتے ہوئے "
آپ پر اچھا نہیں لگے گا یہ مجھ پر کلاسیٹ رہے گا۔
آپ تو کہتی تھیں میرے نہیں آئے گا اب بتایئے
میرے آیا، یا نہیں؟ ماں نے جو تنزیلہ کو نظر بعد کے
دیکھا تو ان کے پیروں کی زمین نکل گئی واقع چودہ سالہ
تنزیلہ ماں کی برابری کر رہی تھی۔ اس میں اور بانو میں
کوئی فرق نہ تھا۔
اس گھڑی سے بانو بیگم کو ایک اور چیز جوڑنے کی فکر لا
حق ہو گئی۔ یوں بھی غریبوں کی بیٹوں پر کچھ جلدی ہی
جوانی آ جاتی ہے۔
بانو نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور سوٹ چپ چاپ
تنزیلہ کے جہیز کے لیے رکھ دیا۔ دیکھتے دیکھتے دونوں
بڑی بیٹیوں کے برابر کی لگنے لگی اللہ نے ایک بیٹا بھی
دیا مگر سب بہنوں سے چھوٹا۔ اگر بڑا ہوتا تو باپ کا

سہارا بنتا۔

والدین نے پیٹ کاٹ کاٹ کر تینوں بچیوں کو تعلیم میٹرک تک تعلیم دلوائی تعلیم پوری بھی نہ ہوئی رشتوں کا تانتا بند گیا۔ دو بیٹیوں کو جیسے تیسے کر کے بیاہ دیا۔ دونوں بڑی بہنوں سے زیادہ تنزیلہ خوبصورت تھی۔ اس کے حُسن کے چرچے گھر گھر ہونے لگے۔ سانچے میں ڈھلا ہوا جسم سرخ و سفید رنگت کالے سیاہ لہراتے ہوئے بال، ہرنی کی سی آنکھیں ہر ایک کو اپنا گرویدہ بنا لیتی جب بھی رشتہ آیا بانو بیگم نے صاف صاف لڑکے والوں سے کہہ دیا کہ دیکھو بہن میرے پاس صرف سیرت بچی ہے۔ جہیز نہیں یہ سُن کر رشتے والے ایسے رفو چکر ہوتے جیسے گدے کے سر سے سینگ۔ وقت گزرتا رہا رشتے آتے رہے بولی لگتی رہی اسی میں تنزیلہ کی عمر بڑھ گئی اور تنزیلہ کے گھنے سیاہ بالوں میں کہیں کہیں چاندی کے تار جھلانے لگے۔ جو ان بیٹی کا بوجھ ماں باپ پر معمولی نہ تھا۔ اس فکر میں کھانا پینا چھوٹ گیا رات رات بھر نیند نہ آتی ٹھنڈی سانسیں بھرتے سحر ہو جاتی اور جہیز کا بندوبست نہ ہو سکا۔

ایک دن صبح ہی صبح بوا خیراں کلے میں پان دبائے آ موجود ہوئیں۔ بانو بیگم نے بوا خیراں کو سلام کیا تو انہوں نے ڈھیروں دعائیں دے ڈالیں۔ پھر اپنی سانس درست کرتے ہوئے اپنے لمبی سفید چادر کو اُتار کر چارپائی کی پائنتی پر رکھ دی۔ اور اطمنیان سے اس پر چڑھ کر بیٹھ گئیں۔ اور بولیں بہو بیگم میں کہوں ہوں یہ بچی کا بیاہ کرنے کی ہو کیا کنوارے لوٹے چنوانے کا ارادہ ہے؟

بانو بیگم خون کا گھونٹ پی کر سجندگی سے بولیں۔ بوا کیسی باتیں کرتی ہو۔ کسی ماں کو بھی اپنی جوان " بیٹیاں بیٹھانے رکھنے کا شوق نہیں ہوتا میں تو آج سے دس سال پہلے بیاہ چکی ہوتی۔ مگر لڑکے والوں کے دماغ اتنے اونچے ہیں کہ ان کے لیے اعلیٰ پائے کا جہیز کہاں

سے لاؤں اور جبکہ جہیز کا معیار اتنا اونچا ہو تو ہم غریبوں کو کون پوچھتا ہے۔" پھر رُک کر بولیں۔" بوا تم ہی کچھ کوشش کرو جیسے ہم ہیں ویسے ہی اوسط گھرانے کا رشتہ مل جائے تو میں تنزیلہ کو بیاہ دوں۔

بوا خیر اس سمجھانے کے انداز میں بولیں۔ میری مانو تو بہو بیگم جہیز کے چکر میں نہ پڑو۔ اس مصیبت سے جہیز دو پھر لوگوں کو پسند نہ آئے کیا فائدہ؟

بانو بیگم پریشان ہو کر بولیں۔ بوا تم کیا کہنا چاہتی ہو تمہاری باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں کبھی کہتی ہو جہیز مت دو کبھی کہتی ہو لوگوں کو پسند آئے نہ آئے۔

بات یہ ہے بہو بیگم کہ کل میں سیٹھ عابد کی طرف گئی تھی ان کی بیوی کا انتقال دو مہنے پہلے ہو چکا تھا۔ اب وہ دوسری شادی کرنا چاہتا ہے۔ بتاؤ ادھر تمہاری بیٹی کے رشتے کی بات چلاؤں۔

کون سیٹھ عابد میں تو نہیں جانتی۔ بانو بیگم نے جلد سے کہا۔

اے لو بہو بیگم کی بات سنو انہیں تو سب جانتے ہیں گارڈن میں رہو ہے وہ سیٹھ۔

اچھا اچھا بوا! اب سمجھی تم سیٹھ عابد کی بات کر رہی ہو۔

ہاں بہو بیگم میں نے اسی سیٹھ کی بات کی ہے انہوں نے بتایا۔

مگر ایک بات کہوں بانو۔ ہم کا انتخاب کرتے وقت سجندگی سے حسن و سیرت کے بجائے حسن و دولت اور کم عمر لڑکی لڑکوں کو تلاش کرتے ہیں۔ اور عام طور پر گھاٹے کا ہی سودا کرتے ہیں ارے عمروں میں کچھ نہیں دھرا۔ اپنا فائدہ دیکھو کہ کس میں ہے بس۔ ہمارے پیغمبر ﷺ نے بھی تو شادی شدہ بیوہ سے شادی کی تھی۔ تو ہم ان کی امت کیوں نہیں ان کی پیروی کرتی مرد ہو یا عورت۔ طلاق شدہ بچوں والا کیوں نہیں قبول کرتے۔ شادی شدہ عورت ہو یا مرد اس کے بچے ہوں یا بڑی عمر شادی کر کے سینے سے

لگاؤ اس کو اور اس کے بچوں کو سوچ بدلو اپنی اور نیکیاں باندھو اپنے پلو میں تاکہ آگے جا کہ قیامت میں مشعل راہ بنیں تم سب کی۔
ہاں بانو بیگم ! آپ نے میری باتوں سے کی نصیحت حاصل کی؟ انہوں نے اپنی طویل گفتگو کا اختتام کرتے ہوئے پوچھا۔
بانو بیگم کو اپنا دل ڈوبتا محسوس ہو رہا تھا۔ مگر وہ حوصلہ سے بولیں۔ اچھا ابوا! سوچ کر اور اس کے ابو سے دادی سے مشورہ کر کے جواب دوں گی۔ بانو بیگم نے بجھے ہوئے دل سے جواب دیا۔ بانو بیگم نے جب میاں سے اس رشتے کا ذکر کیا تو وہ دل تھام کر رہ گئے۔ لیکن مرتا کیا نہ کرتا۔ اس کے سوا چارہ ہی کیا تھا۔ تمام رات میاں بیوی نے رو کر کاٹی۔
پندرہ دن کے بعد تنزیلہ کے ہاتھ پیلے کر دیے گئے۔ شریفوں کی بیٹی تھی کچھ مجبوری کچھ والدین کی رضا کے آگے سر جھکا دیا۔ لیکن سب سے زیادہ الجھن یہ تھی کہ میں اپنی سوتیلی اولاد کو خوش رکھ سکوں گی یا نہیں؟ خاص کر وہ دنیا کی طرف سے سخت پریشان تھی۔ کیونکہ وہ باپ کی لاڈلی اور سب سے چھوٹی تھی تنزیلہ نے دل میں تہہ کر لیا کہ خواہ اسے تن من دھن کی بازی ہی لگانی پڑے لیکن رینا کا دل جیتنا ہے۔ اس نے سوچا میں اسے سہیلی بنا کر رکھوں گی میں اُسے ماں کی ممتا دوں گی۔ میں اسے چھوٹی بہن سمجھ کر چاہوں گی۔ ان ہی خیالات کے تانے بانے سارا راستہ گزر گیا۔ اور پھولوں سے لدی پھندی کار سسرال کی کھوٹھی کے سامنے رُک گئی۔ دلہن کو اتارا اور اس کے سجے سجائے کمرے میں لے جا کر بیٹھا دیا۔ تنزیلہ کو بیٹھے ابھی کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اس کو کسی کے قدموں کو آہٹ سنائی دی وہ اور زیادہ جھک گئی تب ہی اس کے کانوں میں آواز آئی رینا بیٹی ! ان سے ملو یہ تمہاری چھوٹی امی ہیں۔ تم انہیں آداب کرو یہ تمہیں مجھ سے بھی زیادہ پیار کریں گی ۔ اتنا کہہ کر انہیں

احساس ہوا کہ تنزیلہ شرمارہی ہے تو وہ بولئے اچھا۔ اچھا! میں چلاجاتاہوں پھر یہ تم سے باتیں کریں گی۔ یہ کہتے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکل گئے۔ تنزیلہ نے بے جھجک رینا کے سامنے اپنا کھونگھٹ پلٹ دیا گویا وہ دلہن نہیں واقع رینا کی ماں ہو۔ کچھ کہنا چاہا مگر زبان میں اتنی سکت نہ تھی جو کچھ اس سے کہتی۔ رینا کچھ دیر بیٹھی تنزیلہ کا مُنہ تکتی رہی اس کے بعد کھڑی ہو گئی اور بولی آپ میری چھوٹی امی ہیں۔ ہاں ہاں رینا! میں تمہاری چھوٹی امی ہوں اس میں کیا شک ہے۔ تنزیلہ نے بمشکل کہا۔ اچھاتو چھوٹی امی۔ اب میں سونے جاتی ہوں۔ صبح میں آپ کے لیے ٹی لاؤں گی۔ مجھے چائے بنانی آتی ہے۔ اچھا خدا حافظ امی۔ تنزیلہ نے بھی خدا حافظ کہا۔"

صبح صبح گھر کے تمام لوگ اُٹھ بیٹھے گھر میں کافی مہمان تھے جس کی وجہ سے خوب رونق تھی ہر ایک کی خواہش تھی کہ دلہن کے کمرے میں جایا جائے۔ جب بھی کسی بی بی نے دلہن دیکھنے کی خواہش ظاہر کی عاشق صاحب نے یہ کہہ دیا کہ ان کے سر میں درد تھا ابھی وہ سو رہی ہیں۔ عاشق صاحب کی بہن بیچ میں بول اٹھتیں۔

نہیں بھیا! وہ جاگ رہی ہیں تھوڑی دیر ہوئی رینا ٹی" دے کر آئی ہے وہ کہہ رہی تھی کہ چھوٹی امی نے مجھے سے خوب باتیں کی ہیں۔ دراصل آپ بھابی کی ناز برداری کر رہے ہیں۔

عاشق صاحب نے صفائی پیش کی ہاں یہ سچ ہے کہ جب رینا ان کے پاس گئی تھی وہ جاگ رہی تھیں۔ مگر چائے پی کر آنکھ لگی گئی ہے۔ سب خواتین جو دلہن دیکھنے آئی تھیں اپنا سا منہ لے کر چلی گئیں۔ ایک نے تو یہاں تک کہا کوئی نہیں سو رہا یہ سب بڑھاپے کے چونچلے ہیں۔

جب دن کے دس بج گئے اور تنزیلہ بیدار نہ ہوئی تو عاشق صاحب کو بھی کچھ اچھا نہ لگا رینا سے کہنے لگے۔

بیٹا اپنی چھوٹی امی کو جا کر جگا دے سب لوگ باتیں بنا رہے ہیں۔ ریناباپ کی بات سن کر قہقہے لگانے لگی پھر رُک کر بولی۔ ابواب چھوٹی امی کبھی نہیں جا گئیں۔ گی۔ یہ سننا تھا کہ وہ دیوانہ وار کمرے کی طف بھاگے پیچھے پیچھے تمام مہمان بھی کمرے میں گھس آئے۔ عاشق صاحب نے دروازے سے ہی تنزیلہ تنزیلہ چیخنا شروع کر دیا۔ اتنے میں نند نے بھابی کو جھنجوڑ ڈالا مگر وہاں رکھا ہی کیا تھا۔ تنزیلہ تو سر د پڑی تھی۔ تب وہ زور چلائیں۔ بھیا! یہ کیا ہو گیا دلہن بھابی تو ختم ہو گئیں۔

تنزیلہ آرام سے سو رہی تھی۔ اس کا گورا نازک مہندی لگے ہری، سرخ چوڑیوں سے بھرے ہاتھ بیڈ سے نیچے لٹک رہا تھا۔ مانگ میں افشاں چمک رہی تھی بال البتہ چہرے پر بکھر گئے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے بدلی کی اوٹ سے عید کا چاند جھانک رہا ہے۔ اور تنزیلہ سہاگ کے سُرخ جوڑے میں سکون سے سو رہی تھی۔

ختم شد

''''''''''

""""غلط راستے""""" تحریر :ریمانور رضوان

آج صبح سے ہی موسم خوشگوار تھا۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ٹھنڈی میٹھی سرد ہوائیں چل رہی تھی۔

موسم سرما کا بھی آغاز ہونے والا تھا۔

کارساز روڈ پر بحریہ آیٹوریم ے کے باہر کھڑی تھی۔ فوجیوں کا علاقہ تھا تو انتہائی صفائی واضح تھی۔

گریزی ہریالی جگہ جگہ تھی

حنا شاہراہ عام پر کھڑی کسی کی راہ تک رہی تھی۔

تم یہاں۔۔۔۔۔۔۔!۔

شرجیل حنا کو یوں اچانک شاہراہ عام پر کھڑا دیکھ کر حیران تھا۔

جی۔۔۔وہ۔۔۔میں۔۔۔۔۔۔

حنا شرجیل کو دیکھ کر گڑبڑا گئی تھی۔

چلو بیٹھو بائیک پر۔

شرجیل نے حکم صادر کیا تھا۔جی۔۔۔۔۔

حنا پریشان سی اپنے اطراف دیکھ رہی تھی۔

کیا ہوا کس کو ڈھونڈ رہی ہو۔

شرجیل سنجیدگی سے بولا تھا۔

کچ۔۔۔۔کچھ۔۔۔۔نہیں۔۔۔۔۔۔۔

حناہکلاتے ہوئے بولی تھی۔

چٹر پٹر بولنے والی لڑکی ہکلارہی ہے حیرت ہے۔

شرجیل سرسری سے نگاہ ڈالتے ہوئے بولا تھا۔

تمھارا پوائنٹ یہاں سے تونہیں ملتا۔

شرجیل پر سوچ انداز میں بولا تھا۔

کیونکہ حنایونیورسٹی روڈ سے کافی دور تھی۔

وہ۔۔۔۔آج سر امجد کی کلاس دیر میں ختم ہوئی ہے۔

تو میرا پوائنٹ مس ہو گیا تھا۔اسی لیے یہاں اتنی دور

پیدل چل کر آنا پڑا۔شکر ہے تم آ گئے۔

حنانے من گھڑت باتیں بنائیں تھیں۔

حنا گھبرا گئی تھی۔کیا کہے۔واقعی یونیورسٹی سے کارساز کافی دور ہے ڈرائیو کر کے آؤ تو پچیس منٹ تولازمی لگتے ہیں۔میں رکشہ کر کے تو یہاں آئی ہو۔حنا سوچوں میں الجھی تھی۔

چلو بھی۔۔۔۔۔

حنا بائیک پر بیٹھ چکی تھی۔تو جلدی چلنے کا کہہ رہی تھی۔جب کہ دل ہی دل میں دورد شریف پڑھ رہی

تھی۔۔یا اللہ! میری عزت محفوظ رکھنا۔کسی کو بھی میرے اور اشعر کے بارے میں کچھ علم نہ ہو،وگرنہ بڑی ذلت اور رسوائی ہو گی۔

حنامن ہی من دعاؤں میں مشغول تھی۔

شرجیل حنا کے ساتھ ہونے پر مسرور تھا۔

شرجیل کے دل میں حنا کی چاہت نہ جانے کب سے تھی اسے خود علم نہ تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔

۔۔حنا! تم کہاں ہو۔؟

اشعر کافی دیر سے حنا کا انتظار کر رہا تھا۔

اب تھک کر مسیجز کیے تھے۔

جس کا کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔

اوے حنا کو، مجھ پر کچھ شک تو نہیں ہو گیا۔۔۔۔۔۔؟

اشعر کے ذہن میں یکدم خیال آیا تھا۔

نن۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔۔۔

اشعر نے دماغ میں آے خیال کو جھٹکا تھا۔

میں نے تو کبھی بھی حنا کے سامنے کچھ نہیں آنے دیا۔۔۔۔۔

اشعر مختلف سوچوں میں گھیرا تھا کہ اتنے میں اشعر کا سیل فون بجا تھا۔

سو۔ سوری اشعر وہ مجھے شر جیل مل گیا تھا۔ وہ جرح کرنے لگا تھا۔ یہاں کیوں ہو۔۔۔۔۔۔۔۔

کس لیے یہاں آئی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔

یونیورسٹی سے تو تم اتنی دور ہو۔۔۔۔۔۔

بس میں ان سوالات کے جوابات نہ دے سکی شر جیل سے جھوٹ کہہ کر اسکے ساتھ گھر آگئی۔۔۔۔

حنا کا طویل ٹیکسٹ موصول ہوا تھا۔

اوہ۔۔۔۔ شٹ۔۔۔۔۔۔ یہ شر جیل بھی نہ۔۔۔۔۔۔۔

اشعر کے چہرے کا رنگ غصے کی وجہ سے سرخ ہو گیا تھا۔

حنا! کیا بات ہے ؟تم مسلسل موبائیل فون میں مصروف ہو۔ کھانا کھالو۔

حنا کو بار بار مسیج کرتے دیکھ کر طائشہ بیگم نے ٹوک دیا تھا۔

وہ منما۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حنا دھیمے سے منمنائی تھی۔

منما! سائرہ نوٹس کا پوچھ رہی ہے کہ کمپلیٹ کر لیے کیا۔۔۔۔۔۔

حنا نے یکدم ہی جھوٹ کہا تھا۔

حنا! پر مجھے کچھ کچھ شک ہو رہا ہے۔ آج حنا کارساز پر کیا کر رہی تھی۔

اور میرے پوچھنے پر گڑبڑا گئی۔

شرجیل سوچوں میں الجھا تھا۔

یہ حنا کافی دن سے کچھ بدلی بدلی لگ رہی ہے۔ مجھے حنا پر نظر رکھنی ہوگی۔ بہت برا وقت اور ماحول ہے میری حنا معصوم ہے۔ باہر کی دنیا مکروہ۔ فریب دھوکہ سے نہ آشنا ہے۔

شرجیل مسکراتا ہوئے سوچ رہا تھا۔

رات دھیرے دھیرے بیت رہی تھی شرجیل سارہ دن کا تھکا ہوا تھا جلد ہی نیند کی مہربان آغوش میں گم ہو گیا تھا۔

سورج کی بنفشی شعاعیں افق پر منتشر ہو رہیں تھیں۔ آہستہ آہستہ دن کا آغاز ہوا تھا۔

سب اپنی اپنی روٹین کے مطابق بعجلت ناشتہ کر رہے تھے۔

مہناز بیگم کو حنا کی تیاری آج کچھ خاص لگی تھی۔

میرون اور پنک کنٹرسٹ کا فینسی بوتک سوٹ کلائی میں نازک سے نگوں کا بریسلٹ۔ کانوں میں جگمگاتے

باریک باریک نگوں کے ٹاپس تراشیدہ لب کو پنک لپ لوز سے مزین کیا گیا تھا۔ اسٹریپ کٹنگ بالوں کو پونی میں مقید کیے۔

حنا! یونیورسٹی جارہی ہو یا کہیں اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟

مہناز بیگم نے تنقیدی جائزہ لینے کے بعد زرہ سختی سے استفسار کیا تھا۔

اوی ماں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ دادی جان۔۔۔۔۔۔۔

سے کیا کہوں۔۔۔۔۔۔

افففففففف۔۔۔۔۔۔۔

حنالب کاٹتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

وہ دادی امی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حناہکلاتے ہوے بولی تھی

دادی امی! آپ نے حنا کو نروس کر دیا یونیورسٹی میں سبھی لڑکیاں ایسے ہی آتیں ہیں۔

طائشہ بیگم، (حنا کی ماں) درمیان میں

بول اٹھی تھیں۔

اوہ منما! یو آر گریٹ۔۔۔۔۔۔

حنا نے من ہی من کہا تھا

حنا نے تشکر امیز نگاہوں سے اپنی ماں کو دیکھا تھا۔

ہین۔ یہ پڑھنے جاتی ہے یا فیشن شو میں۔۔۔۔۔۔

مہناز بیگم تعجب سے گویا ہوئیں تھیں۔

مہناز بیگم بغور حنا کا جائزہ لے رہی تھی۔ جہاندیدہ خاتون تھی۔ زمانہ شناس بھی تھی۔ آجکل حنا بدلی بدلی لگ رہی تھی۔ اور بات بے بات جھوٹ بھی بولنے لگی تھی۔

طائشہ !بیٹی پر نظر رکھا کرو زمانہ بہت بدل چکا ہے۔ہم نے اپنے گھر کا ماحول اسیلیے نہ بدلا کہ ہمیں پرانہ زمانہ اور پرانی روایت واقدار سے چاہت وانسیت ہے۔گھر کے باہر کا ماحول تو ترقی پذیر ہے۔جھوٹ۔دھوکہ۔فریب عام بات ہے۔ہماری حنا سیدھی سی بچی ہے زرا اس پر دھیان دیا کرو یہ آجکل کھوئی کھوئی رہنے لگی ہے۔اور مجھے لڑکیوں کے ہاتھ میں موبائل فون زرا برابر پسند نہیں ہے۔نجانے کیا کھٹ کھٹ لگی رہتی ہے۔ارے پڑھی لکھی ہو بیٹی کا موبائل چیک کیا کرو۔۔۔

ارے کسی چینل پر ڈرامہ دیکھا تھا کہ لڑکی جھوٹ سچ کہہ کر انٹرنیٹ پر لڑکے سے بات کرتی میل ملاقات بڑھے۔بات شادی تک پہنچی دونوں ہم برادری نہ نکلے تو دونوں کے گھر والوں نے رشتہ جوڑنے سے انکار کر دیا تو دونوں لرکا اور لڑکی نے گھر سے بھاگ کر شادی کرلی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مہناز بیگم ابھی مزید کہتی کہ طائشہ بیگم درمیان میں بول اٹھی۔

امی پلیز میری حنا ایسی نہیں۔۔۔

مجھے اپنی تربیت پر بھروسہ ہے۔

انشاءاللہ ایسا کچھ نہیں ہے۔

طائشہ بیگم دھڑکتے دل کے ساتھ مان اور یقین بھرے لہجے میں بولی تھیں۔

طائشہ !بیٹا، مجھے جو کچھ دیکھ رہا ہے اسی لحاظ سے کہہ رہی ہوں۔میں خود بیٹیوں کی ماں اللہ پاک ہر بیٹی کی عزت محفوظ رکھے۔میں دادی ہوں حنا کی کوئی دشمن نہیں بھلا چاہتی ہوں اسی لیے تمھیں آگاہ کر رہی تھی تم تو برا ہی مان گئیں۔

مہناز بیگم شدید طیش کے عالم میں بولیں تھیں۔

امی میں اپکو غلط نہیں کہہ رہی بس مجھے اتنا پتہ ہے کہ

زمانہ کیسا بھی ہو میری بیٹی ایسی نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔

طائشہ بیگم کا لب ولہجہ تفخر بھرا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ہم تیرے بن

اب جی

نہیں سکتے

تیرے بنا کیا

وجود میرا

تجھ سے

جدا اگر ہو جائینگے

تو خود سے

ہی ہو جائینگے

خفا

کیوں کہ تم ہی ہو

اب تم ہی ہو

ذندگی اب تم ہی ہو

حنا کو واٹس ایپ پر اشعر کی ریکارڈنگ موصول ہوئیں تھیں حنا بار بار ریکارڈنگ سن رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔

رات کے تین بج چکے تھے

طائشہ بیگم کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔

مہناز بیگم کی باتیں دماغ میں گردش کر رہی تھیں۔

وہ چپ چاپ دبے پاؤں حنا کے کمرے کے باہر کھڑی تھی۔ آہستگی سے دروازہ کھولا۔ اندر کا نظارہ انھیں لرزہ گیا

دروازے کی دہلیز پر طائشہ بیگم کھڑی یہ منظر دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئیں تھیں۔

یا اللہ !امی صحیح کہہ رہی تھی میں۔۔ کیسے انھیں جھٹلا رہی تھی۔

طائشہ بیگم کا سر چکرا رہا تھا۔

طائشہ بیگم مختلف سوچوں میں گھیری اپنے کمرے میں پلیٹ آئیں تھیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حنا!روکو تم اکیلی نہیں جاوگی۔ شرجیل کو آنے دو۔وہ تمھیں یونیورسٹی سے پک اینڈ ڈراپ کرے گا،

حنا بعجلت ناشتہ کر رہی تھی۔

طائشہ بیگم نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

ارے منما! شرجیل کو کیونکر پریشان کرنا می خود چلی جاتی ہوں آجاتی ہوں۔

حنا مسکرا کر بولی تھی۔

ارے بیٹا! وقت برا خراب ہے۔اکیلی نہیں جایا کرو وو سامنے والوں کی عروبہ چھ دن سے لاپتہ ہے۔اتنے بچے اور خواتین اغواء ہو رہے ہیں۔عروبہ کی ماں بیچاری ہر وقت روتی رہتی ہے پورا گھر پریشان ہے ابھی تک عروبہ کا پتہ نہیں چلا۔۔۔

مہناز بیگم دھیرے دھیرے کہہ رہی تھی۔

امی !اغواء کا تو نام بدنام کرنے کا موقع ملا ہوا ہے جس نے جو کرنا ہے وہ کر رہا ہے۔ک ٕا پتہ اغواء نہ ہوئ ہو خود ہی اپنے کسی عاشق کے ساتھ فرار ہوگئ ہو۔۔۔ ہمیں کیا پتہ اصل کہانی کیا ہے۔

طائشہ بیگم نخوت سے بولی تھیں۔

ہین۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ طائشہ کو کیا ہوا۔۔۔۔

مہناز بیگم من ہی من بدلے لب ولہجہ پر حیران تھی۔

امی !حنا ماشاالله شادی کے قابل ہوگئ ہے۔بس جو رشتے آے ہوے ہیں ان میں سے ہی کو اک فائنل

کر دیں تم دو تنہا عورتیں اک جوان لڑکی کو مزید نہیں سنبھال سکتے۔۔۔۔۔۔۔

حنا کے باپ احمد حسین کو بیرین ہیمرج تھا اس بیماری کی وجہ سے ان کا ساتھ اپنی فیملی کے ساتھ بہت مختصر رہا، مہناز بیگم۔طائشہ بیگم گھر کو بہت اچھی طرح سے سنبھالے ہوئی تھی۔

طائشہ بیگم اور صاعقہ بیگم آپس میں بہت۔بہت۔بہت اچھی دوستیں تھیں۔

شر جیل حنا کا پڑوسی تھا۔جسکے گھر حنا کا بچپن سی ہی آنا جانا تھا، شر جیل کی ماں صاعقہ بیگم حنا کو اپنی بہو بنانا چاہتی تھی بہت چاہتی اور پسند کرتیں تھیں

اونچا لمبا قد،سرخ وسفید رنگت۔ گھونگریلے بال۔بھولی سیدھی سادی سی حنا صاعقہ بیگم کو بے حد پسند تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اشعر! ہمارا ملنا ممکن نہیں اب منما نے پابندی لگا دی ہے کہ مجھے پک اینڈ ڈراپ شر جیل کیا کرے گا۔۔۔

حنا نے مختصر مسیج اشعر کو کیا تھا۔

اشعر اور حنا کی ملاقات یونیورسٹی کے باہر ہوئ تھی۔اور دو ماہ کے مسلسل اظہار محبت کی وجہ سے حنا نے نظر انداز کرنا چھوڑ دیا تھا۔اشعر امیر ماں باپ کا لادلا اکلوتا بیٹا تھا جس کی زندگی میں نئ لڑکی اور نئ گاڑی عام بات تھی،اشعر لڑکیوں سے دوستی کرتا گاڑی میں گھماتا،پھرتا،شاپنگ کرنا ،دو،چار، مہینوں کی محبت لٹا کر لڑکیوں کی عصمت سے کھیل کر انھیں چھوڑ دیتا،اب اسکی نظر میں حنا اسحاق خان تھی،،،،،

حنا تمام تر حقیقت سے بے خبر اشعر کو دل کی گہرائیوں سے چاہنے لگی تھی۔

اشعر اور حنا کی ملاقات نہ ہو پا رہی تھی۔ نہ ہی طائشہ بیگم موبائل فون استعمال کرنے دے رہی تھی۔

حنا بہت پریشان تھی اسکا دل کہیں نہیں لگتا۔ اشعر کی یادوں میں کھوئی رہتی۔

پھر اچانک ہی شرجیل کا پرپوزل لیے صاعقہ بیگم حاضر تھیں۔

حنا کو جب پتہ چلا تو بے چین ہو گئ۔

نہیں میں ایسا نہیں ہونے دونگی

مجھے اشعر سے محبت ہے۔

اپنی محبت سے دستبرداری مجھے ہرگز گوارا ہی میں منما اور داری سے اس سلسلے میں بات کرونگی۔

میری زندگی کا اہم ترین فیصلہ جس میں میری رضا اور خوشی شامل نہیں۔

طائشہ بیگم کی بڑھتی ہوئی پابندیوں سے وہ گھبرا ای ہوئ تھی۔

اس پر مستزادیہ رشتہ آنا،

حنا کو پتہ تھا یہ رشتہ منما کبھی انکار نہ کرینگی۔ شرجیل ان کے پسندیدہ لوگوں میں سے اک تھا۔

اور آج بلا آخر ماں اور دادی کو سچائی سے آگاہ کرنا مناسب سمجھا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

منما! آپ سے کچھ کہنا ہے۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد مہناز بیگم طائشہ بیگم سورہ الملک کی تلاوت کر کے فارغ ہی ہوئیں تھیں

حنا محو انتظار تھی۔ انھیں قرآن مجید رکھتے ہوئے دیکھ کر بے قراری سے بولی تھی۔

ہاں بیٹا! بولو کیا بات ہے۔؟

مہناز بیگم شفقت بھرے انداز میں بولی تھیں۔

وہ۔۔۔۔۔۔۔

میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔

منما۔۔۔۔۔۔۔۔

میں۔۔۔۔۔۔۔

حنا بے ربط انداز میں بولی تھی۔

بیٹا! جو کہنا ہے آرام سے یہاں بیٹھو اور کہو۔۔۔۔۔۔۔

طائشہ بیگم اسے شانوں سے تھام کر

دروازے کی دہلیز سے بیڈ پر لے آئیں تھیں۔

ہاں بیٹا! اب بولو۔۔۔۔۔۔

مہناز بیگم آہستگی سے بولیں تھیں۔

منما! میں شرجیل سے شادی نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حنا ہچکچاتے ہوئے کہہ تھی۔

کیوں بیٹا! کیا برائی ہے شرجیل دیکھا بھلا اچھا نیک شریف سلجھا ہوا سمجھدار لڑکا ہے۔

طائشہ بیگم نے شرجیل کی صفات گنوائیں تھیں۔ جو کہ بلاشبہ اس میں موجود تھیں۔

منما! شرجیل میں کوئی برائی نہیں۔۔۔۔۔۔

حنا الجھن میں تھی کسطرح دل کی بات کہے۔

منما! میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں۔

حنا نے ڈرتے ڈرتے بلا آخر کہہ ہی دیا تھا۔

ہائے اللہ! جس کا خدشہ تھا وہی ہوا۔

طائشہ بیگم بے ساختہ کہہ اٹھی تھیں۔

مہناز بیگم مارے صدمے کے گنگ رہ گئیں۔

اے لڑکی! تیری یہ تربیت کی ہے ہم نے۔۔۔۔۔۔

مہناز بیگم نے جارحانہ انداز میں کہا

طائشہ بیگم اسکی جانب دیکھ رہیں تھیں۔

۔۔۔کون ہے وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟

نجانے کتنے پل خاموشی کی نظر ہوگ ہے تھے۔بہت دیر بعد طائشہ بیگم روکھے پھیکے انداز میں بولی تھیں۔

منما! وہ مجھے یونیورسٹی کے باہر ملا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حنا نے دھیرے دھیرے تمام داستان محبت کہہ ڈالی تھی۔

ابھی فون کرو واسے۔۔۔۔۔۔

کہو نکاح خواں کو لے آئے اور تم کو لے جائے یہاں سے۔۔۔۔۔۔۔

طائشہ بیگم کا دماغ الجھ چکا تھا۔

سپاٹ دار لہجہ تھا۔

نگاہوں میں بھی اجنبیت تھی۔

منما!یہ۔۔۔۔آپ کیا کہہ رہی ہیں۔۔۔۔۔؟

حنا کو ماں کے انداز واطوار سے دھچکا لگا تھا۔وہ تو دادی اور منما کی لاڈلی تھی اسکی بچپن سے ہی ہر بات پوری ہوتی آئی تھی۔۔۔۔

اسے قطعی علم نہ تھا کہ اسکی محبت کو یوں نظر انداز کیا جائیگا۔

حنا کا دل دکھ سے بھر گیا تھا۔

کیوں جب عشق اور عاشقی کے مراحل مکمل کر ہی لیے ہیں تو شادی بھی کر لو،ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔

مہناز بیگم تلخی سے کہہ رہی تھی۔

دیر نہ کرو وفون کرو و،،،،،،،،،

مہناز بیگم بیگانوں کی طرح ری ایکٹ کر رہی تھیں۔

منما! آپ اس طرح بے اعتنائی نہ برتیں۔ میں مر جاؤں گی۔

حنارودی تھی۔

حنا! تم نے جو حرکت کی ہے۔۔۔۔۔۔ ہم تو شرم سے ہی مر جائے گے۔ ہمارے خاندان میں کسی نے اسطرح محبت نہیں کی۔۔۔نہ ہی اپنی محبت کی وکالت کی۔۔۔۔۔۔۔۔

مہناز بیگم غیض وغضب میں بھری تھی۔

منما! زمانہ بہت بدل چکا ہے، آجکل محبت کی شادی عام بات ہے۔ اور ہمارے دین مذہب اسلام میں بھی پسند کی شادی سے ممانعت نہیں۔

حنانے جرح کیا تھا۔

واہ بہت خوب۔ اپنے نجی معاملات زندگی میں سہولت آسانی کے لیے تو مذہبی باتیں یاد آجاتین ہیں۔ عام معاملات زندگی میں پنجگانہ نماز کی ادائیگی کا ہوش نہیں ہوتا۔

مہناز بیگم غصے سے چلائیں تھیں۔

امی آپ کیوں اس بے غیرت سے بات کررہی ہیں۔

بلائے اپنے محبوب کو اور جائے یہاں سے۔ اسے زرا برابر شرم وحیا ہوتی تو یوں نہ محرم سے تعلقات استوار نہ کرتی۔ نہ ہی یہاں کھڑی اپنے محبوب کی وکالت کے لیے ہماری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دوبدو سوال اور جواب کررہی ہوتی۔ زرا جو شرم ہو۔۔۔۔

طائشہ بیگم نے بری طرح لتاڑا تھا۔

اے نادان سی لڑکی

یہ تونے کیا کردیا

تونے شرمندہ ہی کردیا

اک خوشی کی خاطر

سر سب کا جھکا دیا

محبت کی نام پر

عزت کو گرا دیا

کسی کے آگے

پیچھے پھیرنے

سے کچھ بھی نہیں ہوتا

جو محبت کرتا ہے وہ

عزت رسوا نہیں کرتا

محبت تو گھوم پھیر

کر واپس آ ہی جاتی ہے۔

زندگی مہکا ہی جاتی ہے

محبت تو مہک ہے

جو معطر کر ہی دیتی ہے۔

عزت کو تو بڑا ہی گھمنڈ ہے

یہ جس گھر سے نکل جائے

وہاں کے لوگ مشکوک ہو جاتے ہیں

کبھی عزت کو نہ جانے دو

روک لو اسے منا لو اسے

اسکے بن گزارہ نہیں ہوتا

گر عزت چلی جائے

تو صدیوں میں نہیں آتی

اک لڑکی کی خطا پر

ماں تمام عمر سر نہیں اٹھاتی

۔السلام علیکم اشعر کیسے ہو۔۔۔۔؟

حنانے اشعر کو کال کی تھی۔

نظریں جھکی ہوئی تھی۔

موبائل فون کا اسپیکر ان تھا۔

مہناز بیگم طائشہ بیگم خاموشی سے بیٹھی ہوئی تھی۔

ہمم!جان من میں تم بھی ٹھیک نہیں پورے پچیس دن ہو گے نہ ملاقات ہوئی نہ آوٹنگ نہ شاپنگ۔ یار کچھ سیٹنگ بناوونہ۔ شرف ملاقات بخشو جاناں۔

اشعر اپنے مخصوص چاہت بھرے انداز میں محو گفتگو تھا۔

اشعر !اک ضروری بات کرنی ہے۔

حنانے درمیان میں ہی اشعر کو روک دیا تھامنما دادی کے سامنے اسطرح گفتگو جھرجھری آرہی تھی۔

جان!اک نہیں سو کہو۔۔۔۔۔۔

اشعر ادائے دلربائی سے مسکایا تھا۔

ہم کب شادی کر رہے ہیں۔۔۔۔؟

حنانے سنجیدگی سے پوچھاتھا۔

ہین۔۔۔۔۔کک۔۔۔۔۔۔کیا۔۔۔۔۔۔

اشعر ہکلایا تھا۔

اشعر میں مزاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔۔۔۔۔

حنا سختی سے بولی تھی۔

حنا! میں نے کب کہا کہ ہم شادی کرنیگے۔۔۔۔۔۔۔۔

اشعر سنجیدگی سے پوچھنے لگا تھا۔

کیا نہیں لیکن ہم اک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔میرے گھر والے میری شادی جلد از جلد کرناچاہتے ہیں۔

آئے دن میرے رشتے آرہے ہیں۔میرے رشتے آرہے ہیں۔

حنااسے باآور کررہی تھی۔

حنا!ہم دوست تھے ہیں اور رہینگے۔

جہاں گھر والے شادی کررہے ہیں کرلو

مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

اشعر لاپروائی سے بولا تھا۔

اشعر!یہ کیا کہہ رہے ہو۔محبت تم سے اور شادی کسی اور سے۔۔۔

حناکواشعر کی بات سے صدمہ ہوا تھا۔

اوہ۔۔۔پلیز۔۔۔۔رونادھونانہ مچانا۔۔۔۔

یہ تم لڑکیوں کاازلی ڈرامہ ہے۔

اب تک چالیس لڑکیوں سے دوستی رہ چکی ہے۔سب اک جیسی ہو۔

تمھیں تومیں نے چھوا بھی نہیں۔

وقت گزاری کو محبت کانام نہ دو۔

تم نے میں نے ہم دونوں نے اپناوقت محبت کے نام پر رنگین گزارہ ہے۔

ہماری ملاقاتوں میں باتوں میں کبھی بھی شادی کا موضوع نہ آیا۔

آج یکدم ہی تمھیں کیسے خیال آگیا۔۔۔۔۔

اشعر نخوت سے کہہ رہاتھا۔

حنارورہی تھی۔

حنا!پریشان نہ ہو شادی کرلو ہم دوست ہیں۔ہم پھر ملیں گے۔

اپنی تشنہ خواہشات کی تکمیل کی خاطر۔ تم شادی شدہ ہو گی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا،

اشعر کمینگی سے کہہ رہا تھا۔

شٹ اپ۔۔۔۔۔۔ کمینے۔ ذلیل۔ دنیا کے گھٹیا ترین شخص۔۔۔۔۔۔افسوس ہیکہ تجھ جیسے تھرڈ کلاس انسان کے لیے میں نے اپنی پیاری منما اور دادی امی کے مان اعتبار اعتماد کو ٹھیس پہنچائی۔۔۔۔۔۔ میں ہی غلط تھی غلط راہوں پر غلط انسان کا ہاتھ تھام غلط راستوں پر سفر کر رہی تھی۔

حنا ہذیانی سی ہو گئ تھی۔ موبائل فون دیوار پر مارا تھا۔

اور ماں کے گلے لگ کر رو پڑی تھی۔

ماں نے محبت سے بیٹی کو خود میں سمویا تھا۔

بیٹیاں اتنی معصوم ہوتی ہیں کہ جعلساز لوگوں کی چکنی چپڑی دوغلی فریبی باتوں میں آکر اپنے سگے رشتوں کو دھوکہ دے دیتی ہیں۔

بیٹیوں کے نخرے صرف اور صرف ماں باپ اٹھاتے ہیں دنیا والے تو بس انگلی اٹھاتے ہیں

مہناز بیگم دکھ اور تاسف سے سوچ رہی تھیں۔۔۔۔۔۔

ختم شد۔۔۔۔۔۔

داستان دل کے گروپ کے بیسٹ ممبر کا رزلٹ

اس ماہ کے بیسٹ ممبر فاخرہ زیب ہیں۔۔۔ ہماری ٹیم کی طرف سے بہت بہت مبارک ہو۔ آپکو بھی جلد ایوارڈ سینڈ کر دیا جائے گا اور دسمبر کے شمارے میں انٹرویو کے لیے تیار ہو جائیں شکریہ

03225494228

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

تحریر۔ شمع حفیظ

ننھی سی خواہش
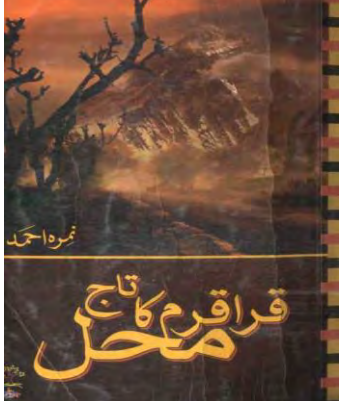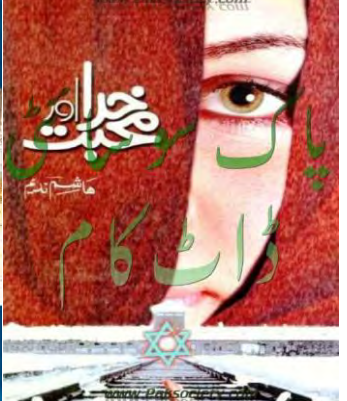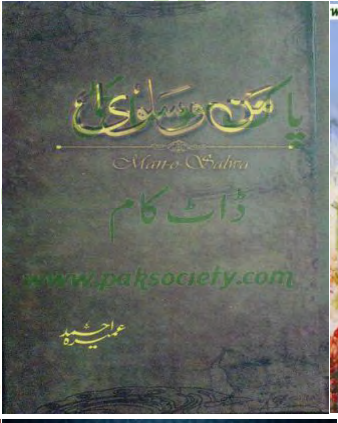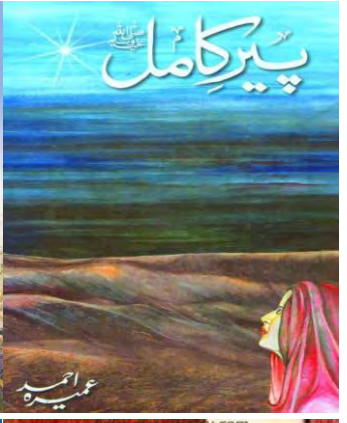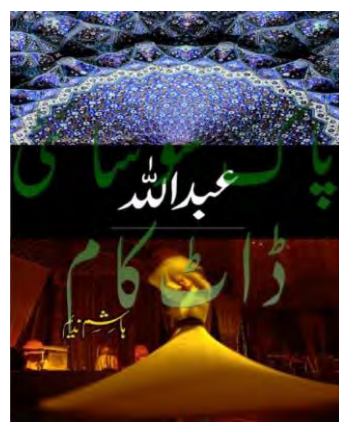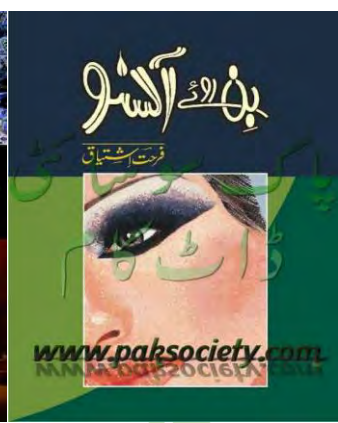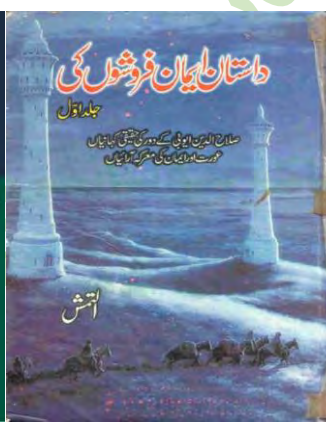
سڑک پر اک ہجوم تھا جو بچے کو گھیرے ہوئے تھا، بوسیدہ پیوند لگے کپڑوں میں ملبوس سہما ہوا بچہ مٹھی بھینچے اپنے ہاتھ کو کمر کے پیچھے چھپائے کھڑا تھا۔خوانچہ والا شور مچا رہا تھا کہ اس کمسن لڑکے نے ریڑھی پر پڑی صندوقچی سے پیسے چرائے ہیں۔۔۔۔بچے کے اشک اس کے میلے چہرے پر آڑھی ٹیڑھی لکیروں کی صورت بہہ رہے تھے وہ بے قرار سا تھا اور شاید بے حال بھی۔۔۔

بچے کے خوف و گھبراہٹ کو محسوس کر کے ہجوم سے ایک آدمی آگے بڑھ آیا اور شفقت سے سر تھپکتے ہوئے بولا

تم نے پیسے کیوں چرائے ہیں بیٹا۔۔۔؟

میں نے پیسے نہیں چرائے۔۔۔۔ بچے نے سسکی بھرتے ہوئے سر جھکا لیا تھا۔

اگر پیسے نہیں چرائے تو پھر کیا ہے تمہاری مٹھی میں ۔۔۔؟ آدمی نے دھیرے سے اس کا ہاتھ اپنے

ہاتھوں میں لے کر پوچھا تو بچے کا دل کچھ اور بھر آیا بھیگی پلکیں اٹھا کر ایک نظر اسے دیکھا پھر رندھی آواز سے بولا

آپ مجھے ماریں گے تو نہیں۔۔۔؟

تم سچ بولو گے تو بالکل نہیں ماروں گا۔۔۔ بولو، کیا ہے تمہارے ہاتھ میں؟

بچے نے آہستگی سے کمر کے پیچھے سے ہاتھ نکالا اور ندامت سے بند مٹھی کھول دی۔۔۔۔ دو چرمرائے سے غبارے

اس کی ہتھیلی پر دھرے تھے، وہ بولا تو اس کی گلوگیر آواز پورا مجمع سن رہا تھا

آسمان پر اڑتے غباروں کے ساتھ میں بھی اڑنا چاہتا ہوں صاحب۔۔۔۔ میں بھی کھیلنا چاہتا ہوں لیکن ۔۔۔لیکن ابا کے پاس

غباروں کے لیے پیسے نہیں ہیں۔۔۔

مجمع اب ساکت تھا۔۔۔ ہر ایک کو ایسا لگا جیسے جان نکل گئی ہو۔۔۔

-------------'

داستان دل کے گروپ میں بیسٹ سٹوری کا سلسلہ شروع ہوا ہے آپ کو اس ماہ کی کونسی سٹوری بیسٹ لگی ہمارے گروپ میں آپنا ووٹ لازمی دیں اکتوبر کی بیسٹ سٹوری فاطمہ عبد الخاق کی کے قرار پائی ہے ہماری ٹیم کی طرف سے ان کو بہت بہت مبارک ہو بہت جلد آپکو ایوارڈ سینڈ کر دیا جائے گا

افسانہ مسافت آسیہ شاہین

وہ گلدان میں رکھے پھولوں کو جھاڑ رہی تھی۔ ساتھ
نور جہاں کا گانا گنگنا رہی تھی

"۔ شمع اک رات میں جل
جاتی ہے لیکن مجھ کو
عمر بھر کے لیے چپ چاپ
پگھلنا ہو گا"

۔۔اس کے ساتھ ہی اس کے کام کرتے

ہاتھ ڈھیلے پڑھ گئے۔اور اس کی خوبصورت جھیل جیسی بھوری آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔گزرے پل پھر سے اسے یاد آنے لگے۔وہ پاس رکھے ڈائنگ ٹیبل کی کرسی پر ڈھے سی گئ۔۔کیسے ایک پل میں ریت کی طرح ساری خوشیاں ہاتھ سے پھسل گئ تھیں۔اور ہاتھ کسی ہارے ہوے جواری کی مانند خالی بلکل خالی رہ گئے تھے۔اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکا اور ہاتھ میں پکڑے گلدان کے مخملی پھولوں میں جذب ہو گیا تھا۔اس کے وجدان میں موجود آج بھی وہ چیخ و پکار اسے آکر زچ کرتی تھی۔وہ خالی آنکھوں سے سرخ گلابوں کو دیکھنے لگی۔اسے وہ وقت یاد آنے لگاجب وہ اس کے دیبے پھول اور کبھی تازہ

پھولوں کے گجرے لایا کرتا تھا۔کیوں کہ اسے تازہ پھولوں کی مہک بہت پسند تھی۔

زاریہ کہاں ہو۔۔۔؟بیگم صاحبہ کی آواز نے اسے چونکا دیا اوروہ اپنے خیالوں سے نکل کربھا گی۔"جی بیگم صاحبہ..."۔"کیا کر رہی ہو؟؛تم کو کب سے صفائ کا کہا ہوا ہے؛ابھی تک سارا کام ویسے کا ویسا دھرا ہے ۔؟۔"جی میں کر رہی ہوں؛۔بس تھوڑا سا کام باقی ہے" "اچھا جلدی سے کام ختم کرو؛ پھر دن کے لیے کھا نا بناؤ۔کچھ مہمان بھی آنے ہیں آج لنچ پر ؛اچھا سا کھانا بنانا" "جی بہتر ..."وہ سر جھکائے حکم سن رہی تھی۔وہ جو ہر وقت سجی سنوری رہتی تھی۔ناک پہ مکھی نہ بیٹھنے دیتی تھی۔کسی کا جوٹھا نہ کھاتی تھی۔کسی کی اترن نہ پہنتی ۔ملکہ تھی اپنے گھر کی۔مگر بادشاہ کے جاتے ہی ملکہ اپنی موت آپ مر گئ۔کسی کی نظر لگ گئ یابدعا۔یا کوئ آزمائش۔غریبوں سے نفرت کرنے والی آج خود کچی بستی کے ایک بوسیدا گھر میں پڑی تھی۔شائد اور کچھ نہیں یہ اس کے غرور کی سزا تھی۔ہاں شائد سزاہی۔"سنو زاریہ کل کا کھاناکافی بچا پڑاہے وہ گھرلے جاناب

""۔جی اچھا" زاریہ بس اتنا ہی کہ سکی۔اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ابھی یہ سب نیا نیا تھا تب اسے عجیب لگ رہا تھا۔شائد کچھ عرصے بعد اسے عادت ہو جائے۔وہ جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگی اس کے بچے گھر اکیلے تھے۔زاریہ کے دو بچے تھے۔ایک بیٹا طلال اور بیٹی ہانیہ۔دونوں بہت پیارے تھے طلال 5th میں اور ہانیہ 3rd میں تھی۔"چلو ہاتھ دھو کہ آؤ کھانا کھالو "زاریہ کچن سے کھانا گرم کر کہ ٹرے میں رکھتے ہوئے بولی".کیا بنا ہے امی طلال نے ہاتھ دھوتے پوچھا.....؟"۔جس پر زاریہ تھوڑی جذبذ ہوئی۔اور غصے سے بولی جو بھی ہے آ کہ کھالو۔یہ مسور کی دال مجھے نہیں کھانی ہانیہ ضد کرنے لگی اور دستر خوان سے اٹھ بھاگی۔روز یہی دال۔۔؟جبکہ طلال نہ چاہتے ہوئے بھی کھا رہا تھا۔کیونکہ وہ ماں کی بے بسی سمجھتا تھازاریہ کو وہ وقت اچھی طرح یاد تھا جب وہ ہر روز سلمان کی پسند کا کھانا بناتی تھی۔تب بچے بھی کتنے شوق سے کھانا کھاتے تھے۔اس کی شادی تقریباًدس سال پہلے سلمان سے ہوئی تھی۔سلمان بہت خوبصورت اور وجیح انسان تھا۔شادی خاندان والوں کی مرضی سے ہوئی تھی۔ دونوں بہت خوش تھے۔شادی کے بعد سلمان کی قسمت نے مزید پلٹی ماری۔اور وہ پیسے میں کھیلنے لگا۔وہ سب بہت خوشحال زندگی گزار رہے تھے۔وقتاً فوقتاً اللہ نے ان کو اولاد کی نعمت سے بھی نوازا۔زاریہ نے اپنے بچوں کو مہنگے سکول میں داخل کروایہ۔زاریہ جب گاؤں جاتی ۔تو بہت سج دھج کہ زیورات سے لدی پدی جاتی۔ہر دفعہ نئے فیشن کے کپڑے بنواتی۔سرخ رنگ کی چمچماتی گاڑی سے جب وہ نکلتی تو سب لڑکیاں اس کی قسمت پر رشک کرتی تھیں۔اور ان پر زاریہ اپنی برتری کا رعب جماتی۔وہ جب بھی گاؤں آتی گاؤں میں سب ہی گھروں میں اس کی دعوت شروع ہو جاتی۔آج بھی ان کے ایک دور کے رشتہ دار کے گھر

دعوت تھی" گاؤن پہننے کے بجائے ہاتھ پہ ہی رکھ لوں گی، سب کچھ تو چھپ جائے گا۔ ' وہ اپنی چچازاد سے مخاطب تھی۔"کیا وہاں سے ہی واپس گھر جانا ہے آپ نے۔۔؟"ہاں جانا ہے۔"اس کو گاؤں آنا بلکل بھی پسند نہ تھا۔وہ تیار ہو رہی تھی اور ساتھ ساتھ بڑبڑا رہی تھی "میرا تو بلکل جی نہیں چاہتا۔یہاں آنے کا۔اتنی گندگی اور غلاظت میں دم گھٹتا ہے میرا"۔اس کی کزن جو اسے تیار کر رہی تھی۔وہ اسے ٹوک بھی نہ سکی کیونکہ وہ کم ہی کسی کا لحاظ کرتی تھی۔جاتے ہوئے اکثر اپنے لائے کپڑے ادھر ہی پھینک جاتی جس پر اس کی چچا کی بیٹیاں چھینا جھپٹی کرتیں۔زاریہ تیار ہو کر گھر سے نکلی گلی سے گزرتے ہاتھ میں پکڑا اس کا گاؤن ایک جھاڑی میں الجھ سا گیا اس نے غصے میں گاؤن وہیں پھینکا اور آگے بڑھ گئی۔میزبان اس کے آگے پیچھے جا رہے تھے مگر اسے پرواہ نہیں تھی۔اس نے بادل نخواستا کھانا کھایا۔اور چل دی۔چلتے چلتے اس نے کافی سارے پیسے ان کے بچے کو تھما دیے۔"اماں ابا کی وجہ سے آنا پڑتا ہے یہاں ورنہ میں تو تھوکوں بھی نہ"۔وہ نفرت سے ادھر ادھر دیکھ کر سو

سوچ رہی تھی"۔اس نے سامنے سے چاچا کو آتے دیکھا تو مجبوراً رکنا پڑا۔سلام دعا کے بعد چاچا نے اسے اپنے گھر آنے کا کہا۔مگر چاچا کے گھر کا سوچ کر ہی اسے جھرجھری سی آ گئی۔انہوں نے کافی مال مویشی رکھے ہوئے تھے۔اور اتنی بدبو میں کون جائے۔"نہیں چاچا مجھے اب نکلنا ہے کافی لیٹ ہو گئی شام ہونے کو ہے۔پھر کبھی سہی"۔اچھا پتر سہی ہے جیسے تمہاری مرضی، اچھا ایک بات کہوں گا تم کو برا نہ منانا۔" "جی چاچا کہیں"وہ جلدی جان چھڑانا چاہتی تھی۔مگر چاچا تو جان ہی نہیں چھوڑ رہا تھا۔"بیٹی تو یہ سونا چاندی اتنا زیادہ پہن کر گاؤں نہ آیا کر گاؤں کی غریب بچیوں کا دل برا ہوتا ہے۔" چاچا میں کیا گاؤں کی بچیوں کے ڈر سے سجنا سنورنا چھوڑ

دوں کوئی جلتا ہے تو جلے میری بلا سے"۔اس نے چاچا کو بھی کھری کھری سنا دی تھیں۔زاریہ چاچا کو اللہ حافظ کہتی اپنی گاڑی کی طرف بڑھی۔شیفون کا گھرانیلا فراق جس کے نیچے سے گولڈن کلر بہت نفاست سے باہر نکل کر ایک کونے تک جارہا تھا۔گلے کے ایک سائیڈ پر نہایت نفاست سے سرخ رنگ کی ایمبرائڈری اور سرخ دوپٹے کے ساتھ میچنگ فل ہیل اور گولڈ کی جیولری میں وہ کہیں سے بھی اس گاؤں کی نہ لگ رہی تھی۔اپنی شاندار گاڑی میں بیٹھتے اس نے ایک طائرانہ نظر گاؤں کی منڈیروں پر کھڑی حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتی لڑکیوں پر ڈالی۔اور طنزً مسکرائی جیسے کوئی دنیا فتح کر کہ آئی ہو کالا چشمہ آنکھوں پہ جمایا۔اور ڈرائیور جو کہ کار کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔اس نے ایک جھپاکے سے دروازہ لاک کیا۔اور چھلانگ مار کہ گاڑی میں جابیٹھا۔اور گاڑی چل دی۔

بچپن سے مادی اشیا کو خود سے مادی اشیا کو خود پر سوار رکھنے والی نادان لڑکی یہ نہ جانتی تھی کہ غریب یہ لوگ نہیں بلکہ اس کی اپنی سوچ تھی۔جو چند روپے آ جانے پر اسے اپنے اصل سے دور کر رہی تھی۔اور اسے گھمنڈ و غرور کے اندھے کنویں میں دھکیل رہی تھی۔مگر وہ بے خبر تھی۔"زاریہ کتنی امیر ہے نہ" مریم جو کہ زاریہ کی چچا زاد تھی اس کے جاتے ہی بولی۔اس کے ساتھ ہی ابا گھر میں داخل ہوتے ہوئے بولے "بیٹا انسان پیسے سے امیر یا غریب نہیں ہوتا" ۔انسان کا دل امیر یا غریب ہوتا ہے۔'ہمیں یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ اس کے پاس کیا ہےبلکہ یہ دیکھو کہ وہ کیا ہے۔"مگر ابا پیسہ بھی تو ضروری ہوتا ہےزندگی میں" "۔ہاں پیسہ بھی ضروری ہے' مگر پیسہ پا لینے کے بعد انسان کو اپنی جڑیں نہیں چھوڑنی چاہیں' بیٹی ایک بات یاد رکھنا جو شاخ اپنی جڑیں چھوڑ دیتی ہے وہ سوکھ جاتی ہے۔"جی ابا آپ نے

ٹھیک کہا" اماں بھی پاس تھیں۔ وہ بھی بول پڑیں" آج کل بیٹیوں کو تعلیم تو اعلی سے اعلی دلوا دی جاتی ہے مگر ان کی تربیت نہیں کی جاتی، ہمارے زمانے میں تو مائیں بیٹی میں چن چن کہ گن ڈالتی تھیں" "اللہ بخشے میری اماں کہتی تھیں، عورت اگر سلجھی ہوئ، نیک، اور معاملہ فہم ہو گی تو وہ اپنے گھر کو جنت بنا دے گی" "اور اگر معاملہ اس کے بر عکس ہوا تو پھر نتائج بہت برے ہوتے ہیں "کچھ ہی عرصے میں زاریہ کے والدین کا سایہ اس کے سر سے اٹھ گیا تھا۔اب تو اس نے گاؤں آنا بلکل ترک کر دیا تھا۔ اکثر چچابشیر جب

رجب شہر جاتا تو وہ اسے باہر سے ہی بھگا دیتی۔ وہ اپنے کسی بھی رشتہ دار کو دیکھنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ اب تو چاچانے بھی آنا جانا ترک کر دیا تھا۔ ایک دن زاریہ کراچی کے بہت بڑے شاپنگ مال سے خریداری کر رہی تھی۔ کہ اس کا فون بجنے لگا۔ مگر اس نے توجہ نہ دی اور شاپنگ میں مصروف رہی۔ شاپنگ کرتے کرتے اسے بہت وقت لگ چکا تھا۔ خوشی خوشی وہ گھر لوٹی۔ دروازے پر پولیس دیکھ کر وہ ٹھٹھک گئ۔ خالی ذہن کے ساتھ جب اندر داخل ہوئ۔ تو سفید چادر میں لپٹی لاش سامنے رکھی تھی۔ آگے بڑھی تو پولیس نے اسے راستہ دیا۔ چادر ہٹاتے ہی وہ چیخ پڑی۔ "نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتے۔ سلمان ...سلمان اٹھو سلمان۔۔۔" سلمان اب اس دنیا سے جا چکا تھا وہ بھی آئے روز ہونے والی ٹارگٹ کلنگ کا شکار ہو چکا تھا۔ وہ اس دنیا میں معصوم بچوں کے ساتھ تنہا رہ گئ تھی. وہ ہمیشہ سوچتی تھی "ہر انسان صرف اپنے لیے اہم ہے"۔ اور اسی لیے اس کو بھی اپنی ذات سے مطلب تھا۔ اس دنیا کے باقی لوگ اس کے لیے کوئ اہمیت نہ رکھتے تھے۔ اس نے اپنے بگڑے تیور دکھا دکھا کہ لوگوں کو خود سے دور کیا تھا۔ اب اس موڑ پہ اسے اندازہ ہوا تھا کہ انسان کے لیے انسان کی کیا

اہمیت ہے۔۔ آج سلمان کو گزرے تیسرا دن تھا اور وہ دنیا کی اس بھیڑ میں اکیلی کھڑی تھی۔اس کا مان اور غرور اسے کوئی فائدہ نہ دے پایا تھا۔۔صوئم کے بعد کمپنی سے کچھ لوگ آئے اور اسے ایک ماہ تک گھر خالی کرنے کا کہ گئے۔اور اسے کچھ رقم دے گئے۔وہ بس آٹھویں جماعت تک پڑھی تھی۔اسے حساب کتاب کہاں آتا تھا۔وہ گھر سے نکلتے دھاڑیں مار کہ رو رہی تھی۔کس کے در پہ جائے کس سے مدد مانگے....؟ ۔وہ زندگی کے کڑے امتحان میں سے پاسنگ مارکس بھی نہ لے پائی تھی۔اور برے نتائج اس کا منہ چڑا رہے تھے۔۔اب اس کا زوال اسے چیخ چیخ کر پکار رہا تھا۔اور وہ بے بس سی ایک کچی بستی میں کرائے کے گھر کی تلاش کے لیے نکلی تھی۔

داستان دل کے گروپ میں بیسٹ سٹوری کا سلسلہ شروع ہوا ہے آپ کو اس ماہ کی کونسی سٹوری بیسٹ لگی ہمارے گروپ میں آپنا ووٹ لازمی دیں اکتوبر کی بیسٹ سٹوری فاطمہ عبد الخاق کی کۓ قرار پائی ہے ہماری ٹیم کی طرف سے ان کو بہت بہت مبارک ہو بہت جلد آپکو ایوارڈ سینڈ کر دیا جائے گا

عنوان: پیشمان از: واجدہ شیخ

کاونٹر پر رکھے بلوریں جام پر نظریں گاڑے, وہ اطراف کے ماحول سے یکسر بے نیاز بیٹھا تھا. اس کے وجیہ چہرہ پر تکلیف کی کیفیت چھائ ہوئ تھی. سرد تاثر سمیٹے,غلافی آنکھیں غیر مرئ نقطہ پر جمائے وہ وہاں پھیلے شور سے لا تعلق یادوں کی دنیا میں پہنچا ہوا تھا."یادوں کی دنیا جو بڑی حسین ہوتی ہیے اور سفاک بھی".

اسکی آنکھوں کی پتلیوں میں ایک چہرہ نقش ہو گیا. معصوم سا, سرخ و سفید چہرہ,بڑی سی سیاہ آنکھیں.خوفزدہ ہرنی جیسی.

اس کے چہرہ پر پھیلی تکلیف سرد آنکھوں میں سمٹ آئی.کاونٹر پر رکھے ہاتھوں کو مٹھی بنا پیشانی تک لے آیا.وہ ضبط کی آخری حدوں کو چھو رہا تھا.وہ ان تلخ یادوں سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا.ان سے دور بھاگ جانا چاہتا تھا.مگر یادیں بھی بڑی ظالم ہوتی ہیں کتنے ہی پہرے بٹھاؤ,کتنے ہی قفلوں میں بند کروں..سارے بندھ توڑ کر حق سے چلی آتی ہیں اور زخمی دل بس روتا کرلاتا دیکھتا رہ جاتا ہیے.اور اس سے رستا لہو آنکھوں کو اشک بار کر دیتا ہیے.

اس نے تڑپ کر جام اٹھا کر حلق میں اتارا.ان تلخ یادوں سے پیچھا چھڑانے کی ایک ناکام کوشش..!

وہ جانتا تھا اس سے بہت بڑی غلطی سرزد ہوئی ہے اور حماس علی اپنی زندگی کی پہلی غلطی کو بھلا نہی پا رہا تھا.وہ کاونٹر پر سر ٹکائے بے آواز رونے لگا.وہ بھول گیا تھا کہ وہ اس وقت کہاں موجود ہیے.بس پیشمانی کا اک سمندر تھا جو حماس علی کے اندر ابل رہا تھا.

سیل فون کی دھیمی سی آواز نے اس کے یادوں کے تسلسل میں خلل ڈالا تھا.ہاتھ کی پشت سے چہرہ کو رگڑتے ہوئے اس نے فون کی روشن اسکرین کو دیکھا.اسکین پر جگمگاتے "ایشاع کالنگ" کو وہ خاموش نظروں سے تکتا رہا.شور کرتا ہوا سیل فون خاموش ہو گیا.وہ بے دلی سے وہاں سے اٹھ آیا.

وہ ابھی کسی کا سامنا نہی کرنا چاہتا تھا.اس میں اتنی ہمت نہی تھی کہ وہ اپنی غلطی خود سے جڑے رشتوں کو بتاتا.وہ بتا ہی نہی سکتا تھا.وہ ان کی بے اعتباری اور بے اعتنائی نہیں سہ سکتا تھا.وہ گزرے آٹھ دنوں سے اپنے آپ سے بظر نہیں ملا پا رہا تھا تو ان لوگوں سے

کیسے آنکھیں ملا پاتا جن کی نظروں میں حماس علی کے لیے فخر تھا,اعتبار تھا اور محبت تھی...

آدھی رات تک سڑکوں پر بے مقصد ادھر ادھر بھٹکتے ہوئے وہ آخر کو گھر کو لوٹ آیا. خالی لاؤنج میں پڑے صوفہ پر وہ سر تھامے بیٹھ گیا. علی حسین اور شاہینہ ملائشیا گیے ہوئے تھے. ورنہ اس کی روش پر ضرور کھٹکتے..

ان کے اتنے بڑے بزنس کا اکلوتا حقدار, بے پناہ وجاہت کامالک حماس علی کو کھی راتوں کو گھر سے باہر رہنے کی عادت نہی تھی. وہ اپر کلاس فیملی سے تعلق رکھنے کے باوجود اسکی ہر برائی سے دور تھا. اور اسی وجہ سے علی حسین اور شاہنہ کو اس پر فخر تھا. اور میں نے......!

اس نے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑا.

"کاش میں نے اس کی مدد نہ کی ہوتی..!". وہ پچھتاوے سے رو پڑا.

ڈائنگ ٹیبل پر رکھے ناشتہ پر ایک اکتائی ہوئی نظر ڈال کر وہ چیئر کھسا کر اٹھ گیا. ٹیبل پر دھرے سیل فون کو اٹھاتے ہوئے وہ رکا.

ممی کی کال آرہی تھی. وہ چاہتے ہوئے بھی ان کی کال کو اگنور نا کر سکا.

اسلام وعلیکم ماما..! وہ فون کان سے لگائے لاونج میں چلا آیا.

وعلیکم اسلام, کیسے ہو..؟ ممی کی شفیق آواز ائر پیس سے ابھری.

ٹھیک ہوں, آپ ریٹرن کب آرہی ہیے؟

دو تین روز میں آنے کی کوشش کرتے ہیں. وہاں سب ٹھیک ہے نا؟؟ وہ فکر مند تھی..

ہاں ممی سب ٹھیک ہے. اسکی آنکھوں میں نمی در آئی.

"حماس علی تم کتنے ہی بڑے ہو جاؤ مگر اپنی ممی سے جھوٹ بولنا کبھی نہیں سیکھ سکتے." وہ خفگی سے کہہ رہی تھی. یہ سچ تھا کہ وہ اپنی ماں سے کبھی جھوٹ نہیں بولتا تھا مگر آج وہ انھیں سچ بتانے سے قاصر تھا.

میں جھوٹ نہی کہہ رہا ممی.! وہ ضبط کرتا ہوا جبراً مسکرایا..

حماس مجھے ایشاع نے کال کر کے بتایا ہے تم پانچ چھے دنوں سے اس سے نہی ملے. اور کل سے اس کی کال بھی پک نہی کر رہے. وہ تمھارے لیے پریشان ہے حماس! اپنوں کو اس طرح پریشان نہی کیا کرتے بیٹا..!انھوں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی. اس نے خاموشی سے کال ڑسکنکٹ کر دی. اس کے پاس ان کی بات کا کوئ جواب نہی تھا.

سیل فون ہاتھ میں تھامے وہ سن سا صوفہ پر بیٹھ گیا. ممی کا مان بھرا لہجہ اس کے کانوں میں گونج رہا تھا. وہ بے دم سا صوفہ سے اتر کر فرش پر بیٹھ گیا. وہ اپنوں کو ہی تو پریشان ہی کرنا چاہتا تھا. اس کے سینے کی گھٹن ایک دم بڑھ گئ. آنسو گرم سیال بن کر اس کی آنکھوں سے بہنے لگے. اسے پھر وہ وحشت سے بھری خوفزدہ آنکھیں یاد آئ. وہ اپنی زندگی میں پہلے کبھی اس طرح نہی رویا تھا کیونکہ حماس علی نے اپنی زندگی میں پہلے کبھی ایسی غلطی نہی کی تھی. وہ ایک بار پھر یادوں کے بھنور میں پھنس گیا.

اس رات وہ آفس سے آتے ہوئے کافی لیٹ ہو گیا تھا. کاش میں پاپا کے ساتھ ہی آفس سے لوٹ آتا. اس

نے تھکلکر سر کو صوفہ کی بیک پر ٹکا دیا.اس رات کی تاریکی اس کی سنہری آنکھوں میں در آئی.

وہ آفس سے نکل کر گاڑی کو فل اسپیڈ سے بھگاتے ہوئے گھر آرہا تھا.کلای پر بندھی رسٹواچ میں ٹائم دیکھا. نو بج رہے تھے. آج ایشاع انکی طرف ڈنر کے لیے انوائٹ تھی.اس کے وجیہ چہرہ پر مسکراہٹ دوڑ گی."ایشاع طور" اسکی منگیتر تھی. انکی انڈراسٹینڈنگ اور پسندیدگی کو دیکھتے ہوئے ان کے پیرینٹس نے انھیں ایک کرنے کا فیصلہ کیا تھا. حسین سی ایشاع طور اس کی زندگی تھی.

سڑک کے کنارے کھڑے وجود پر نظر پڑتے ہی وہ اپنی سوچوں سے باہر آیا تھا.

سیاہ چادر کو اپنے گرد لپیٹے ایک ہاتھ باہر نکالے وہ گاڑی کو روکنے کا اشارہ کر رہی تھی.ناچارہ گاڑی کی اسپیڈ سلو کرتے ہوئے وہ رک گیا. بڑے سے ٹرک کے علاوہ کوئ دوسری گاڑی اسے نظر نہی آئ.

پلیز مجھے مارکیٹ تک لفٹ دے دے. مجھے ضروری میڈیسن لینی ہیے.اس نے چادر میں خود کو چھپائے کھڑکی کے پاس آکر ملتجی لہجہ میں کہا تھا..

اندر بیٹھ جائے. ! اس نے بے دلی سے کہتے ہوئے فرنٹ ڈور اوپن کیا. میڈیسن کی بات پر وہ مجبوراً اسے لفغ دینے کے لیے راضی ہوا تھا.مارکیٹ وہاں سے پانچ منٹ کی دوری پر ہی تھا.

شکریہ سر.! میں کب سے رکشہ اور ٹیکسی کا ویٹ کر رہی تھی. مجھے بابا کی میڈیسن لینے جانا تھا وہ ہارٹ پیشنٹ ہے نا. مگر نا ٹیکسی ملی نا آٹو...وہ شائد بہت باتونی تھی تھی بیٹھتے ہی ساری تفصیل بتانے لگی.

اور آپ نے بلکل فرشتہ کی طرح آکر میری مدد کی ہے. وہ مشکور لہجہ میں بولی.

اسکی معصومیت سے لبریز آواز پر حماس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا. سیاہ چادر میں لپٹا اس کا معصوم چہرہ دھمک رہا تھا. سفید رنگت معصومیت کے ساتھ مل کر ساحر ہو گئ تھی. وہ مبھوت سا اسے تکے گیا.

اس کی نظروں کی تپش محسوس کر کے اس نے حماس کو دیکھا. اس کے چہرہ پر تاریک سایہ لہرایا. چادر کو اپنے گرد سمیٹتے ہوضے وہ خوفزدہ ہو گئ تھی.

می کہتی تھی لڑکیاں چھوئ موئ کی طرح ہوتی ہے صرف تیز اور گرد آلود نظروں سے مرجھا جانے والی.

وہ بھی بالکل چھوئ موئ کی طرح تھی نازک اور معصوم. پھر میرے شر کے لپکتے شراروں سے کیسے نہ مرجھاتی.

صوفہ کی بیک سے الگ ہو کر وہ اٹھ کھڑا ہوا. فرش پر پڑا اسیل فون اٹھا کر وہ باہر نکل گیا.

-----—-----—-----—---------—-----
-—---------

قد آدم مرر میں ابھرتے اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے اس نے ٹائ کی ناٹ درست کی. اچٹتی سی نظر خود پر ڈال کر وہ تلخی سے مسکرایا. سفید رنگت میں زردگی گھل گئ تھی. آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے بن گئے تھے. وہ چند دنوں میں ہی مہینوں کا بیمار لگ رہا تھا.

دروازہ کی آہٹ پر اس نے مڑ کر دیکھا.

دروازہ ناک کر کے ایشاع اندر آئ تھی. حماس نے ایک نظر اس پر ڈالی پھر نظر چراتے ہوئے صوفہ پر بیٹھ گیا. سوکس پہنتے ہوئے وہ پوری طرح اسے اگنور کر رہا تھا.

'تم ٹھیک ہونا؟'. اسکی طویل خاموشی کو ایشاع کے سوال نے توڑا. وہ کمرے کے وسط میں کھڑی اسے بغور دیکھ رہی تھی.

'ہاں ٹھیک ہوں,کام کا لوڈ بڑھ گیا ہے تو وقت نہی مل رہا بس.'شوز پہنتے ہوئے اس نے توجیہہ پیش کی.

ایشاع نے اس کے زرد چہرہ کو دیکھا.وہ ہمیشہ سے مختلیف لگا.وہ چلتی ہوئ اس کے برابر آکر بیٹھ گئ.حماس نے خود کو بے بسی کے حصار میں جکڑا پایا.وہ مکمل طور پر اسے نظر انداز کئے ہوئے تھا مگر کب تک..

محبتوں سے نظر چرانا کتنا کٹھن مرحلہ ہوتا ہے یہ حماس علی نے آج جانا تھا.

فاصلوں کو بڑھاتے ہوئے اس نے گردن موڑ کر ایشاع کو دیکھا دوسرے ہی پل وہ پتھر ہو گیا تھا.ایشاع کے چہرہ پر وہ دو آنکھیں سج گئ تھی وحشت اور خوف سے بھری.

وہ جیسے کرنٹ کھا کر اٹھ کھڑا ہوا.

'تم کیوں آئ ہو ایشاع..!کیوں آئ ہو میری تنہائ میں اسطرح.'وہ حلق کے بل چلایا.اور پلٹ کر روم سے نکل گیا.

بے جان ہوتے اعصاب کے ساتھ ایشاع نے حیرت سے اس کے رد عمل کو دیکھا.اس کا دل بے یقینی کی اتھاہ گہرائوں میں ڈوب گیا تھا.

یہ اسکا حماس علی تھا.جو بولتا تھا تو سننے والوں کو مبہوت کر دیتا تھا.

مگر یہ وہ حماس علی نہی تھا.وہ آج اس کے بولنے پر پتھرا گئ تھی.

----__-----__------__------__-

----__-----

اس نے بڑی مشکل سے گاڑی کو سنبھالنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا.

بدحواسی میں وہ بریک اور ایکسکلیٹر دونوں پر قابو کھو بیٹھا.سامنے سے آتے ٹرک سے اس کی گاڑی ٹکرائی.زوردار دھماکہ ہوا اور دوسرے ہی پل وہ ہوش وخرد سے بے گانہ ہو گیا.

اسے جب ہوش آیا تو وہ ہاسپٹل کے روم میں تھا.زندہ...!

اسے لگا تھا وہ مر جائے گا.مگر شائد اسے ابھی اور تکلیفوں سے گزرنا تھا.اپنے پٹیوں میں جکڑے وجود کو ہلانے کی کوشش میں وہ کراہ کر رہ گیا.اسکی کراہٹ سن کر ایشاع تیزی سے اس کے قریب آئی. نظروں کو گھما کر اس نے ایشاع کے پریشان چہرہ کو دیکھا.کچھ کہنے کے لیے لب وا کیے پھر سختی سے بھینچ لیے.

ایشاع نے اس کے ڈرپ لگے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے حوصلہ دیا.کچھ تو تھا جو پوشیدہ تھا.

اس کے حوصلہ پر حماس نے شرمندہ نظروں سے اسے دیکھا.وہ ان نظروں میں بے اعتباری نہی دیکھ سکتا تھا. مگر دل پر پڑے بوجھ سے آزاد ہونا چاہتا تھا.

انسان اپنی غلطیوں,لغزیشوں کو ساری زندگی اپنوں سے چھپاتا ہے وہ ان کی نظروں میں گرنا نہی چاہتا.وہ دل ہی دل میں رب سے معافی طلب کرتا ہے.پھر ایک وقت آتا ہے جب اسے اپنوں سے دور ہونا پڑتا ہے 'موت کا وقت'.تب اسے رب کی سزا کا خوف آتا ہیے.

حماس علی کو بھی رب کی سزا کا خوف ستایا تھا.

وہ ان سے معافی مانگنا چاہتا تھا.ان کے اعتبار کو بکھیرنے کی معافی.

"ایشاع میں نادم ہوں اپنی غلطی پر..پلیز مجھے معاف کر دینا".اس نے بہت مشکل سے محتاط الفاظ میں معافی مانگی تھی.

"نہیں حماس! وہ تڑپ اٹھی

ہمیں انسانوں کے سامنے نادم نہیں ہونا چاہیئے، ہر انسان خطا کا پتلا ہوتا ہے, برائیوں سے لتھڑا ہوا. پھر کیوں ہم اپنے گناہ کے لیے انسانوں کے سامنے نادم ہوں, ہمیں رب کے سامنے شرمندہ ہونا چاہیئے کیونکہ معافی کا اختیار صرف ادے ہی حاصل ہے" وہ کہہ کر رو پڑی وہ حماس کی تکلیف کو سمجھ رہی تھی, وہ اسے شرمندہ نہیں دیکھ سکتی تھی, وہ اسے کتنے بھی بڑے گناہ کے لیے معاف کر سکتی تھی.

"میں ایک معصوم کا گناہ گار ہوں عیشاء, اس کی جان کا گناہ گار ہوں" وہ کہہ کر رک گیا, عیشاء نے نا سمجھی سے اسے دیکھا

"اس رات میں نے اسے لفٹ دی تھی, اس نے کہا تھا میں نے فرشتے کی طرح آکر اس کی مدد کی ہے اور میں نے..." وہ ٹھہر گیا, عیشاء سانس روکے اسے دیکھے گئی

"وہ بہت معصوم تھی عیشا! اتنی کہ تمہارا حماس علی بھٹک گیا, میں نے اس کا ہاتھ تھاما تھا اور وہ میرے شر سے بچنے کے لیے کار سے کود پڑی" اس کا سانس اٹکنے لگا

"میں اپنے حواس میں آتے ہی لپک کر باہر نکلا مگر وہ سامنے سے آتی ہوئی گاڑی سے ٹکرا گئی تھی, میں جب اس تک پہنچا وہ مر چکی تھی, اور ....اس کی مردہ آنکھیں...." وہ چپ ہو گیا عیشاء نے اس کی خاموشی پر اسے دیکھا, اسے لگا کمرے کی چھت اس پر گر پڑی ہے, حماس علی کی ساکت آنکھیں چھت پر ٹکی ہوئی تھیں, وحشت اور خوف سے بھری مردہ آنکھیں......

ختم شد

داستان دل ڈائجسٹ کے بارے مکمل معلومات کے لیے 03225494228 واٹس اپ پر کسی بھی وقت کال مسیج کر کے معلومات لے سکتے ہیں اس کے علاوہ داستان دل کی نیو اپ ڈیٹ سب واٹس اپ ممبر کو انبکس کی جاتی ہے اس لیے ہمیں آپ واٹس اپ پر لازمی جوائن کریں اور اپنی تحریریں بھی واٹس اپ پر سینڈ کر سکتے ہیں شکریہ ایڈیٹر

افسانہ "میرے دل کا قرار ہو تم"

مصنفہ خدیجہ کشمیری

زندگی عجیب پہیلی ہے سلجھتے سلجھتے بیچ میں الجھن کا شکار, کیا کریں جینا اسی کا نام ہے. فواد سے تماری بات ہوئی ایگزام کے بعد اُسے باہر جانا ہے. نہیں اُسے اپنا کیریر بنانے کا بھی حق ہیں, یہ حق نہیں چھین سکتی میں. تم کتنی پتھر دل ہو نا ہی اپنے دل کا راض افشاں کرنے کی زحمت کرتی ہو, نا اپنا درد بیان کرنے کا ہنر رکھتے ہوے بھی دبا دیتی ہو, یہ کیسی محبت ہے تیری. میری محبت چھلاوا نہیں ایک حقیقت جاویداں ہے. سچی محبت کی آنچ پختہ ہوتی ہے اور میرا وقت گزاری کا رشتہ نہیں میرا نکاح ہوا ہے بس ویدائی پڑھائی پوری اور جاب مل جانے کی شرط خالہ جان نے رکھی تھی امی سے میرا رشتہ جب مانگا گیا اسی شرط پر تھوڑا انتظار کرنا پڑھے گا .شازیہ اب دل ڈوبنے لگ جاتا ہے فواد جب باہر جاے گا, کیا وہ واپس آے گا کیونکہ انجم کا شوہر دو مہینے کے لے گیا تھا اب دس سال ہوگے واپس آنے کا نام نہیں لے رہا ہے. میں روز لکھتی ہوں

وقت کو اپنے لفظوں میں قید کر کے اپنے نفس کو سمجھاتی رہتی ہو. دن گزرتے چلیں گئے, اچانک فواد پاسپوٹ مانگنے آگیا. خالہ آپ کی بیٹی کا پاسپورٹ چاہیے جلدی, ارے رکو تو صحیح بس آپ جلدی دیجیے اس سے پہلے میڈم کالج آے روکو دیتی ہو توبہ آج کل کے بے بچے. زویا پریشان گھر کے اندر داخل ہو کر فواد یوں نظر انداز کر کے چلے جانا کچھ کھٹک سا گیا. ماں پانی چاہیے یہ آپ کا بھانجا کیا کرنے آیا تھا گلاس لے کر سوال کا جواب کی اشتیاق میں کھڑی, کچھ خاص نہیں میری یاد آئی تھی. دن مہینوں میں بدلتے گیں. اچانک فواد کل جارہا ہے شور سن کر باہر نکل گئی کب جانا ہے ساری فیملی کو ساتھ دے کر شرمندہ ہو گی خالہ انکل فواد سب موجود یہ واپس جاننے لگی کہ خالہ نے آواز دی بیٹا ہم سے نہیں ملو گی السلام علیکم, جیتی رہو سدا سہاگن رہو پھو تو پھلو. زویا آپ کی تیاری کہا پہنچی پڑھائی کی بس انکل کل یونیورسٹی میں فارم بھرنے جارہی ہوں دیکھتی ہو کدھر قسمت ساتھ دے. انکل نے آواز دی بیٹا تم ہماری فواد کی تقدیر ہو. پرسوں تم دونوں کو بحرین جانا ہے آج تم کو اپنے گھر آنا ہے ہم اسلے آگے ہیں, جی انکل فواد باہر نکلا, بیٹا جاؤ فواد تم سے کچھ کہنا چاہ رہا ہے. جو ہی باہر نکلی. فواد نے چلا زویا میرے دل کا قرار ہو

کسی بھی وقت کال مسیج کر کے
معلومات لے سکتے ہیں اس کے علاوہ
داستان دل کی نیو اپ ڈیٹ سب
واٹس اپ ممبر کو انبکس کی جاتی ہے
اس لیے ہمیں آپ واٹس اپ پر
لازمی جوائن کریں اور اپنی تحریریں
بھی واٹس اپ پر سینڈ کر سکتے ہیں
شکریہ ایڈیٹر

بلا عنوان

"تم یہ غلط کر رہی ہو یہ نہ صرف جرم ہے بہت بڑا گناہ بھی ہے" فاخرہ نے تیزی سے ہاتھ چلاتی ثمینہ سے کہا.

"کچھ غلط نہیں پیار اور جنگ میں سب جائز ہے" وہ بولی.

"پیار اور جنگ میں سب جائز نہیں، یہ ایک فضول کہاوت ہے" فاخرہ نے اسے حتی الامکان سمجھانے کی کوشش کی.
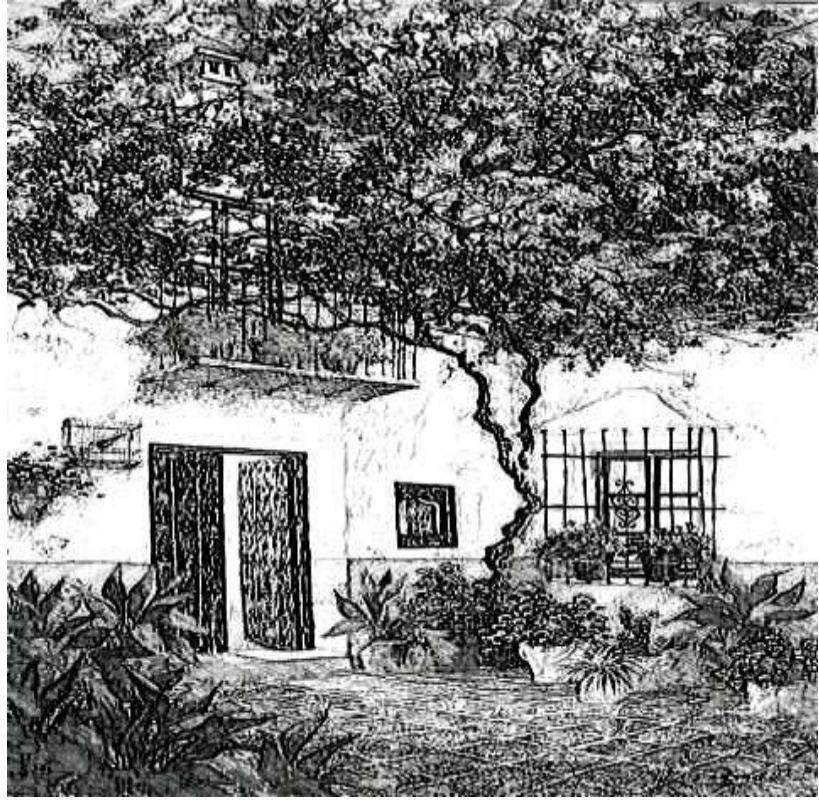
"اوشٹ اپ فاخرہ تم نے ساتھ دینا ہے تو دو ورنہ جا سکتی ہو" اس نے غصیلی آواز میں کہا. فاخرہ مٹی کے ڈھیر پہ بیٹھی تھی اس کے غصیلے لب و لہجے کو محسوس کر کہ اٹھ گئی وہ جان گئی تھی کہ اب اس کو کچھ بھی سمجھانا بیکار ہے" اور سنو اپنا منہ ہر صورت بینڈ رکھنا ".

"تم بے فکر رہو" فاخرہ نے جواب دیا اور وہاں سے چلی گئی.

فاخرہ ثمینہ کی پڑوسن ہونے کے ساتھ ساتھ بہت اچھی اور گہری سہیلی بھی تھی دونوں ہمیشہ دکھ سکھ میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتیں. ثمینہ کی شادی کو آٹھ سال ہونے کو آیئے تھے لیکن اولاد نہ ہو سکی پہلے پہل تو سسرال والوں نے کوئی خاص نوٹس نہ لیا جب چار سال سے اوپر ہو گئے تو علاج معالجے کی طرف متوجہ ہوئے کافی عرصہ علاج کروانے کے بعد بھی نتیجہ صفر ہی رہا. اب تو اس کی ساس کو پوتے پوتی کی فکر ستانے لگی وہ اٹھتے بیٹھتے آہیں بھرنے لگی

.اس کے شوہر آصف کا رویہ بھی تبدیل ہونا شروع ہو گیا اب آصف کے انداز میں بے گانگی اور سرد مہری ٹپکتی نظر آتی وہ ساس اور آصف کے رویئے سے بہت دل برداشتہ ہوتی. وہ اس معاملے میں بے بس تھی.

آہستہ آہستہ اس کی ساس نے ذومعنی باتیں کرنا شروع کر دیں. وہ اشاروں اشاروں میں آصف کو دوسری شادی کے مشورے دیتی اور کہتی. "دیکھو بیٹا جس درخت پر پھل نہ لگ سکے اس کو کاٹ کر کوئی اور پھل دار درخت لگالینا چاہیے جو سایہ بھی دے اور میٹھا پھل بھی". ساس کی بات سن کر اس کا تو جو خون جلتا سو جلتا لیکن آصف جس طرح سعادت مندی سے سر ہلا دیتا ثمینہ خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتی.

ایک دن دروازے پر دستک ہی گھر پہ کوئی نہیں تھا ساس، سسر آصف کے لئے لڑکی دیکھنے کہیں گئے تھے وہ مارے باندے دروازے تک آئی کھول کر دیکھا تو باہر کوئی نہیں تھا اس نے زور سے دروازہ بند کیا جب وہ مڑی تو اس کے پیر کے نیچے کچھ چر مرایا اس نے دیکھا اس کے پاؤں کے نیچے ایک کاغذ پڑا ہے اس نے وہ کاغذ اٹھالیا یہ کوئی پمفلٹ تھا جسے پڑھ کر اس کی آنکھیں چمک اٹھیں وہ الٹے قدموں فاخرہ کے گھر کی طرف بھاگی فاخرہ نے جب پمفلٹ دیکھا تو پہلے اسے الٹ پلٹ کر دیکھا پھر پڑھنے لگی ."پنڈت خافظ رام الہی نام ہی کافی ہے..... ابھی اس نے نام ہی پڑھا تھا جس کو پڑھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں... سنگ دل سے سنگ دل محبوب اپ کے قدموں میں، شوہر کو راہ راست پر لانا، سسرال کے ظلم وستم، نیز ہر قسم کی پریشانی کا حل چٹکی بجا کر... فاخرہ نے چٹکی بجائی پھر سوالیہ نظروں سے ثمینہ کو دیکھا.

"جس طرح عامل کی شان میں زمین آسمان کے قلابے ملائے گئے ہیں یہ سب فراڈ ہوتا ہے صرف پیسے اور وقت ضیاع تم کہاں ان چکروں میں پڑ رہی ہو"۔

"آزمانے میں کیا حرج ہے ہو سکتا ہے اللہ مجھ پر کرم کر دے" ثمینہ نے پورے وثوق سے کہا. اس کے دل میں کہیں یہ بات بیٹھ گئی تھی کے یہ پنڈت ہی اب اس کی آخری امید ہے. فاخرہ اس کی بات پر افسوس کرتے ہوئے بولی "مجھے تو یہ کوئی فراڈی لگتا ہے، اس کا نام تو دیکھو پنڈت خافظ رام الہی.... نہ یہ مسلم ہے نہ ہندو..... بد مذہب ہے یہ، ویسے بھی یہ سب شیطان کے ہتھکنڈے ہیں اسی طرح لوگوں کے ایمان، گھر اور زندگیاں برباد کرتا ہے... میری

مانو تو تم ان چکروں میں نہ پڑو اللہ سے مدد مانگو وہ ضرور کوئی نہ کوئی راستہ نکال دے گا".

یہ سننا تھا کہ ثمینہ پھٹ ہی پڑی اس کے سینے میں جمع شدہ آٹھ سالوں کا غبار پلتا ہوا ناسور لاوا بن کر ابل پڑا "اور کتنا صبر کروں اتنے سال تو صبر کیا.... سب کے طعنے تشنے سہے، شوہر کی بے عتنائی برداشت کی، ہر پل اللہ سے ہی امید رکھی مگر کیا نتیجہ نکلا...؟..وہی ڈھاک کے تین پات، اب.... تو حد ہی ہو گئی ہے وہ لوگ میری سوکن لانے کے درپے ہیں جو میرے سینے پر مونگ دلے گی..."_اس نے غصے سے چھاتی پر دو ہتھڑ مارا.

"کیا پتا آصف مجھے طلاق ہی دے دے، میں آصف کے بغیر نہیں رہ پاؤں گی... سوکن کا تو سوچ کر ہی میرا دم گھٹنے لگتا ہے... بس، میں کچھ نہیں فاخرہ تم میری سہیلی ہو تو تمہیں میرا ساتھ دینا ہی پڑے گا _"

فاخرہ نے اس کی باتیں سن کر سر پیٹ لیا_ یہاں تک ثمینہ ٹھیک ہی تھی اپنی بقا کے لئے لڑنا چاہتی تھی لیکن اس کا طریقہ غلط تھا. ثمینہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے جن کو دیکھ کر فاخرہ کا دل پسیج گیا اس نے ہاں کر دی.

ثمینہ نے اس کی رضامندی کے بعد کہا "ساس سسر گھر نہیں ہیں موقع اچھا ہے ہمیں آج ہی اس بندے سے مل لینا چاہیے اتفاق سے یہ اسی شہر میں ہے "اس کا جوش دیدنی تھا

"ٹھیک ہے میں چلنے کو تیار ہوں"_ وہ اسکے آگے ہار مان چکی تھی

دوپہر ڈھل رہی تھی جب وہ پنڈت کے آستانے پر جا پہنچی ایک آدمی نے ان کو بیٹھک میں بٹھا دیا کچھ ہی دیر میں عامل بھی وہاں آ گیا سفید قمیض شلوار میں ملبوس اس گہرے کالے رنگ کے آدمی کو دیکھ کر ہی خوف آتا تھا حلیے اور چہرے مہرے سے وہ نہ تو پنڈت دکھ رہا تھا نہ خافظ .

جب اس نے بھاری آواز میں آنے کا مقصد پوچھا تو ثمینہ نے رو رو کر اپنی اپنی کتھا اس کے گوش گزار کر دی

"اب آپ ہی میری آخری امید ہیں "

عامل ساری بات سن کر بولا "بس اتنی سی بات... تم پریشان نہ ہو بی بی ، جیسے میں کہتا ہوں اگر تم نے ویسے ہی کیا تو ضرور تمہارے ساس اور شوہر راہ راست پر آ جایئں گے مگر یاد رکھو اس عمل میں کوئی بھول چوک نہیں ہونی چاہیے "_یہ کہ کر وہ کمرے سے چلا گیا جب واپس آیا تو اس کے ہاتھوں میں کچھ کتابیں تھیں. اب اس نے رائٹنگ پیڈ پر کچھ لکھنا

شروع کر دیا آڑھی ترچھی لکیریں اور نمبر اور پتا نہیں کیا کیا ..._اس کم سے فارغ ہو کر اس نے ایک کاغذ پر کچھ پتلے پھر ان کے پیٹ منہ اور ماتھے پر کچھ نام لکھ کر ان پتلوں کو علیحدہ علیحدہ کٹ لیا پھر وہ ثمینہ سے مخاطب ہوا
"کرنا یہ ہے کے گھر جاتے ھی ایک تعویز کو آگ والے چولہے کے نیچے دفن کر دینا اوپر آگ جلا دینا چولہا ہر وقت گرم رہنا چاہیے ...یہ سب کرتے ہوئے تم کو بہت ہوشیار رہنا پڑے گا، دوسرا تعویز ہانڈی میں ڈال کر پکا لو اور سب گھر والوں کو کھلا دو .....آخری اور سب سے مشکل کام ان پتلوں کو اسے مردے کے منہ اور ہاتھوں مضبوطی سے جکڑا دینا ہے کہ یہ نکل پائیں جب یہ کام کر کے گھر جانے لگو تو پیچھے مڑ کر ہرگز کیا دیکھنا.
"سارے کام میں ھی کروں گی تو آپ کیا کرو گے" اس نے بے ساختہ عامل کی بات کاٹ کر کہا. وہ مسکرایا اور برا مانے بغیر بولا "میں رات کو پڑھائی کروں گا مائی کالکاں کا جاپ کروں گا بی بی".
یہ سن کر اس نے خوشی سے پھولے نہ ساتے ہوئے تعویز عامل کہ ہاتھ سے لے لئے - راستے میں فاخرہ نے ایک بار پھر اسے سمجھانے کی کوشش کی "یہ بہت رسکی ہے مت کرو پلیز کہیں کچھ الٹا سیدھا نہ ہو جائے"_
"اس سے زیادہ الٹا سیدھا کیا ہو گا جو میرے ساتھ ہو رہا ہے" اس کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی

اس کی ساس جب گھر آئی تو بہت خوش دکھائی دے رہی تھی لگتا تھا اس نے لڑکی پسند کر لی ہے جیسے ھی آصف تھکا ہارا گھر آیا ماں نے اسے گھٹنے کے ساتھ لگا کر بٹھا لیا اور آہستہ آواز میں کھسر پھسر کرنے لگی ثمینہ کا ضبط جواب دینے لگا لیکن اس نے دل پر پتھر رکھ لیا یہ سوچ کر کہ کچھ ھی دیر میں کھانا کھاتے ھی دونوں ماں بیٹے کے خیالات بدل جائیں گی ئے کھانا کھلا کر اس نے سب کے بستر لگائے کچھ ھی دیر میں سب سو گئے تو وہ دبے پاؤں اٹھی اس نے دوپٹے کے پلو کے ساتھ بندھے تعویز چیک کئے.
آج اس نے کھانے میں نیند کی گولیاں بھی ملا دی تھیں تا کہ اس کے واپس آنے سے پہلے اگر کوئی اٹھ جائے تو اس کو نہ پا کر کوئی مسلہ نہ کھڑا کر دے فاخرہ اور ثمینہ کچھ سامان اٹھائے قبرستان کی تاریک اور خاموش فضا سے فاخرہ کا دل بار بار ہول اٹھتا اس کے بر عکس ثمینہ نہ ھی قبرستان کی پر اسرار ہولناکی سے خوفزدہ تھی نہ اس قبیح فعل کو انجام دینے سے ڈر رہی تھی اس کے سر پہ جنون سوار تھا اس نے اپنی مطلوبہ قبر کھودلی، قبر میں اترنا وہ بھی رات کے وقت

ایک بہت کٹھن مرحلہ تھا اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی ازدواجی زندگی کی خوشیاں تھیں غالب امکان تھا کے اس کی ساس اس کو طلاق دلوا دیتی اسی خوف کے پیش نظر تمام ڈر، خوف ہیچ ثابت ہو رہے تھے فاخرہ جا چکی تھی اب وہ اکیلی تھی اس نے مٹی کے بڑے بڑے ڈھیلے اور کافی سارے پتھر بھی قبر میں اتار لی تھیں تا کہ باہر نکلنے میں آسانی ہو-اس نے تمام مشکل مرحلے طے کر لئے مردے کے منہ اور ہاتھوں میں تعویز جکڑا دیے پھر وہ مٹی اور پتھروں کی سیڑھی بنا کر مشکل سے گرتی پڑتی باہر نکل کر مٹی پر بیٹھ کر لمبے لمبے سانس لینے لگی ،اس ساری کاروائی میں اس کی کمر اکڑ کر تختہ ہو گئی تھکن سے چور بدن سمبھالے نہ سمبھل رہا تھا وہ سردی کے شدید موسم میں بھی پسینے میں شرابور تھی ہر طرف گھٹاٹاپ اندھیرا چھایا ہوا تھا، کچھ لمحے سانس درست کرنے کے بعد اس نے قبر میں مٹی بھرنی شروع کر دی- صنف نازک عام طور پر اس طرح جن جوکھوں میں ڈالنے والے کام نہیں کر پاتیں نہ جانے اس عورت کے سر میں کیا سودا سمایا تھا جو ازدواجی زندگی بچانے کے لئے اپنی زندگی داؤ پر لگا چکی تھی اس کا سانس بری طرح پھولا ہوا تھا بمشکل اس نے مٹی کے ڈھیر کو قبر کی شکل دی اور واپسی کی راہ لی -

چاند بادلوں کی اوٹ سے نکل آیا ماحول کافی حد تک روشن ہو گیا ابھی وہ قبرستان کے وسط میں پہنچی تھی کے اچانک فضا چیخوں اور رونے کی آواز سے گونج اٹھی اس اچانک افتاد سے اس کا دل خوف سے کانپ اٹھا جانوروں کے رونے کے ساتھ ساتھ عورتوں کے بین بھی سنائی دیے وہ رک گئی خوف سے اس کے رونگھٹے کھڑے ہو گئے ٹانگیں کانپنے لگیں پھر بھی اس نے اپنے حواس کو قابو میں رکھا، تجسس کے مارے اس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا تو مارے دہشت کے اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا آنکھوں کے ڈھیلے باہر کی طرف ابل پڑے، جس قبر کی اس نے بے حرمتی کر کے ناپاک عمل کیا تھا اس کے سرہانے کچھ عورتیں کھڑی سینہ کوبی کر رہی تھیں ان کے منہ سے نکلنے والے بین دل دھلا دینے والے تھے ان کے چہرے ان کے لمبے لمبے بالوں نے ڈھانپ رکھے تھے اور ان کی دردناک آواز عجیب پر حزن سا تاثر پیدا کر رہی تھیں- لمحے وہ عامل کی مڑ کر نہ دیکھنے اور جلد گھر پلٹ جانے کی ہدایت یکسر فراموش کئے پتھر آ ے وجود کے ساتھ دیکھے جا رہی تھی عورتوں نے ماتمی لباس پہن رکھے تھے چاند آسمان پر چمک رہا تھا جس کی روشنی میں سب کچھ

واضح دکھائی دے رہا تھا وہ دو ہتھڑ سینے پر مارتیں اور بین کرتی ان کی زبان اس کی سمجھ سے باہر تھی ایک درد تھا ایک تکلیف تھی ان کی آواز میں وہ محویت سے ان کی طرف متوجہ تھی کے اچانک ان کا رخ اس کی طرف ہو گیا انہوں نے اس کی طرف بڑھنا شروع کر دیا ان کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر اس کے قدم من من بھر کے ہو گی ئے اس کو لگ رہا تھا جیسے زمین نے اس کے پاؤں جکڑ لئے ہوں دیکھتے ھی دیکھتے ایک عورت بجلی کی رفتار سے اس کے سر پر پہنچ گئی اور دفعتا اس کی گردن دبوچ لی اس کے اوسان تو پہلے ھی خطا ہو گئے تھے اب اس کی جان بھی لبوں پر آ گئی جوں جوں اس کی گردن پر دباؤ بڑھ رہا تھا اس ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ رہے تھے اعصاب ساتھ چھوڑتے جا رہے تھے کچھ ھی وقت جاتا تھا کے اس کی گردن ٹوٹ جاتی تبھی اس نے ڈوبتی سانسوں کے ساتھ خود کو مظبوط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے دل ھی دل میں خود سے کہا "میں اتنی آسانی سے خود کو موت کے حوالے نہیں کروں گی" باوجود اس کہ کے اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ چکے تھے اس نے بچی کچی طاقت جمع کی کسی جو ابھی تک اس کے کاندھے پر تھی اس نے اتار لی اور ایک ھی وار میں ایک زور دار ضرب اس عورت کے سر پہ لگائی چوٹ لگتے ھی اس عورت نما بلا نے اس کی گردن چھوڑ دی اور لڑکھڑا کر پیچھے ہٹی اس کے لمبے بال اب بھی اس کے چہرے پہ تھے ثمینہ ابھی جھک پھولی سانس درست کر رہی تھی کہ اس کے کانوں نے ایک انتہائی مکروہ آواز سنی "بچ گئی ..... بچ گئی ..... نہیں چھوڑیں گے .... نہیں چھوڑیں گے۔..." اس کے ساتھ ھی اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں اس کہ ساتھ ھی وہ دھڑام سے گر پڑی

اس کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو اجنبی ماحول میں پایا "میں کہاں ہوں" اس نے کمزور سی آواز میں پوچھا تو ایک چہرہ اس پر جھک آیا ""ثمینہ ہوش کرو میں ہوں فاخرہ " فاخرہ قبرستان کے باہر کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھی 5 گھنٹے گزرنے کے بعد بھی جب وہ واپس نہ آئی تو فاخرہ نے اندر جانے کی ٹھانی کیوں کے وہ اب بہت تھک چکی تھی انتظار کرتے کرتے، نیند نے اس کے اعضا کو نڈھال کر دیا تھا- اس لئے وہ اس کی خبر لینے کے لئے قبرستان کے اندر چلی گئی، چلتے چلتے جب وہ عین قبرستان کے وسط میں پہنچی تو اسے ایک زور دار ٹھوکر لگی وہ گرتے گرتے بچی اس منہ سے ہلکی سی چیخ برامد ہوئی وہ بری طرح ڈر گئی ابھی وہ بھاگنے کا سوچ ہو رہی تھی کہ اس نے ایک کراہ سنی جب اس

نے ٹارچ کی روشنی زمین کی طرف ڈالی وہاں ثمینہ بے ہوش پڑی تھی فاخرہ گھسیٹ گھساٹ کے گھر لے آئی......

ثمینہ نے بھی اس کے جانے کے بعد کی تمام باتیں اس کو بتا دیں - اب اس کو یہ فکر لاحق تھی کے صبح جب گھر والے جاگے ہوں گے تو اس کو نہ پا کر کیا ہوا ہو گا اسی خدشے کے پیش نظر دونوں ثمینہ کے گھر کی طرف بھاگیں - پورے گھر پڑ سناٹا طاری تھا اسے لگ رہا تھا جیسے سب ابھی تک سو رہے ہوں اس نے ساس سسر کے کمرے میں جھانکا تو وہ سچ میں سر سے پاؤں تک اوڑھے سو رہے تھے وہ اپنے کمرے کی میں آئی تو آصف بیڈ پر نہیں تھا جس کا مطلب تھا کے وہ جاگ چکا ہے لیکن وہ گھر میں کہیں نظر بھی نہیں آ رہا تھا فاخرہ بھی اس کے ساتھ تھی اس نے جونہی باتھ روم کا دروازہ کھولا اور اندر جھانکا تو اس کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی اس سے ثمینہ کو کانوں کے پردے پھٹتے محسوس ہوئے وہ بھاگ کر باتھ روم میں آئی جب اس نے اندر کا منظر دیکھا تو اس کا کلیجہ منہ کو آ گیا اس نے فلک شگاف چیخ ماری باتھ روم کی دیوار کے ساتھ آصف گھٹنوں کے گرد لپیٹے بیٹھا تھا اس کے کپڑے اور ہاتھ خون سے لتھڑے ہوئے تھے اس کے پاس ایک تیز دھار کلہاڑی پڑی تھی جو تازہ خون سے تر بتر تھی اس کی حالت کسی خوف زدہ بچے کی سی لگ رہی تھی اس کی آنکھیں دہشت سے کھلی ہی تھیں جیسے اس نے انتہائی ڈراؤنا منظر دیکھا ہو - ثمینہ نے اسے پکارا

"آصف .... آصف اٹھو ...اٹھو آصف ..."_

اس کی کسی بات کا آصف پر کوئی اثر نہ ہوا تو اس نے اس کو جھنجھوڑ ڈالا مگر آصف ٹس سے مس نہ ہوا - پھر وہ آصف کے والدین کے کمرے کی طرف بھاگی جیسے ھی اس نے ساس سسر کی چادر ہٹائی اس کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی وہ دونوں مردہ حالت میں تھے ان کے سر دھڑ سے جدا پڑے تھے اس کا صاف مطلب تھا کے آصف نے ان دونوں کو قتل کر دیا ہے -

ثمینہ کی زندگی تباہ و برباد ہو کر رہ گئی آصف کا ذہنی توازن بگڑ گیا اور وہ پاگل ہو گیا تھا سفلی عمل کے پلٹ جانے کی وجہ سے ثمینہ کی دنیا لٹ گئی اس نے عامل پنڈت کو بہت ڈھونڈا مگر وہ کہیں نہ ملا - برے کام کا برا انجام اب اس کو سمجھ آیا تھا جب اس کا گھر برباد اور شوہر پاگل ہو گیا اسی پاگل پن میں ایک دن وہ گھر چھوڑ کر کہیں چلا گیا پھر کب ھی لوٹ کر نہ آیا -

بقلم پیا سحر

**

"اعتبار ہو تم" صبا احمد آف ٹوبہ ٹیک سنگھ

لبوں پر دھیمی سے مسکان سجائے وہ بار بار فون کو دیکھے جا رہی تھی۔ زندگی میں کسی کی اہمیت کا اندازہ آج اسے پہلی بار ہوا تھا۔۔

اچانک فون کی بیل بجی اور وہ گہرے خیال سے چونک کر باہر نکلی تھی۔

کال اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کے کسی خیال کے تحت ہاتھ پیچھے ہی روک لیا اور فون کرنے والے کی کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے من ہی من میں مسکرانے لگی۔

دوسری دفعہ جب کال آئی تو دھڑکتے دل کے ساتھ پہلی ہی بیل پر فون رسیو کر لیا گیا۔

دونوں طرف خاموشی چھاگئی۔

اس خاموشی کو توڑنے میں پہل بھی فون کرنے والے نے ہی کی تھی...

فون کیوں نہیں اٹھا رہی تھی تم؟

بڑی بے تابی سے سوال پوچھا گیا تھا۔

"میری مرضی!"

"تمہاری مرضی کی تو۔۔۔"

"کیا کیا کہا تم نے؟"

"نہیں کچھ نہیں" عامر گڑبڑا کر بولا تھا۔

پری بھی اس پیار بھری شرارت سمجھ کر خاموش ہو گئ تھی۔

"آخر کار آج ہم دونوں ایک ہو ہی گئے کہا تھا نا تمہیں کہ تمہیں تم سے چرا لوں گا"۔ عامر نے بڑے پیار سے پری کو اپنی کہی ہوئی بات یاد دلائی تھی۔

"ابھی منگنی ہوئی ہے جناب۔۔۔۔۔۔ مہندی ہو گی۔۔۔ پھر نکاح ہو گا۔۔۔ پھر رخصتی!" پری نے شرارت سے عامر کو واپس حال میں لانے کی کوشش کی تھی۔

"ہاں جی کیوں نہیں کر لو نخرے آنا تو آخر کو تمہیں میرے پاس ہی ہے نا" عامر نے پیار سے بھرے خمار لہجے میں کہا تھا۔

"چلو سو جاو مجھے نیند آ رہی ہے۔۔ خدا حافظ۔۔"

پری نے گبھراتے ہوئے بات بدلی تھی۔

"نہیں سونا میں نے" بڑی ادا سے جواب آیا تھا۔

"کیوں؟"

"میری مرضی!"

"تمہاری مرضی کی تو"

"کیا کیا کہا تم نے؟" عامر نے کمال کی ایکٹنگ کرتے ہوئے وہی سب دھرایا تھا۔

"ہاہاہاہا۔۔۔ بدلہ لینا تو کوئی تم سے سیکھے اپنا خیال رکھنا۔۔" پری نے بنا عامر کی بات سنے فون بند کیا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس وقت وہ سونے کے موڈ میں تو بلکل نہیں ہے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔*

انسان بھی عجیب ہے جب بہت خوش ہوتا ہے تب بھی خوشی سے نیند نہیں آتی اور جب دکھی ہو تو وہ دکھ سونے نہیں دیتا۔

رات دیر سے سوئی تھی تو جب صبح آنکھ کھلی تو جمائی روکتے روکتے جیسے ہی نظر سامنے دیوار پر لگے کلاک پر پڑی تو اپنا سر پیٹھ کر رہ گیئ۔ اسے کالج جانا تھا اور وین کے آنے میں صرف 10 منٹ رہتے تھے۔ امی نے کل کے فنکشن کی وجہ سے اسے نہیں اٹھایا تھا کے آج چھٹی کر لیے گی مگر اس نے تو دانیہ سے وعدہ کیا تھا آج اسے ٹریٹ دینی تھی ورنہ وہ جان نکال لیتی اس کی۔

فٹافٹ اٹھ کر یونیفارم پہنا اور ناشتے کے لیے کچن کی طرف بھاگی وین آنے میں صرف 3 سے 4 منٹ

رہتے تھے۔

امی اسے صبح صبح اس طرح بھگدڑ مچانے پر سخت سست سنا رہی تھی۔

"مجال ہے جو میری بات سنتی ہو یہ لڑکی۔۔۔ ہر وقت اپنی دھن میں لگی رہتی ہے"۔۔۔ ساجدہ بیگم مسلسل بڑبڑا رہی تھیں اور ہاتھ تیز تیز چلا رہی تھیں کہ ناشتہ کر کے ہی جائے مگر وین کے ہارن پر باہر بھاگتے ہوئے پری کو امی کو خدا حافظ کہنے کا بھی ہوش نہیں رہا تھا۔

اسے بس کالج جانا تھا ہر حال میں چاہے آج ڈانٹ پڑتی امی سے یا ناشتہ رہ جاتا۔

ساجدہ بیگم نے دل ہی دل میں اس کے بچپنے کے ختم ہونے کی دعا کی تھی۔

*_______*________*

پریشے اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اکلوتی ہونے کی وجہ سے بے جا لاڈ اور ضد اس کی طبیعت کا حصہ بن چکا تھا۔ مرتضی اعوان نے بیٹی کو پھولوں کی طرح رکھا ہوا تھا۔ مرتضی اعوان ایک گورمنٹ کے ملازم تھے گزر بسر بہت اچھا ہو رہا تھا۔ فیملی چھوٹی سی تھی تو بیٹی کی ہر خواہش پوری کرتے ہوئے انہیں کوئی مالی مسئلہ درپیش نا ہوتا تھا۔

ایک شادی میں عامر نے پری کو دیکھا اور پھر اسے بھولنا اس کے بس میں نہیں رہا کسی نا کسی طرح پری کا نمبر حاصل کر کے اس کو فون کیا اور بغیر کوئی فلرٹ کیئے سب سے پہلے پری کو شادی کے لیے پرپوز کر دیا۔۔۔

عامر حال ہی میں انگلینڈ سے اپنا گریجویشن مکمل کر کے لوٹا تھا۔۔ عامر کے والدین اس کے بچپن میں ہی ایک حادثے کا شکار ہو گئے تھے اور پنی جان کی بازی ہار گئے۔ اور 6 ماہ کے عامر کو اس کی دادی کی گود میں چھوڑ گئے۔ بی دادی ایک بزنس ویمن تھیں انہوں نے سارا کاروبار سمبھال لیا اور عامر کے لیے ایک آیا رکھ لی۔ یوں زندگی کی ڈگر پھر سے چلنے لگی۔۔۔

بی دادی اب عامر کی شادی کے لیے سرگرداں تھیں۔۔۔ عامر نے بی دادی کو پری کے بارے میں بتایا اور یوں وہ ان کے گھر چلی گئی۔

مرتضی اعوان بیٹی کی قسمت پر رشک کر اٹھے اور پری کی رضامندگی کے بعد فوراً ہاں کر دی۔۔۔

بی دادی تو پہلی ملاقات میں ہی منگنی کی تاریخ لیکر

آئی تھیں۔

یوں پری اور عامر کی منگنی بہت دھوم دھام کے ساتھ کر دی گئی۔۔

----------*

تم کتنی خوش قسمت ہو پری!" دانیہ رشک سے موبائل ہاتھ میں پکڑے ان دونوں کی تصویریں دیکھ رہی تھی۔

گہرے آسمانی کلر کی مکسی میں ماتھے پر بندیا لگائے اور گلے میں ہلکا سا ہیروں کا ہار پہنے وہ پریستان کی پریوں جیسی ہی نازک سی لگ رہی تھی۔

عامر تھری پیس پہنے خود کسی شہزادے سے کم نہیں لگ رہا تھا۔

"پری ارے یہ فون تو نہیں تھا تمہارے پاس؟؟

اپیل آئی فون پر دانیہ کی نظر زرا دیر میں پڑی تھی وہ تو صرف تصویروں میں ہی کھوئی ہوئی تھی اسے اندازہ بھی نہیں ہوا کہ پری کے پاس تو فون بھی نیا ہے۔

"ہاں یہ کل عامر نے منگنی کی خوشی میں گفٹ دیا تھا" پری نے شرمیلی سی مسکان سجاتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

چلو پھر پیٹ پوجا کرتے ہیں اب تو بڑی سی ٹریٹ لوں گی اور ایک نہیں دو دو۔۔۔ دانیہ نے بے صبرے پن سے کہا تھا لہجے میں احساس کمتری صاف جھلک رہا تھا۔ مگر پری صدا کی لاپرواہ اور معصوم دانیہ کے بدلے رویے کو اپنی خوشی میں بلکل ہی محسوس نا کر پائی اور ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کینٹین کی طرف چل دی۔

کیا کھاؤ گی تم؟ چیئر کھینچتے ہوئے پری نے دانیہ سے پوچھا تھا۔

چکن بریانی کی دو پلیٹ صرف میرے لیے کوک کے ساتھ۔۔ دانیہ نے بے ساختہ کہا تھا۔

ارے بس؟ پری نے حیرانگی سے کہا اور دونوں کھلکھلا کر ہنس پڑی۔۔۔

----------*

عامر کالج کے گیٹ سے باہر کھڑا پری کا انتظار کر رہا تھا پاس سے گزرتی نا جانے کتنی لڑکیوں نے اسے اور اس کی گاڑی کو حسرت سے دیکھا تھا۔

اچانک پری اور دانیہ باہر نکلی تو سب سے پہلے دانیہ کی نظر عامر پر پڑی جو بار بار گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ بات کرتے کرتے جب پری کو محسوس ہوا کہ

دانیہ کہی اور متوجہ ہے تو اس کی نظر کا تعاقب کرتے جو اس کی نظر عامر پر پڑی تو اس کے چہرے پر حیا کے رنگ بکھر گیے۔

اتنی دیر میں عامر بھی اسے دیکھ چکا تھا اور اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

پری نے دانیہ کا ہاتھ تھاما اور کھینچ کر اسے اپنے ساتھ عامر کی طرف بڑھنے لگی۔

"السلام و علیکم میڈم! بندہ آپ کے ڈرائیور کے طور پر حاضر ہے۔" عامر نے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہلکا سا جھک کر کہا تو پری کو اس کے اس انداز پر اتنی ہنسی آئی کے گرتے گرتے دانیہ کا سہارا لیا تھا اس نے۔

عامر ان دونوں کو بڑی دلچسپ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"عامر یہ میری دوست ہے دانیہ۔" پری کو اچانک خیال آیا تو اس نے دانیہ کا تعارف عامر سے کروایا جس پر عامر نے صرف مسکراہٹ کا تبادلہ کرنے پر ہی اکتفا کیا تھا۔

"بہت خوشی ہوئی اپ سے مل کر عامر بھائی۔۔" دانیہ نے فارمل سے انداز میں کہا تھا۔

"مجھے بھی!"

چلیں پری ہم؟ عامر نے اپنی توجہ دوبارہ پری کی طرف کی تھی۔

"ہاں کیوں نہیں۔ او دانیہ ہم تمہیں ڈراپ کر دیں گئے" پری نے خوش دلی سے اسے دعوت دی تھی۔۔۔

نہیں میں چلی جاو گی۔ خدا حافظ۔ بد دلی سے کہتے ہوئے دانیہ نے ہاتھ ہلا کر اپنا رخ ان کی مخالف سمت میں موڑ لیا تھا۔

"آپ مجھے کیوں لینے آئے ہیں؟" پری نے نگاہیں جھکا کر کہا تھا۔

"کیونکہ اب تم پر مجھے حق ہے پورا پورا" عامر کہتے ہوئے تھوڑا سا آگے جھکا تھا اور پری کی تو جان ہی نکل گئی تھی۔

"میں خود چلی جاوں گی"۔ گھبرا کر وہ مڑنے لگی تھی کے عامر نے اس کا ہاتھ تھاما اور فرنٹ ڈور کھول کر اسے بیٹھا دیا۔

اور جلدی سے دوسری طرف آ کر گاڑی سٹارٹ کر دی۔

"کہاں لیکر جا رہے ہیں اپ مجھے" پری نے گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے کہا تھا۔

"اغوا کر رہا ہوں تمہیں۔۔۔"

"کیوں؟"

"میری مرضی! "

"تمہاری مرضی کی تو۔۔۔"

"کیا کیا کہا تم نے؟" عامر نے کہتے ہی قہقہہ لگایا تھا۔

پری اپنا تکیہ کلام دہرانے پر شرمندہ سی ہو گئی تھی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔*

"ارے آج اتنی جلدی کیسے آ گئی تم؟ "

"امی وہ عامر چھوڑ کر گیے ہیں۔" پری نے شرم سے لال ہوتے ہوئے ان کو بتایا تھا۔

"کیوں تمہاری وین کو کیا ہوا تھا؟؟؟" امی نے اپنی ناگواری دباتے ہوئے کہا تھا۔

"کچھ نہیں امی!"

"تم دوبارہ عامر کے ساتھ اکیلی نہیں جاو گی سنا تم نے۔۔۔" امی نے سخت لہجے میں اسے وارنگ دی تھی۔

"کیوں امی ایسا کیوں؟؟" پری نے حیرت زدہ ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"بس پری مجھ سے بحث مت کرو اور جاو یونیفارم تبدیل کرو جا کر۔" امی نے دوٹوک لہجے میں کہا تھا۔

پری نے دوبارہ ان سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ خاموشی سے کمرے میں چلی گئی تھی۔ کپڑے بدل کر آئی تو بابا آ چکے تھے۔

"بابا جانی!" پری نے بھاگ کر ان کے گلے میں بانہیں ڈالی تھیں۔۔۔

"کیسی ہے میری بیٹی؟؟" شفقت بھرے لہجے میں بابا نے اس سے پوچھا تھا۔

ٹھیک ہوں بابا جانی! پری نے مسکرا کر بانہیں گلے سے نکالتے ہوئے کہا تھا۔

"عامر آیا تھا آج کالج تمہیں لینے؟" اچانک بابا کے منہ سے عامر کا ذکر سن کر پری کو لگا جیسے امی نے سب بتا دیا ہے بابا کو مگر امی کی طرف دیکھا تو امی بھی حیرت سے بابا کے منہ کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"کیا ہوا بھئی؟ تم دونوں ماں بیٹی مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو؟" بابا نے حیرت سے ان دونوں کو بت بنے دیکھ کر کہا تھا۔۔۔3

"تو عامر کو آپنے بھیجا تھا؟؟؟" ساجدہ نے حیرت زدہ لہجے میں کہا تھا۔

"ہاں! بی اماں کا فون آیا تھا کہ اب ان کی بہو وین پر

دھکے نہیں کھائے گی۔ انہوں نے تو ڈرائیور کا کہا تھا مگر مجھے مناسب نہیں لگا تو میں نے عامر کو بھیجنے کو کہہ دیا۔" مرتضیٰ نے ساری تفصیل سے ساجدہ کا آگاہ کیا تھا جسے سن کر وہ تھوڑی بہت مطمئن تو ہو گی تھیں لیکن مکمل طور پر نہیں۔ پری نے چپکے سے اپنی خوشیوں کے طویل رہنے کی دعا کی تھی۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔*

بی دادی کی گود میں سر رکھے وہ اپنی سارے دن کی داستان انہیں سنا رہا تھا۔ وہ بہت پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہی تھیں۔

"دادی میں پڑھا لوں گا نا خود اسے۔۔۔ آپ بات کریں نا پری کے گھر والوں سے۔" عامر نے آنکھیں بند کیے ہوئے ہی ان سے اپنی کئی دنوں سے کی جانے والی فرمائش کو دھرایا تھا۔

"بیٹا مجھے بھی تمہاری بات سے کوئی اعتراض نہیں ہے میرا ابھی دل کرتا ہے کہ تمہاری شادی آپنی آنکھوں سے دیکھ کر مروں۔۔۔" بی دادی نے آفسردگی سے کہا تھا۔

"ایسا نا کہا کریں دادی مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے اپ کے ان الفاظ سے" عامر نے دکھ بھرے لہجے میں کہا تھا دکھ، کرب، ادھوراپن سب کچھ تھا اس میں۔۔۔

"سود سے زیادہ مول پیارا ہوتا ہے۔۔۔ اور تم تو میری اولاد سے بھی زیادہ پیارے ہو مجھے۔۔ میری زندگی کا اہم جزو ہو تم۔۔ بی دادی تمہاری صرف تمہارے ایک سہارے پر ہی تو زندہ ہیں۔" بی دادی آنسو کو پیتے ہوئے اپنا دل کے راز بیان کر رہی تھیں۔۔۔

"بس کریں بی دادی۔۔" عامر نے تڑپ کر ان کا ماتھا چوما تھا۔۔

میرا لال! بی دادی نے اسے اپنے سینے میں بھینچ لیا تھا۔۔ کتنا خوبصورت منظر تھا۔۔۔ عامر بلکل کسی نومولود بچے کی طرح انکے سینے سے چمٹا تھا۔ یہ پیار تو انکا شروع سے ہی ایسا تھا۔۔۔ بی دادی سے باتیں کرنا اور پھر ان کے آغوش میں ممتا کی گرمائش محسوس کرنا عامر کو ماں کی کمی کبھی محسوس کرا ہی نہیں پایا تھا۔

چلیں دادی سو جائیں آپ۔۔ میں بھی سونے جا رہا ہوں۔۔

عامر نے بی دادی کو لیٹا کر ان کو کمبل اوڑھیا تھا اور

نائٹ بلب آن کر کے باہر نکل گیا تھا۔ بی دادی اس کے باہر نکلنے تک نا جانے کون کونسی دعائیں پڑھ پڑھ کر اس پر پھونک مار رہی تھیں۔

----------*

"یار تمہارا منگیتر تو بڑا مغرور سا لگتا ہے" دانیہ نے بڑے جلے ہوئے دل سے تبصرہ کیا تھا۔ یہ بھی سچ تھا کے دانیہ ساری رات سو نہیں سکی تھی۔۔ جب بھی آنکھیں بند کرتی تب تب عامر کا چہرا چن سے اس کے خیالوں میں آ جاتا۔ اور پھر پری کا فون اور گاڑی اسے تو کچھ بھی ہضم نہیں ہو رہا تھا۔۔

"نہیں وہ ایسے تو ہر گز نہیں ہیں۔" پری نے بڑی ناگواری سے دانیہ کو جواب دیا تھا۔۔ ایک دم سے دانیہ رونے لگی تھی اونچی آواز میں۔۔ اتنے غیر متوقع رد عمل پر پری حیران سی رہ گی تھی۔

کیا بات ہے دانیہ؟ پری اسے اس طرح روتے دیکھ کر خود روہانسی ہو گی تھی۔۔ ساری صورت حال پری کی سوچ سے باہر تھی۔۔ کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔ دانیہ کو چپ کرواتے کرواتے جب پری بھی رونے لگی تو گراونڈ میں بیٹھی چند لڑکیاں بھاگتے ہوئے ان کے پاس آئی تھی۔۔۔

"کیا ہوا ہے آپ لوگوں کو؟؟؟" ان کی ایک سنیئر ان کے سر پر کھڑی بڑے تشویش زدہ لہجے میں پوچھ رہی تھی۔ تب دونوں کو تھوڑا ہوش آیا کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہی ہیں۔۔

"کچھ نہیں آپ جا سکتی ہیں۔۔" دانیہ نے بدلحاضی سے کہا تھا اور پری کا ہاتھ پکڑ کر کینٹین چلی گئ تھی۔

"کیا بات تھی بھلا دانیہ اتنا نان سیریس بی ہیو کیوں کیا تم نے وہاں" پری غصے سے اسے گھور رہی تھی۔

"میں تمہیں کچھ بتانا چاہتی ہوں پری!" دانیہ نے بہت دھیمی آواز میں کہا تھا۔ جیسے کوئی بہت بڑا راز اسے بتانے جا رہی ہو۔

"ہاں بولو کیا بات ہے دانیہ؟" پری نے خود کو نارمل رکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"میں کسی سے پیار کرتی ہوں پری! اور اس کے بغیر جی نہیں سکتی میں۔" دانیہ نے راز سے پردہ فاش کیا تھا۔

"کون ہے وہ لڑکا اور کیا تمہارے گھر والوں کو اس بارے میں پتہ ہے؟" پری نے حیرت زدہ ہوتے

ہوئے کہا تھا۔

"نہیں! اب ہر کوئی تمہاری طرح خوش نصیب تو نہیں ہوتا نا۔۔" اس کے لہجے میں عجیب سی کاٹ تھی۔۔ جسے پری محسوس نہیں کر پائی تھی۔

"تو اب کیا مسئلہ ہے اسے کہوں نا تمہارے گھر اپنے گھر والوں کو بھیجے۔" پری نے اپنی سادہ طبیعت کی وجہ سے سادہ سا جواب دیا تھا۔

"وہ مجھ سے ملنا چاہتا تھا اور میں اسے نہیں مل سکتی جانتی ہو نا ماما کہی دوست کے گھر بھی نہیں جانے دیتی۔۔ اسی بات پر خفا ہو کر اس نے کل سے فون بند کر رکھا ہے۔ اور مجھے کہی چین نہیں آ رہا۔" دانیہ نے عجیب سی بے بسی خود پر طاری کرتے ہوئے کہا تھا۔

"اوہو۔۔ مگر دانیہ وہ گھر والوں کو کیوں نہیں بھیجتا تمہارے گھر۔" پری نے دکھی ہوتے ہوئے اس سے پوچھا تھا۔

"ابھی وہ پڑھ رہا ہے اور میں بھی۔ جب کچھ بن جائے گا تو بھیج دیے گا۔۔" دانیہ نے لاپرواہی سے کہا تھا ۔۔

پری حیرت زدہ سی دانیہ کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔۔4

"تم میرا ایک کام کرو گی پری؟؟" دانیہ نے کسی فیصلے پر پہنچتے ہوئے اسے مخاطب کیا تھا۔

"ہاں بولوں کیا بات ہے دانیہ؟؟؟ "

"تم طاہر سے مل کر اسے پلیز سمجھاو میری مجبوری بتاو اسے کہ میں نہیں مل سکتی اسے۔"

"کیا۔۔۔۔۔؟ مگر میں۔۔ وہ میں کیسے۔۔۔ دانی یہ تم۔۔۔۔" پری عجیب سی کشمکش میں مبتلا اٹک اٹک کر بول رہی تھی۔

"پلیز میری خاطر ایک بار اس سے مل لو... مجھے یقین ہے وہ تمہاری بات کو سمجھ جائے گا۔۔" دانیہ نے منت کرتے ہوئے کہا تھا۔۔

پری شش و پنج میں مبتلا ہو گی تھی اس کی یہی تو ایک دوست تھی جسے وہ بہت پیار کرتی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے مگر میں اسے کہاں ملوں گی؟؟؟"

پری نے رضامندگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا۔۔

"وہ سب میں تمہیں آج گھر جا کر فون پر بتاو گی۔"

دانیہ سکون کا سانس لیتے ہوئے کہا تھا۔ کیونکہ وہ

اپنے بہت گھناونے مقصد میں کامیاب ہوچکی تھی۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔*

عامر روز پری چھٹی کے وقت گیٹ سے باہر موجود ہوتا اور پری کو گھر ڈراپ کرتا تھا۔۔۔ چھٹی کے وقت گاڑی میں بیٹھتی پری کو عامر نے مخاطب کیا تھا۔

"کیا بات ہے؟ آج کچھ پریشان سی نظر آرہی ہو۔۔" عامر نے فکرایہ لہجے میں کہا تھا۔

"نہیں ایسا کچھ نہیں ہے بس ایک ٹیسٹ کو لیکر پریشان ہوں۔۔" پری نے بہانہ بنایا تھا۔

میری طرف دیکھو پری! تمہاری یہ آنکھیں مجھ سے مخاطب ہیں تم ان کو جتنا بھی چپ کروانا چاہو یہ مجھے سب حقیقت بیان کرتی ہیں۔ عامر نے بڑے دھیمے لہجے میں اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا تھا۔۔

پری نے اپنی آنکھیں فورا جھکا لی تھی۔۔

چلیں مجھے دیر ہو رہی ہے۔۔ پری نے نظرے چراتے ہوئے کہا تھا۔۔

"جیسے تمہاری مرضی۔۔" عامر نے کندھے اچکاتے ہوئے خاموشی سے گاڑی سٹارٹ کر دی تھی۔

گاڑی کی رفتار آج پہلے کی نسبت کچھ زیادہ ہوئی تو پری کو ڈر لگنے لگا اس نے نگاہ چرا کر جب عامر کی طرف دیکھا تو وہ سپاٹ چہرہ لیا ونڈ سکرین کی طرف نظرے جمائے ہوئے تھا۔

وہ چاہتا تھا کہ پری اور اس کے درمیان فاصلے ختم ہوجائے اور وہ ایک دوسرے کے نزدیک آنے لگے۔ کبھی تو پری اس سے کوئی ایسی بات کرے جسے سن کر اس کے دل میں لڈو پھوٹ پڑے.... دل کے ارماں آنسو میں بہ گئے کتنا خوش ہوا تھا جب اسے پری کو لانے لے جانے کی ذمے داری سونپی تھی بی دادی نے۔۔۔

"ایسا منہ کیوں بنا کر بیٹھے ہیں۔۔۔" پری سے رہا نا گیا تو آخر کار پوچھ ہی لیا۔۔

"منہ ہی ایسا ہے میرا" ناراضگی سے جواب دیا گیا تھا۔

"ارے نہیں تو کس نے کہا؟ زرا سا مسکرا دیے تو اس منہ سے کافی حد تک بہتر منہ بن سکتا ہے۔۔" پری نے مزاق اڑاتے ہوئے کہا تھا۔

وہ خاموش رہا تھا۔

"ادھر دیکھیں نا!" پری نے ضد سے بازو پکڑتے ہوئے اپنی طرف منہ کروانا چاہا تھا۔ مگر ان دونوں کے لمس آپس میں ٹکراتے ہی سب فاصلے ختم کر گئے تھے عامر کی رگوں میں محبت کا جوش ٹھاٹھیں مارنے لگا تھا۔ پری نے بھی کچھ محسوس کر کے نگاہیں جھکالی تھی۔۔۔ چینخ تو تب نکلی جب اس نے گاڑی کو اپنے گھر کے پاس روکنے کی بجائے چلتے دیکھا تھا۔۔۔

"وہ میرا گھر تو پیچھے رہ گیا۔۔۔۔۔۔" اس نے حواس باختہ ہو کر کہا تھا۔

"مگر تمہارا گھر تو ادھر ہے۔۔۔" عامر نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

نہیں مگر۔۔

"ششش۔۔۔! بہت پیار کرتا ہوں میں تم سے میرا دل تمہارے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح ہے جس کا ہر چیپٹر تمہاری محبت سے شروع ہو کر تمہاری محبت پر ہی ختم ہوتا ہے" وہ گاڑی کو ریورس کرتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہہ رہا تھا۔۔۔ پری کب دوبارہ گھر کے دروازے کے سامنے آئی اسے خبر نہیں ہوئی۔۔ وہ تو کسی سحر میں تھی جو اسے تسخیر کر رہا تھا۔۔۔ قطرہ قطرہ اسکی ذات کو پگھلا رہا تھا۔ وہ اپنے ہی خیالوں میں گھیری ہوئی تھی جب عامر نے زور سے گاڑی کو بریک لگائی تھی۔۔۔

پری خیالوں سے چونک کر باہر نکلی تھی اور خاموشی سے اتر گئی تھی۔۔۔

--------*

"دیکھوں میں تمہیں اس کام کے لیے 5000 روپے دونگی میں جب اشارہ کروں تو تمہیں بس وہی کرنا ہے جو میں نے تمہیں بتایا ہے" دانیہ نے فون پر حاشر کو پیسوں کا لالچ دیے کر آخری بار اسے منانا چاہا تھا۔۔

"مگر تم ایسا کیوں چاہتی ہو وہ تو تمہاری اتنی اچھی دوست ہے" حاشر نے تاسف سے کہا تھا۔۔

"تمہیں 10000 دونگی میں مگر تم مجھ سے اب کوئی سوال نہیں کروگے۔" دانیہ نے حتمی لہجے میں کہا تھا۔

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں" حاشر نے کسی فیصلے پر پہنچنے کے بعد کہا تھا۔۔

فون بند کرنے کے بعد حاشر اپنے کسی دوست سے ملنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ بائیک چلاتے ہوئے وہ دانیہ کے بارے میں ہی سوچتا

آیا تھا۔۔

گیٹ پر بائیک کھڑی کر کے اس نے جیسے ہی بیل دی گیٹ کیپر نے دروازہ کھول دیا تھا۔

"جی کس سے ملنا ہے آپ کو۔۔" گیٹ کیپر نے مواد ب ہو کر پوچھا تھا۔

"اپنے صاحب سے جا کر بولیں حاشر آیا ہے۔" اس نے جواب دینے کی بجائے گیٹ کیپر کو اپنا میسج دیا تھا۔

"جی صاحب" وہ اندر چلا گیا اور حاشر باہر انتظار کرنے لگا۔۔

جیسے ہی اسے پتہ چلا کے باہر حاشر آیا ہے وہ بھاگتے ہوئے چوکیدار کو کوستے ہوئے گیٹ تک آیا تھا۔

"ارے حاشر میرے جگر تم!" وہ گلے لگتے ہوئے جزباتی انداز میں بولا تھا۔

"جی جناب میں بقلم خود تمہیں تو شرم آئی نہیں تو سوچا آج تم سے مل ہی آو"

"کیوں نہیں تمہارا اپنا گھر ہے یار" وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے ڈرائینگ روم میں آئے تھے۔

"تمہیں 3 ماہ ہونے کو آئے ہیں مگر تم نے ایک بار بھی مجھے فون کر کے اطلاع نہیں دی" حاشر نے ناراضگی سے کہا تھا۔۔۔

"بس جب سے پاکستان آئے ہیں اس نے تو مجھے اپنا اسیر ہی کر لیا ہے" اس نے بے ساختگی سے کہا تھا۔

"عامر! کیا سچ میں؟ کب ہوا یہ؟؟" حاشر حیرانگی سے گویا ہوا تھا۔

"1 ماہ ہونے والا ہے منگنی کو" عامر نے سر کھجاتے ہوئے کہا تھا۔

"بڑے بے مروت ہو بلانا تو دور بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا" حاشر نے صدمے سے منہ کھول کر ایکٹینگ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"کریم چاچا زرا میرے کمرے سے منگنی والا ایلبم اٹھا کر لائیں" عامر نے چائے سرو کرتے ہوئے کریم چاچا کو ہدایت دی تھی۔۔

"بس یار اب شادی کے سارے انتظام تم ہی کرنا۔" عامر نے حاشر کو مزید صدمہ دیا تھا۔۔

"کب ہے شادی؟؟؟؟؟" حاشر حیرانگی کی تصویر بنا بیٹھا تھا۔

کریم چاچا نے عامر کو ایلبم لا کر دیا تو عامر نے ایلبم حاشر کی گود میں رکھا تھا۔

حاشر نے پہلا صفحہ جیسے ہی کھولا آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھی۔

"یہ بھابھی ہیں عامر؟؟؟؟" حاشر نے بے یقینی سے پری کی تصویر پر انگلی رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں مگر تم اتنا حیران کیوں ہو رہے ہو۔۔" عامر نے اس کی حالت کو محسوس کرتے ہوئے کہا تھا۔

"عامر خدا نے مجھے آج ایک بہت بڑے گناہ سے بچا لیا ہے۔۔ میں ایک معصوم کے ساتھ ساتھ تمہیں بھی برباد کر دیتا صرف پیسوں کے لیے نہیں اپنے پیار کو بچانے کے لیے۔" حاشر نے ساری حقیقت اس کے سامنے رکھ دی تھی اور کل کے پلین کے بارے میں اسے اطلاع دئے دی تھی۔

سب کچھ سن کر عامر تو کسی سناٹے میں آگیا تھا۔۔ دانیہ پہلی نظر میں ہی اسے اچھی نہیں لگی تھی مگر پری کی دوست ہونے کی وجہ سے اس نے اسے اپنی غلط فہمی سمجھی تھی۔۔ مگر ساری حقیقت جان لینے کے بعد اسے پری پر بے پناہ غصہ آیا تھا۔ جس نے بنا اسے بتائے کسی سے ملنے کی ہامی بھر لی تھی۔

ان دونوں نے بیٹھ کر اپنے دماغ کے مطابق اس پلین میں کچھ تبدیلیاں کی تھیں۔ کیونکہ عامر اور حاشر دونوں ہی دانیہ کے مکمل پلین کے بارے میں نہیں جانتے تھے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔*

کال کر کے دانیہ نے جگہ اور ساری بات پری کو بتا دی تھی۔ پری بار بار یہ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی کے طاہر سے کیسے ملے گی کیونکہ چھٹی ہونے سے پہلے ہی عامر گیٹ پر اس کا انتظار کر رہا ہوتا تھا۔ ابھی وہ یہی سوچ رہی تھی کے پری کا فون بجنے لگا۔۔۔

نام دیکھ کر پیاری سی مسکان اس کے لبوں کو چھو گئی تھی۔

فون اٹھا کر کان سے لگایا ہی تھا کے ساجدہ بیگم آواز دیتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ پری نے فون بند کر کے بیڈ پر اچھال دیا تھا۔

"پری! یہ آج کل کیا کرتی پھر رہی ہو تم۔۔ کچن کے کام کے تم بلکل بھی نزدیک نہیں اتی۔ جب پرائے گھر جاو گی تو کیا کہیے گے وہ لوگ۔۔" امی نے آتے ہی پری کی کلاس لیتے ہوئے کہا تھا۔

"امی! مجھے نہیں جانا کہیں بھی ابھی۔۔۔" پری نے ماں سے لاڈ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"بیٹھو! مجھے تم سے بات کرنی ہے۔۔۔" امی نے پری کی بات سن کر گہرا سانس لیتے ہوئے کہا تھا۔

"کیا بات ہے امی؟" پری نے بیڈ پر امی کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

"تمہاری بی دادی آئی تھیں آج صبح ۔۔۔وہ چاہتی ہیں کہ تمہاری اور عامر کی جلد از جلد شادی ہو جائے۔۔۔"

"مگر امی میں تو پڑھنا چاہتی ہوں" پری نے بات ٹوکتے ہوئے کہا تھا۔

"وہ تمہیں شادی کے بعد بھی پڑھانے کو تیار ہیں۔ تم اپنی ہائیر سٹڈیز کے لیے ابروڈ بھی جا سکتی ہو۔" امی نے تحمل سے اپنی بات مکمل کی کی تھی۔ پری کو ٹھنڈے پسینے آ رہے تھے اور عامر پر غصہ بھی۔

ساجدہ نے جب بیٹی کو کشمکش میں مبتلا دیکھا تو سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مزید گویا ہوئی۔

"پری ہر بیٹی کو ایک نا ایک دن اپنا گھر چھوڑ کر جانا پڑتا ہے یہ ریعت تو ہمارے رسول نے بھی نبھائی تھی۔ تم حوصلے سے اور ٹھنڈے دماغ سے جو فیصلہ کرو گی ہمیں منظور ہو گا۔"

امی کمرے سے جا چکی تھی۔۔پری کا دماغ تو صبح سے صرف اور صرف دانیہ کی طرف ہی الجھا ہوا تھا۔۔۔ اب اپنی پریشانی میں اس کا دماغ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے مفلوج ہو چکا تھا۔۔۔

فون کی بیل دوبارہ ہوئی تو پری اپنی سوچوں سے باہر ائی اور غصہ سے فون کی طرف لپکی۔

"تم انتہائی دوغلے انسان ہو۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ اتنی جلدی مجھے شادی کے لیے نہیں کہو گے اور اب تم بی دادی کو۔۔۔"

"میں ہوں پری دانیہ" دانیہ نے پری کی نان سٹاپ زبان کو بریک لگائی تھی۔

"او سوری دانیہ میں بس پریشانی میں نمبر نہیں دیکھ سکی" پری نے خفت مٹاتے ہوئے کہا تھا۔۔6

"کوئی بات نہیں میں نے تمہیں یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ میں صبح کالج نہیں آ رہی مگر تم پلیز ہاف چھٹی لیکر طاہر سے کالج کی بیک سائیڈ پر جو کینٹین ہے وہاں مل لینا۔۔۔ اور اسے سب سمجھا دینا۔" دانیہ نے اپنی آخری چال چلی تھی۔۔۔ تم کیوں نہیں آ رہی؟ پری نے حیرانگی سے پوچھا

تھا۔

"بس طبیعت خراب ہے میری"

"اچھا اپنا خیال رکھنا۔ خدا حافظ۔" پری نے بات مکمل کر کے فون بند کیا تھا۔

پری کے داماغ کی چھٹی حس بار بار اسے عامر کو سب بتانے کا کہہ رہی تھی۔ اس نے فون پر نمبر ملایا ہی تھا کے اسے پھر سے امی کی بات یاد آ گئی اور اس نے عامر سے بات کرنے کا ارادہ بدل دیا تھا۔۔۔

----------*

حاشر اور عامر دونوں ہی بہت پریشان تھے۔۔ ساری صورت حال ان کے بس میں تھی مگر دانیہ کے اگلے قدم سے وہ دونوں انجان تھے۔

ٹھیک وقت پر دونوں الگ الگ جگہ کالج سے ہٹ کر کھڑے تھے۔

اچانک گیٹ کھلا اور پری نقاب کئے باہر آئی اور سڑک پر دانیہ کی بتائی ہوئی جگہ پر طاہر کا انتظار کرنے لگی۔

اچانک بائیک آئی اور پری کے پاس آ کر رک گی۔ پری نے ڈھڑکتے دل سے اسکی گرے شرٹ دیکھی جو کہ دانیہ نے اسے بتائی تھی اور اس کے پیچھے بیٹھ گئی۔

دونوں نے خاموشی سے توڑا فاصلہ طے کیا اور قریب ہی کسی ریسٹورنٹ میں چلے گئے۔

پری نقاب بڑی مشکل سے سمبھالے ہوئی تھی۔

"آپ نقاب اتار سکتیں ہیں اور جلدی سے بلا تکلف بتائے کیا کھائیں گی۔ مجھے اپنے بھائی جیسا ہی سمجھے۔" طاہر نے پری کی شکل دیکھتے ہوئے اسے تسلی دی تھی۔

دانیہ نے ریسٹورنٹ پر نظر رکھتے ہوئے قریبی پی سی او سے فون ملایا تھا۔۔۔ منہ پر کپڑا رکھ کر اس نے آواز بدلنے کی کوشش کی تھی۔۔۔

"ہیلو کون؟" عامر نے اجنبی نمبر سے فون آتے دیکھ کر چوکنا انداز میں کہا تھا۔

"میں کون ہوں اس سے مطلب مت رکھیں میں اپکو کچھ دیکھانا چاہتی ہوں اپکی منگیتر اس وقت ایک ہوٹل میں کسی کے ساتھ ڈیٹ مار رہی ہے دیکھنا چاہتے ہیں تو فوراً اس جگہ آ جائیں جہاں میں کہہ رہی ہوں۔" دانیہ نے ایڈریس بتانے کے بعد فون بند کر دیا اور اپنے فون سے حاشر کے لیے میسج سینڈ کیا تھا۔

پری اپنی گھبراہٹ پر قابو پانے کے بعد کچھ بولنے کے قابل ہوئی ہی تھی کے حاشر کے فون پر میسج آیا تھا اور وہ اس میں مصروف ہو گیا تھا۔

"طاہر بھائی!"

"جی"

"میں اپ سے دانیہ کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں" پری نے بات آخر کار شروع کی تھی۔

"جی بولیں میں سن رہا ہوں"

"دانیہ آپ سے بہت پیار کرتی ہے اور چاہتی ہے کہ آپ اسے ملنے کے لیے فورس مت کرے وہ اپ سے ابھی نہیں مل سکتی اس کے گھر والے بہت سخت ہیں وہ آپ کو کھونا نہیں چاہتی"

"اور تم کیا کھو رہی ہو تمہیں اندازہ ہے مس پریشے" پری کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کے اس کے کانوں میں عامر کی آواز پڑی تھی۔

"عا۔۔مر۔۔۔آپ؟" وہ میں دانیہ۔۔۔ میں اپکو بتانے۔۔۔" پری اٹک اٹک کر بول رہی تھی عامر کو سامنے دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہو گئے تھے اب کیا ہو گا یہ سوچ کر ہی اس کی جان نکلے جا رہی تھی۔۔ دوسری طرف دانیہ اپنی کامیابی پر مسکرا رہی تھی۔

عامر نے مزید وہاں روکے پری کا ہاتھ پکڑا تھا اور اسے کھینچتا ہوا گاڑی تک لا کر اسے گاڑی میں بیٹھا کر خود ڈرائیو کرنے لگا تھا۔۔

"ایک منٹ کے لیے بھی تم نے انکل آنٹی کی عزت کا خیال نہیں کیا وہاں دوسروں کے کردار کی سچائیاں دیتے دیتے تم اپنا کردار کیسے بھول گئی پری" عامر زور سے چلایا تھا۔

"پری میں تم سے بات کر رہا ہوں۔۔۔ کیا تم سن رہی ہو مجھے۔۔۔۔" عامر نے پری کا منہ پکڑ کر اپنی طرف موڑا تھا۔۔ مگر پری کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر تڑپ کر منہ دوسری طرف پھیر لیا تھا۔۔ اور خاموشی سے ونڈ سکرین پر نظرے جمائے ڈرائیو کرتا رہا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔*

عامر نے حاشر کو فون کر کے گھر بلایا تھا۔۔ دانیہ نے جس طرح اسے بدگمان کرنے کی کوشش کی تھی اس سے صاف ظاہر تھا کے وہ پری کا رشتہ ختم کروانا چاہتی ہے۔

حاشر گھر آیا تو عامر لان میں ٹہل رہا تھا۔

"او حاشر بیٹھو!

"میں بہت شرمندہ ہوں عامر دانیہ نے جو حرکت کی مجھے اس کا بہت افسوس ہے۔" حاشر نے شرمندگی سے کہا تھا۔

"تم کیوں شرمندہ ہو رہے ہو۔۔؟" عامر کو حاشر کا اس طرح شرمندہ ہونا اچھا نہیں لگا تھا۔

"دانیہ کیا جانتی ہے کہ تم اس سے پیار کرتے ہو۔؟" عامر مزید گویا ہوا تھا۔۔

"جانتی ہے مگر اسے پیار نہیں پیسا چاہئے جو میرے پاس نہیں ہے۔ مجھے تو آج تک ڈھنگ کی نوکری نہیں ملی" عامر نے اپنی بے بسی بیان کی تھی۔

"اگر تم برا نا مناو تو میرے پاس تمہارے لیے ایک بہت اچھی جاب ہے مجھے ایک بھروسے مند آدمی کی ضرورت ہے اور وہ تم سے بڑھ کر اور کون ہو سکتا ہے" عامر نے حاشر کو آفر دی تھی جو اس نے فورا قبول کر لی تھی۔

"مگر میں اب دانیہ سے شادی نہیں کر سکتا۔۔ میں نے اس کی والدہ کو سب بتا دیا ہے اب وہ اسے کالج نہیں جانے دی گی۔۔ وہ جلد از جلد اس کو رخصت کرنا چاہتی ہیں۔" حاشر نے افسردگی سے عامر کو سب بتایا تھا۔۔7

"میرے بھائی کے قابل بھی نہیں وہ ہم ڈھونڈ لیں گے اپنے لیے بھابھی۔۔ تم بس میری شادی کی تیاریاں سمبھالنے کے لیے تیار ہو جاو۔۔" عامر نے اسے آنکھ مارتے ہوئے کہا تھا۔

یاہوووووووووووووو! حاشر نے خوشی سے نعرہ لگایا تھا۔۔۔

دونوں دوست کھل کر مسکرا رہے تھے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔*

بی دادی اور امی نے کب اور کیسے سب طے کیا پری کو خبر بھی نہیں ہوئی تھی۔ اس کا کالج جانا بھی بند تھا اس لیے اس کی ملاقات دوبارہ دانیہ سے نہیں ہوئی تھی اور اس کا فون بھی بند تھا۔

امی اور بابا دونوں اس کے چلے جانے سے کافی اداس سے پھر رہے تھے۔

پری سب کچھ اتنا اچانک ہونے پر عجیب سے خدشات میں گھیری ہوئی تھی۔۔۔

اس دن سے نا تو عامر نے فون کیا اور نا ہی پری کا فون اٹھایا۔ پری نے اپنے دل کا حال ایک میسج میں لکھا اور سینڈ کر دیا

سنو میرے ہرجائی!
میری قسمت
جب بھی مجھے
جو مجھے ملا
کوئی غم ملتا ہے
تیری قسمت
نا جانے کیوں؟
جو تجھے ملا۔
تیری یاد!
۔
میرے دل پہ
دستک دیتی ہے
تیری محبت!
میرے دل پہ
ظلم ڈھاتی ہے
سنو ہرجائی!
مجھ میں اب
سکت نہیں ہے
کچھ بھی اور
سہنے کی
جو میں چھوڑ
کر سب کو چلی جاوں
تو!
الزام خود کو
نہ دینا

عامر یہ میسج پڑھ کر تڑپ اٹھا وہ کب چاہتا تھا کے وہ تڑپے۔۔ وہ تو اس کے پیار میں دیوانہ تھا اسے اپنے پاس اپنی مکمل پناہ میں لانے کے لیے بے چین تھا۔۔ اسی لیے تو اس نے پری کے والدین کو دانیہ والی ساری بات بتا دی تھی۔۔۔ اور ان دونوں سے درخواست کی کے وہ پری سے اس بارے میں بات نا کریں بلکہ اس کی امانت اس کے سپرد کر دیں۔ مرتضی اور ساجدہ خدا کے اگے سجدے میں جھک جھک کر خدا کا شکر ادا نا کرتے تھکتے تھے۔۔۔ جس نے انکی بیٹی کا نصیب اتنی فرصت سے لکھا تھا۔۔

---------------------*

شادی خیر وخیریت سے ہوگئی تھی اور پری اس وقت دلہن کے روپ میں عامر کے کمرے میں بیٹھی تھی۔ سارا دن سیدھے بیٹھ بیٹھ کر اس قدر تھکاوٹ

ہو گی تھی کے اب مزید بیٹھنا محال ہو رہا۔۔۔ ابھی وہ کمر سیدھی کرنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ دروازے کی چرچراہٹ اس کے کانوں میں گونجی تو وہ ایک دم پھر سے سیدھی ہو گی۔ عامر اندر داخل ہو رہا تھابی دادی کے ساتھ۔۔۔

"چشم بدور! میری بہوپر توٹوٹ کر حسن آیاہے "بی دادی نے نظر اتارتے ہوئے چند ہزار ہزار کے نوٹ پری کے سر سے وار کر پری کو دئے تھے کے صبح اٹھ کر سب سے پہلے آنے والی نوکرانی کو دیے دئے۔

پری خاموشی سے سر جھکائے مسکرائی تھی اسے بی دادی کے پیار کا انداز بہت اچھا لگا تھا۔

"چلو بھئ مجھے دو اجازت مجھے تو آرہی ہے نیند۔ باقی باتیں میں اپنی بہو سے کل کر لونگی۔ " دادی نے مسکراتے ہوئے پوتے کی طرف دیکھ کر کہا تھا جس کی آنکھوں کی التجا وہ خوب سمجھ رہی تھیں۔ عامر نے مسکراہٹ دباتے ہوئے بی دادی کو کمرے سے باہر تک چھوڑا تھا۔

بی دادی مسکراتے ہوئے دعائیں دیتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلی گئ تھی۔

عامر واپس کمرے میں لوٹا تو پری بیڈ پر نہیں تھی۔۔۔۔ وہ بدحواس ہو کر باتھ روم کی طرف گیا تو وہاں بھی نہیں تھی پھر کسی خیال کے تحت وہ ٹیرس کی طرف گیا تو وہ چاند کی طرف دیکھنے میں اس قدر مگن تھی کے اسے عامر کی آمد کا اندازہ تھی نہیں ہوا۔

اہم اہم۔۔۔عامر نے گلا کھنگارتے ہوئے اسے اپنی طرف متوجہ کروانے کی کوشش کی تھی مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی تھی۔ عامر سے رہانا گیاتو اس کا بازو پکڑ کر جب گھما کر اپنے سامنے کیا تو پری کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر وہ تڑپ سا گیا تھا۔

"عامر میں بہت بری ہوں نا میں طاہر بھائی سے ملنے چلی گئ مگر میں اپکو کال کرنے ہی لگی تھی۔۔۔۔"""

پری اپنی بات مکمل بھی نا کر پائی تھی کہ عامر نے اس کے ہونٹوں کے قریب انگلی لیجا کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

"پری! دوستی تو اعتماد سے شروع ہوتی ہے نا۔۔۔ مگر دانیہ نے جو کچھ تمہارے ساتھ کیا میں تمہیں بتا کر پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسی لیے اتنے دن میں

تم سے دور ہی رہا کے کہیں تمہیں پتہ نا چل جائے۔ مگر آج مجھے لگ رہا ہے میں نے غلط کیا۔۔۔ میں ان آنکھوں میں آنسو دیکھنا نہیں چاہتا تھا مگر ان آنسو کی وجہ بھی میں خود ہی بنا رہا۔۔۔ تمہاری دوست نے جان بوجھ کر حاشر کو طاہر بنا کر تمہیں اس سے ملنے بھیجا اور پھر مجھے کال کر کے اس جگہ بلایا یہ کہہ کر کے تم کسی سے ڈیٹ مار رہی ہو۔۔۔" عامر نے غصہ میں اپنی اونچی ہوتی آواز کو دبایا تھا۔ پری حیرت اور بے یقینی سے پھٹی آنکھوں سے عامر کو دیکھے جا رہی اور پھر اچانک وہ لہرا کے نیچے گرنے لگی تھی عامر نے بڑھ کر اسے تھام لیا۔ عامر پاگلوں کی طرح اس کی گالوں کو تھپتھپا رہا تھا۔۔۔ اچانک اس نے پری کو بازو میں بھر کر آٹھا لیا اور آکر بیڈ پر لیٹا دیا۔ ایک دو بار پری کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے تو اسے ہوش آ گیا۔

ہوش میں آتے ہی پری پھر سے رونے لگ گئی اسے دانیہ سے یہ امید نہیں تھی اور اگر اس کے ساتھ کوئی حادثہ اس کے آگے تو کچھ بھی سوچا بھی نہیں جا رہا تھا اس سے۔۔۔8

"پری!۔۔۔۔ ادھر دیکھوں۔۔۔ میری آنکھوں میں۔۔۔ کیا تمہیں ان میں بے اعتباری کی جھلک بھی نظر آ رہی ہے۔۔۔۔ تم تو میرا اپنا آپ ہو پری۔۔۔۔ بھلا کسی کو خود پر اعتبار کیوں نہیں ہو گا۔۔۔ میں مر کیوں نا جاوں تم پر بے اعتباری کرنے سے پہلے۔۔" وہ مدھم سے لہجے میں اسے اپنا اقرار سونپ کر اسے اپنے قریب کر رہا تھا۔۔۔ پری جو اسکی باتوں میں کھوئی ہوئی اچانک اس کے قریب آنے پر حیا سے دوہری ہوئی تھی اور اسے اپنا آپ مکمل طور پر سونپ کر آنکھیں موندلی تھیں۔ آنے والا دن ان کے لیے ایک اجلی صبح لانے کی تیاری کر رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔

افسانہ۔ تلخ حقیقت از قلم۔ اقصیٰ سحر

تڑاخ... ایک زوردار طمانچے کی گونج سے پورا کمرہ سنسنا اٹھا تھا اور وہ ہاتھ گال پہ رکھے ششدر سی اپنے شوہر کو یک ٹک تکنے لگی۔

امید کرتا ہوں اب تمہیں میری بات سمجھ آ گئی ہو گی..

وہ دروازے کو ٹھوکر مارتے ہوئے باہر چلا گیا۔

اور پیچھے حیران کھڑی حمدہ یکدم چونکی اسنے ہتھیلیوں کی پشت سے آنکھوں کو رگڑا اور الماری سے اپنے اور حریم کے کپڑے نکال کر بیگ میں ٹھونسنے لگی۔

بس بہت ہو گیا اب وہ اس شخص کے ساتھ ایک پل نہیں رہے گی اسنے اپنی ازدواجی زندگی کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن اب پانی سر سے اوپر چلا گیا تھا۔ بات صرف اتنی تھی کہ اس اتوار وہ سارہ اور اشعر (نند اور نندوئی) کی دعوت کے بجائے اپنی امی کی طرف جانا چاہتی تھی اسکی ضد بڑھی تو جواب تھپڑ کی صورت ملا۔

بہت اچھا فیصلہ کیا تم نے.. وہ شخص تمہارے لائق ہی نہیں تھا تم ہی مری جارہی تھیں اس سے شادی کے لئے۔

اب بس تم اس رشتے کو ختم کرو۔ سفیان تمہیں اور حریم کو بہت خوش رکھے گا۔

ثمینہ خاتون نے بیٹی کا حوصلہ بڑھا کر سبز باغ دیکھائے وہ پہلے بھی حمدہ کی شادی سفیان سے کرنا چاہتی تھیں لیکن حمدہ کی ضد کے آگے مجبور ہو گئیں۔

ماما ٹھیک ہی کہہ رہی ہیں

وہ پر سوچ نظروں سے آٹھ سالہ حریم کو لان میں سفیان کے ساتھ کھیلتا دیکھنے لگی۔

نو ماما سفیان انکل اچھے نہیں ہیں آئی ڈونٹ لائیک ہم۔

وہ اسید سے الگ ہونے کا فیصلہ کر چکی تھی اور اب سفیان کے لئے حریم کی رائے جاننا چاہی تو اسکی بات سن کر دنگ رہ گئی۔

چند دن پہلے تک تو حریم سفیان کے گن گاتے نہ تھکتی تھی اور اب یوں یکدم اسکی رائے بدل گئی۔

تم نے مصمم ارادہ کر لیا تھا اسید سے ڈائورس لینے کا پھر اب ایسا کیا ہو گیا

ثمینہ خاتون حیرانی سے حمدہ کو پیکنگ کرتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔

میں آپکی غلطی دہرانا نہیں چاہتی ماما مجھے اپنی بیٹی کا مستقبل محفوظ کرنا ہے میں یہ بات جان گئی ہوں لڑکی بس اپنے باپ ک لئے بیٹی کا درجہ رکھتی ہے لیکن معاشرے

کے تمام دوسرے مردوں کیلئے وہ صرف ایک لڑکی کی حیثیت رکھتی ہے جیسے وہ اپنے گھناؤنے جال میں پھانسنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں چاہے پھر وہ آٹھ سال کی معصوم بچی ہی کیوں نہ ہو۔

حریم سفیان کے نام سے بھی دور بھاگنے لگی تھی حمدہ نے تھوڑی کھوج لگائی تو حیرت و صدمے نے اسکے اوسان خطا کر دیئے۔ حریم کے خوف کی وجہ اسے باآسانی سمجھ آگئی۔

حمدہ کی آنکھوں کے سامنے اپنا بچپن گھومنے لگا اسکے والدین کے ڈائورس کے بعد اسکے ساتھ بھی اسی طرح کے واقعات پیش آئے تھے۔ اور اب اسکے ایک فیصلے سے وہی سب کچھ اسکی بیٹی کے ساتھ دہرایا جاتا۔ اس نے ایک جھرجھری لے کر بیگ اٹھایا اور حریم کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اپنے گھر روانہ ہو گئی۔

از قلم وجاہت !   قانون قدرت

یہ قانون قدرت ہے اور معاشرتی اصول بھی جس چیز کے لیے انسان بہت سی امیدیں رکھتا ہے اور پل پل اس چیز کے ملنے دعائیں کرتا ہے تو جب وہ چیز یا ہستی آپ سے چند قدم کی دوری پر ھو تو اس چیز کے ملنے کی خوشی پچھلی تمام تکلیفوں اور دکھوں کو ایک پل میں ختم کر دیتے ہیں

سائرہ کو جمیل کی دلہن بنے ہوے پانچ سال ھو چکے ہیں

لیکن پانچ سالوں میں بہت کچھ بدل چکا تھا شروع شروع میں تو سسرال میں اسکی بہت آو بگھت ہوئی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ یہ محبت پہلے شک پھر گمان پھر دبی دبی سرگوشیوں اور آخر میں نفرت بن چکی تھی

سائرہ جو کہ پہلے اپنے سسر ساس کی بیٹی نند اور دیو روں کی بہن تھی اب ایک بوجھ بن گئی تھی

اولاد کا ہونا نا ہونا اللہ پاک کے کام ہیں ہم سب یہ بات مانتے ہیں لیکن جب اس پر عمل کرنے کی بات ہوتی ہے

تو ہم ایک مسلم نہی معاشرتی حیوان بن جاتے ہیں

سائرہ نے بہت دعائیں کیں رو رو کر اپنے رب سے

اپنی خالی جھولی کو بھرنے کی درخواست کی

آخر کر رب نے اسکی سن لی اور پانچ سال بعد گود ہری ہونے والی تھی

جیسے ہی ڈاکٹری رپورٹ نے اسکی گود ہری ہونے کی تصدیق کی وہ رب کے حضور سجدے میں گر گئی

جمیل جو کہ سائرہ سے بس مطلب کی بات کرتا تھا

اچانک سے محبت پاش نظروں سے سائرہ کا گرویدہ ہونے لگا

ساس اور سسر اپنے رویے پر نادم ہوے

اور دبے لفظوں میں اسکا اظہار بھی کیا

نند اور دیور الگ سے بھابھی بھابھی کی رٹ لگائے ہوے تھے

سائرہ اتنی ساری محبت ملتے ہی پچھلے تمام گلے بھلا بیٹھی

سب کے سب آنے والے مہمان کی باتیں کرتے رھتے

بہت ہنسی مذاق چلتا رہا گھر میں

نند کہتی مجھے بھتیجی چاہیے

ہم دوست بن کہ رہیں گے

دیور کہتا چل بھاگ مجھے بھتیجا چاہیے

سب سائرہ کا بہت خیال رکھ رہے تھے کوئی اسے کام کے قریب تک نہ جانے دیتا!

شام کو جمیل گھر واپس آتے ہوے بہت سے کھلونے لے آیا

سب بہت خوش ہوے

یہ جوتا کس لئے لائے ھو اس نے کون سا آتے ہیں بھاگنے لگ جانا ہے

سائرہ کی ساس نے ہنستے ہوے کہا

جمیل نے جو تا لے لیا اور بولا

اماں مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ ایک لمحے میں میرے پاس دوڑتا ہوا آئے گا

اور میرے سینے سے لگ جائے گا!

جمیل روز اس جوتے کو اپنے سرہانے رکھ کہ سوتا!

سائرہ بہت زیادہ خوش ہوتی تھی!

دن گزرتے گزرتے آخر کار وہ دن بھی آ گیا جب اس ننے مہمان نے دنیا میں آنا تھا

سائرہ کو ہوسپٹل لے جایا گیا!

آپریشن تھیٹر کے باہر سب رب کے دعا میں مصروف تھے

لیکن رب کو کچھ اور ہی منظور تھا

ڈاکٹر باہر نکلے!

سب بھاگ کر ان کے پاس گی ئے

ڈاکٹر صاب سائرہ کیسی ہے؟

بچہ کیسا ہے؟

بتائیں ناڈاکٹر صاب!

دیکھیں میں معافی چاہتا ہوں! ماں اور بچہ دونوں نہی بچ پائے

کیا!!!!!!!!

یہ لفظ تھے یا صور پھونکا گیا تھا؟

جمیل کے ہاں قیامت برپا ہو گئی

آج گلیوں کے اندر ایک شخص پاگلوں کی طرح گھومتا پھرتا ہے

اس کے گلے میں جوتی ہے چھوٹی سی!

اور ایک کتبہ ہے گلے میں

جس پر لکھا ہے!

جوتا برائے سیل! بہت قیمتی ہے! جو کبھی پہنا نہی گیا!

افسانہ: مکافات عمل مصنفہ: نیلم شہزادی
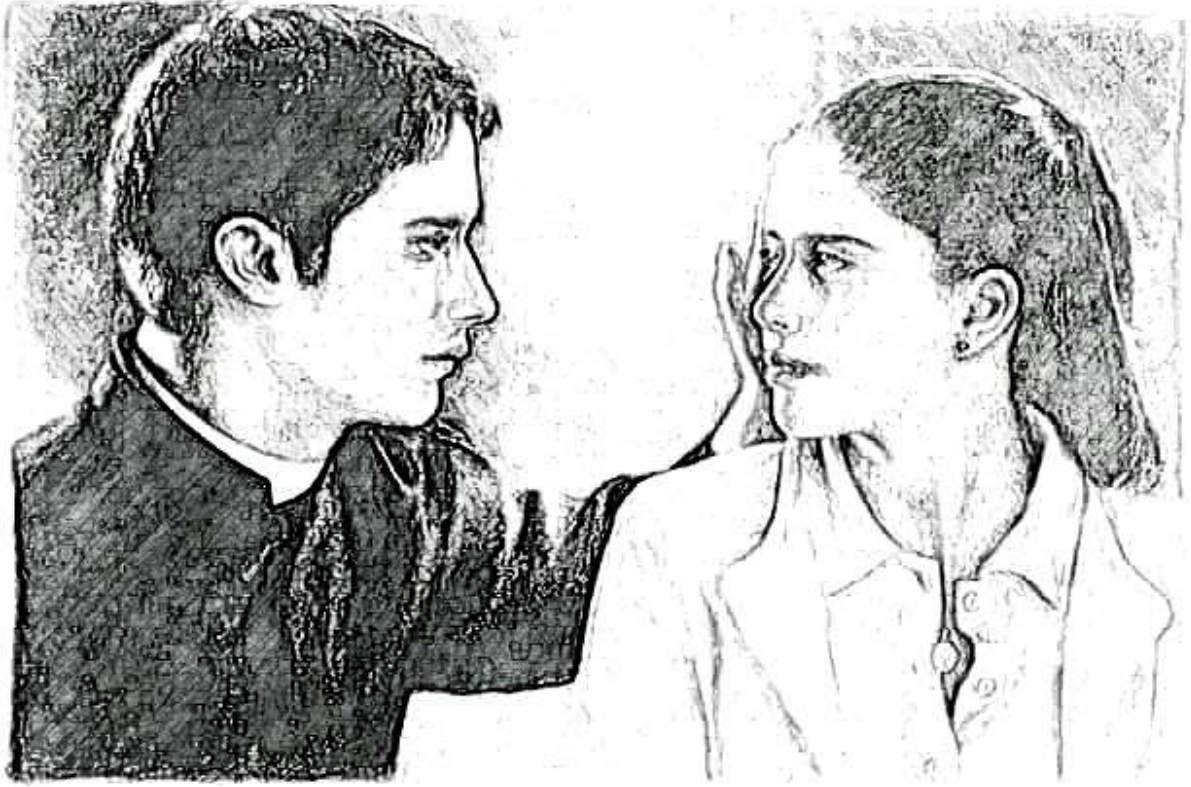
بے نور، ٹھٹھرتی، کالی سیاہ رات تاحد نگاہ یوں پھیلی ہوئی تھی جیسے کسی نے کالی سیاہی پورے جہاں پہ انڈیل دی ہو- مستزاد... کالی سیاہی پہ کہرنے اپنی مہین گدلی چادر بچھا کر رات کی خوفناک تاریکی کو ہیبت ناک بنا ڈالا تھا-

تاریک، دھند میں لپٹی جاڑے کی سرد رات اور...... چار سو پھیلی جامد خاموشی- ایسے میں کالی رات ان دو عورتوں کو دور سے تکتی تو اپنے بھدے چہرے پہ کچھ اور سیاہی مل لیتی-

"نکل جا میرے گھر سے، دفع ہو جا اپنا ناپاک وجود لے کر........... بہت کر لی تو نے میرے گھر اور میرے بیٹے پہ حکمرانی.......!" ثریا بیگم نے اپنی بہو کو بے رحمی سے دھتکارتے ہوئے گھر کی چوکھٹ سے باہر لا پھینکا-

"اماں تجھے خدا کا واسطہ..... ایسا نہ کرو میرے ساتھ.--------!!!!

یہ دیکھ میں تیرے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں......"بہو نے چوکھٹ کے بیچوں بیچ جمی کھڑی اپنی ساس کے آگے ہاتھ جوڑ دیے. اسکی درد بھری سسکیاں چار سو پھیلی ٹھنڈ کے چوڑے سینے سے ٹکرا کر پاش پاش ہو رہی تھیں، بے مول ہو رہی تھیں-

"چل دفع ہو جا..... (ساتھ ہی موٹی سی گالی دی) اررررے.... میرا بس چلے تو تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر کے راوی میں بہا دوں.. (وہ ہاتھ نچا نچا کے بول رہی تھی) معافی مانگتی ہے... اونہہ!!!!" ساس نے نفرت سے ہنکارا بھرا. اسکا لہجہ فرعونیت سے پر تھا. ایک اور دھکا دیتے ہوئے نخوت سے سر جھٹکا.

بہو نے اپنے ناتواں پڑتے وجود کو سنبھالا دینے کی غرض سے فرش پہ ہاتھ جمائے... مگر بے سود... پوری کوشش کے باوجود وہ منہ کے بل ٹھنڈے ٹھار فرش پہ گری تھی. اسکے ہونٹوں سے خون رسنے لگا. ٹھنڈا فرش اسے بے سہارا پا کر اور بھی بے رحم پڑ گیا

.

کالی سیاہ رات نے سرد آہ بھری اور منوں کے حساب سے برفیلا دھواں ہوا کے کاندھوں پہ لاد دیا.

"اماں .... مجھے معاف کر دے... میں تمہاری ہر بات مانوں گی... جیسا تم کہو گی ویسا ہی کروں گی... میں اتنی رات کو کہاں جاءوں گی؟؟؟؟

میری ماں جیتے جی مر جائے گی... تجھے خدا کا واسطہ ...اماں.. " روتے روتے اسکا گلا بیٹھ چکا تھا. طاقت کے نشے میں شرابور ساس نے اپنے پیروں پہ دھرے اسکے ہاتھوں کو کچلا اور دھاڑ سے دروازہ بند کر دیا. زخمی ہاتھ دروازہ بجا بجا کے ٹوٹ سے گئے تھے. شدید سردی میں مزید وہاں ٹھرنا محال ہو چکا تھا. جب ایک عورت ہی دوسری عورت کی دشمن بن جائے تو نتائج بھیانک ہوا کرتے ہیں.. سرد سیاہ رات نے تڑپ کر کروٹ بدلی اور اپنی گیلی ہوتی آنکھوں کو میچ ڈالا-

----

---------------- باہر دروازے پہ

ہونے والی دستک دم توڑ چکی تھی. اندر گرم لحاف میں دبکی بیٹھی ثریا بیگم چلغوزے کھا کھا کر تھک چکی تو آنکھیں موند گئی.

بہو کو گھر سے نکالتے وقت ایک بار دل میں خیال آیا کہ بیرون ملک مقیم بیٹے کو کیا کہے گی؟؟؟

دوسرے لمحے ہی میں انکے شیطانی ذہن نے ایک شاندار منصوبہ پیش کر دیا. بہو کی بد چلنی کے ایسے ایسے قصے گھڑ لیے کہ سوچتے ہوئے بھی... توبہ.. توبہ..!!!!!!!!!

کھٹ پٹ کی تھکی تھکی آواز نے ثریا بیگم کے سوئے ہوئے ذہن پہ دستک دی تو اس نے بمشکل سر لحاف سے نکال کر دوش دیوار پہ ٹنگی گھڑی کو گھورا جس کی سوئیاں رات کے بارہ بجا رہی تھیں. جب سویا ہویا ذہن بیدار ہوا تو سماعتوں سے ٹکراتی کھٹ پٹ کی آواز باقاعدہ دستک میں ڈھلی، نجانے کون.. اتنی رات کو مسلسل دستک دیے جا رہا تھا.؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟

مسلسل ہوتی دستک نے گرم بستر سے نکل کر دروازے تک جانے پہ مجبور کر دیا. پرسکون نیند نے اسے بھلا دیا تھا کہ چند گھنٹے پہلے اس جان لیوا سرد رات میں کتنی بے دردی سے اس نے بہو کو بے گھر کیا تھا. اس وقت یاد تھا تو صرف اپنا بے آرام کیا جانا.... بڑبڑاتے ہوئے دروازے کی کنڈی کھول کر ذرا سا باہر جھانکا تو سامنے موجود لڑکی کو دیکھ کر چودہ طبق روشن ہو گئے... صدمے کی زیادتی سے آنکھیں پھٹ گیئں.

"تت......تم"

آواز کپکپا کر ٹوٹ گئی.. اور لبوں پہ ہی دم توڑ گئی. بے یقینی ہی بے یقینی تھی. دونوں عورتوں کی آنکھوں سے وحشت ٹپکنے لگی. خود کو یقین دلانے کی خاطر ڈرتے ڈرتے سامنے موجود لڑکی کو چھونا چاہا تو.... انکی لاڈلی بیٹی ٹوٹی شاخ کی طرح ان کے سینے سے آلگا. بیٹی کی اجڑی پجڑی حالت نے انکے ہوش اڑا دیے تھے.

"امی.. میری ساس اور نندوں نے مجھے دھکے دے کر گھر سے نکال دیا... میں نے بہت منتیں

کیں... انہوں نے میری ایک نا سنی.. انہوں نے مجھے مارا.... ماں.. یہ دیکھ.. " وہ اپنے جسم پہ مار سے پڑنے والے نشان دکھاتی ہوئی بول رہی تھی... اور ثریا بیگم سوچ رہی تھی کہ ان کی بیٹی تو اپنے شوہر کی 'من چاہی' تھی.. پھر یہ سب کیسے ہو گیا...؟؟؟

" تیرے شوہر نے روکا نہیں انہیں....؟؟؟" لہجہ ڈوب ڈوب گیا.

"امی... ان ماں بیٹیوں نے مجھ پہ بد چلنی کا الزام لگایا... میں لاکھ منتیں کرتی رہی. صفائیاں دیتی رہی... مگر عدیل نے میری ایک نہ سنی... اور مجھے اپنے گھر سے.. اپنی زندگی سے نکال باہر کیا.." کالی سیاہ سرد رات کا سینہ شق ہوا جاتا تھا مگر وہ پھر بھی خاموش تھی..

ثریا بیگم کی پتھر ہوتی نگاہوں کے سامنے کچھ دیر پہلے کا منظر پوری جزئیات سے گھوم گیا.

یہی لفظ تھے، یہی ٹوٹا بکھرا لہجہ - فرق تھا تو صرف... چہرے کا.. زندگی بھی کیسے کیسے روپ بدل کر ہمارے سامنے آئینہ بن کر آن کھڑی ہوتی ہے.

چوکھٹ پہ عین اس مقام پر اسوقت انکی نیم مردہ ہوتی، بیٹی گری رو رہی تھی... جہاں چند گھنٹے پہلے کسی اور کی بیٹی بیٹھی تھی.. ثریا بیگم کی بازی الٹ چکی تھی. سیاہ، سرد رات کی کالی آنکھیں پھر سے اشکبار ہوئیں. کالی رات نے ایک اور راز اپنے سینے میں دفن کیا تھا.. جس نے اس کی پر اسراریت کو کچھ اور بڑھا دیا تھا...

بے نور، ٹھٹھرتی، کالی سیاہ رات منہ ہی منہ میں بڑ بڑاتی تھی......

"یہ دنیا مکافات عمل ہے...

نیلم شہزادی... کوٹ مومن

محبت تحریر: گل ارباب

محبت محبت.

یار کیا بکواس ھے یہ ؟.

کوئی سا بھی چینل لگاو.

کوئی سا بھی ڈرامہ دیکھو بس محبت کے راگ الاپے جا رھے ھیں

ھر فلم کی سٹوری بس محبت ھے.

کہانی کو ادھر ادھر سے گھما پھر کے تان آخر محبت پہ ھی ٹوڑتے ھیں.

کوئی ڈایجسٹ کوئی کتاب اس مصیبت کے بغیر مکمل ھئ نھیں ھیں.

موبایل اٹھاو تو وھاں محبت کا رونا..

ھر شعر ھر نظم ھر غزل بس محبت کے دم سے سر سبز وشاداب ھے.

میر تقی میر ھے غالب ھے کہ جگر ھے

درد ھے کہ سودا ھے کہ ساحر ھے

فیض ھے کہ فراز ھے ناصر ھے کہ پروین ھے

سبھی کو محبت کے سوا کچھ نہ سوجھا نہ سوجھنے کی امید ھے۔

سھیلیوں سے بات کرو تو محبت کا رونا ھے۔

کسی کے منگیتر نے رات 12 بجے سالگرہ پہ وش نھیں کیا۔

کسی کے بوائے فرینڈ نے گھر والوں سے شادی کی بات نھیں کی تو کسی کے شوھر نے چوک پہ گجروں کو دیکھ کر یہ سوچے بغیر کے بیوی کو موتیئے اور بیلے کی کلیاں کتنی پسند ھیں گاڑی آگے بڑھادی۔

کسی کو پروفیسر سے محبت ھو گئی ھے کسی کو ایکٹر سے

خدایا اس نے سر پکڑ لیا۔

گانا لگاؤ تو

گلوکار چیخے گا۔ محبت برسادے

کیسٹ بدلو۔

تو اے محبت تیرے انجام پہ رونا آیا۔

کہاں جاوں میں؟ جہاں یہ محبت محبت کا کھیلا نہ کھیلا جا رھا ھو۔

وہ مسلسل بولے جا رھی تھی

جبکہ حور بانو انڈین ڈرامے کے اک جذباتی سین میں یوں کھوئی ھوئی تھی کہ جیسے نظر ادھر ادھر ھوئی تو ھیرو کے ھاتھ سے ھیروین کا ھاتھ چھوٹ جائے گا جو پہاڑ کی اونچائی سے گر رھی تھی اور ھیرو نے اس کا ھاتھ تھاما ھوا تھا۔

اور ایسی حالت میں بھی دونوں طرف سے لمبے لمبے ڈایلاگ مارے جا رھے تھے۔

نور نے پہلے حور بانو کی طرف اور پھر ٹی وی سکرین کی طرف دیکھا۔

حور بانو کی انکھیں آنسوؤں سے بھری ھوئی تھیں اور ھیروین کے مر جانے کے خیال سے وہ ھچکیوں اور سسکیوں کے لیے بلکل ریڈی تھی

ارے نوراں ایک پیالی چائے پلا دے.

اس نے کچن کی طرف منہ کر کے اک چیختی ھوئی فقیرانہ صدا لگائی.

جیسے کہہ رھی ھو اللھ کے نام پہ بابا کچھ تو دے ھی دو.

نور بی بی اپ کو کسی کا دکھ نظر نھئں اتا بلکہ اپنی چائے کی ھی پڑی رھتی ھے.

وہ چائے کی پیالی ٹیبل پہ پٹخنے والے انداز میں رکھ کے کچھ دیر تو دکھی نظر انے کے پوز دیتی رھی لیکن جب نور نے اسے نوٹس نہ کیا تو بلآخر بول پڑی.

کیا ھو گیا نوراں تجھے کون سا دکھ لگ گیا.

بی بی اماں میرا رشتہ طے کر چکی ھے.

مجھے پتہ ھے امی نے بتایا ھے.

مبارک ھو.

اچھا تو تمھیں میرے مبارک باد نہ دینے کا دکھ ھے ؟

ھائے سو سویٹ نور نے اسکی طرف اک بوسہ اشارے سے پھینکا.

ایکسکوز می باجی.

اس نے بوسہ ناگواری سے نور کی طرف واپس اچھالا.

مجھے یہ رشتہ پسند نھیں ھے.

مگر کیوں لڑکا اچھا خاصا ھے.

کماتا ھے خوبصورت ھے.

پانچ مرلے کس گھر ھے.

گھر میں دو واش روم ھیں اک اتے تے دوسرا تھلے.

وہ شرارت سے ایک آنکھ دبا کر نوراں سے کہہ رھی تھی..

ھاں مجھے پتہ ھے چار سو دفعہ تو اماں نے یہ کہانی سنائی ھو گی اپ کو.

نھیں نھیں اس سے آگے بھی ھے کہانی.

نور نے انگلیوں پہ گننا شروع کیا.

واش روم میں سارا سامان پورا ھے اک لوٹا اک رتی(لال)بالٹی بھی ھے اک اتنی وڈی نور نے ھاتھ سے

بازو تک اشارہ کیا دانت صاف کرنے والی کریم بھی

ھے.

اک صبونڑ خشبو والا اتنا موٹا دونوں ھاتھوں سے

موٹے کی تفصیل بتائی.

اور...

خدا کے لیے نور بی بی بس کریں اس نے ھاتھ

جوڑے.

میری بات سن لیں پلیز.

حور بانو ابھی تک اسی سین میں پھنسی ھوئی تھی ابھی

تک ھیروین لٹک رھی تھی اور ھیرو نے ھاتھ تھاما

ھوا تھا.

اتنی دیر تک کوئی کیسے یوں اک 55 کلو کی لڑکی کا

ھاتھ پکڑے سارا وزن ایک بازو پہ اٹھا سکتا ھے؟

نور نے سین دیکھتے ھوئے سوچا.

مجھے بھورا پسند ھے نور بی بی.

وہ شرمانے کی کوشش کرتی ھوئی دوپٹے کا اک کونا

انگلی پہ لپیٹتی ھوئی بولی.

اچھا اچھا اب یہ اوور ایکٹینگ چھوڑ.

نور نے اسے ڈانٹا.

اور سیدھی طرح بتا کہ یہ بھورا کون ھے؟

تجھے اس سے محبت کیوں ھوئی.

کسی کالے

نیلے یا پیلے سے کیوں نہ ھو گئی.

بس جی نور بی بی محبت تو بس ھو جاتی ھے.

یہ تو روح کے ساز پہ گایا ھوا گیت ھے.

یہ ھی تو سانسوں کے ردھم کی ضمانت ھے

یہ تو انکھوں میں بسی امیدوں کا عکس ھے.

یہ تو...

نور بانو نے اسکے رٹے ھوئے ڈایلاگ سنے اور یاد

کرنے لگی کہ یہ دیوداس فلم کے ھیں یا تیرے نام

میں سلمان خان نے بولے تھے.

اس نے گھور کے نوراں کو دیکھا.

بس اک تو ھی رھتی تھی تیرا مسلہ بھی محبت ھی نکلا.

جاسیدھی طرح برتن دھو جاکر.

وہ منہ بنا کر چلی گئی.

گھر میں نور کی شادی کی تیاریاں ھو رھی تھیں.

6 مھینے پہلے ابھی فاینل ایگزامز ختم ھوئے تھے کہ منگنی کا ھنگامہ شروع ھو گیا تھا.

امی ابا کی پسند پہ سر جھکاتے ھی بنی تھی کیونکہ وہ محبت کے نام سے بہت الرجک تھی.

والدین نے بصد اصرار اسے ٹٹولا کہ اگر کوئی پسند ھے تو بتادو ھم جانچ پڑتال کر کے فیصلہ کر دین گے.

مگر اس نے توبہ کر کے بتایا کہ مجھے اس واھیات لفظ سے ھی چڑ ھے تو میں کسی کو پسند کیسے کر سکتی ھوں؟

شادی انتہائی دھوم دھام سے ھوئی.

شادی کی پہلی رات جب لڑکیاں شوق سے شوھر کا اظہار سنتی ھیں

کہ باقی سفر خیات کے لیے یہ پہلی رات کے الفاظ زاد راہ کا کام دیتے ھیں.

اسے کوئی شوق نھیں تھا لیکن پھر اک معجزہ ھو گیا..

.شوھر نے گھونگھٹ اٹھا کر اپنے لہجے میں شھد بھر کے میٹھے بول بولنے شروع کیئے تو.

وہ حیا کے احساس سے جھکی اپنی بوجھل پلکوں کو بمشکل اٹھا کر دیکھنے لگی.

دونوں کی نظریں ملیں اور اسے خبر بھی نہ ھوئی کہ کیا سے کیا ھو گیا.

وہ تو چند دن بعد جب اسکے انتظار میں پورا دن کچھ کھانے کو جی چاھا نہ پینے کو اور اسکی شکل دیکھتے ھی دل کی مرجھائی ھوئی کلی کھل سی گئی تب اسے احساس ھوا کہ اسے تو اس شخص سے جس سے نکاح کے دو بول پڑھائے گئے ھیں شدید قسم کی محبت ھو گئی ھے.

تب نور بانو پہ اک راز منکشف ھوا کہ محبت اور وہ بھی سچی محبت.

خود رو پودوں کی طرح دل کی زمیں سے پھوٹتی جاتی ھے

اور فقط موسم کی پہلی بارش کی طرح نکاح کے دو بول ان پودوں پہ رنگ برنگے پھول کھلا دیتے ھیں.

وہ پھول جو سدا بہار ھوتے ھیں جن پہ کبھی خزاں کا سایہ نھیں پڑتا کبھی کبھی موسم کی شدت سے ذرا سا مرجھانے لگتے تو ان پھولوں کی تازگی روٹھنے منانے سے یوں دوبارہ لوٹ اتی ھے۔ جیسے پھول پہ شبنم کے چند قطرے پڑنے سے تازگی کا احساس ھوتا ھے۔

بہت خوبصورت زندگی تھی شادی کے بعد کی۔

وہ والدین جن سے اک پل کی جدائی دل کو تڑپاتی تھی اب یاد بھی آتے تھے تو ان لمحات میں جب اس کا سرتاج اسکے پاس نھیں ھوتا تھا۔

نور سوچتی کتنا پیارا رشتہ ھے یہ میاں بیوئی کا بھی۔

جس رشتے کی اساس ھی محبت ھے۔

وہ رشتہ خوبصورت کیوں نھیں ھو گا۔

رنگوں خوشبوؤں اور خوشیوں کے رنگوں سے کھیلتے کھیلتے وہ ایک بچے کی ماں بن گئی تھی۔

اللہ نے انکے مظبوط بندھن کو مزید مظبوطی بخش دی تھی۔

ان ھی دنوں اسکی نند روٹھ کر گھر آئی ھوئی تھی۔

رانی اپا بہت خوبصورت تھیں خاندان سے باھر انکی شادی ھوئی تھی اور اب شادی کے دس سال بعد جب انکے سکول جانے والی عمر کے دو بچے بھی تھے۔

انکے شوھر کسی دوسری عورت کے چکر میں پڑ گئے تھے۔

وہ بھائی کو اپنے دکھڑے سنا رھی تھیں۔

میں نے اپنی آنکھوں سے انکی موبائل میں ائی لو یو کے میسج دیکھے ھیں۔

علی اگر دوسری طرف سے ائے ھوتے یہ میسج تو اتنا دکھ نہ ھوتا۔

یہ میسج میرے شوھر کی طرف سے گئے ھوئے تھے۔

ھر میسج میں لو یو اور مس یو جان لکھا تھا۔

وہ تڑپ تڑپ کر رو رھی تھیں۔

علی نے نور کی طرف دیکھ کر انکھ سے اشارہ کیا تو وہ ھمت کر کے انکو تسلی دینے لگی۔

دفعہ کریں رانی اپا ایسے انسان سے کوئی رشتہ رکھنا ھی نھیں چاھیے جو اپکی قدر نہ کرے۔

رانی اور زور زور سے رونے لگی تھی۔

اپ ان سے طلاق لے کر ادھر آجائیں اپکے بھائی اپ کو رکھ سکتے ھیں۔وہ انکا ھاتھ پکڑے کہہ رھی تھی۔

رانی اپا نے اسکی بات سن کر اچانک ھاتھ چھڑایا۔

اور ناگواری سے بولیں۔

کیسی باتیں کرتی ھو نور بانو؟

اب میرے بچوں کو بن باپ کے ھونے کی بددعا تو نہ دو نا۔

اتنی سی بات پہ بھلا طلاق کون لیتا ھے۔

مرد ھے سب کچھ کر سکتا ھے۔

وہ تو میرا بلڈ پریشر زیادہ ھو گیا تھا اس لیے اتنا ھنگامہ کر دیا۔

وہ خیرت سے کنگ سی انھیں دیکھے گئی۔

رات تک رانی اپا کے شوھر انھیں لینے ائے اور وہ ھنسی خوشی گھر کو واپس ھو لیں۔

نور بانو کی سمجھ میں نھیں ایا کہ یہ سب کیسے ھو جاتا ھے

کہ شوھر کی کمزوریاں اپنی انکھوں سے دیکھ کر بھی بیوئی اسکے پاس کیسے رہ سکتی ھے۔

ھو نہہ میں ھوتی تو ایسے شوھر پہ لعنت بھیج کر اپنا رستہ بدل لیتی۔

پچھلے دنوں شادو کے ساتھ بھی یہ ھوا تھا۔

شادو تیرا شوھر دوسری بیوئی لے آیا ھے؟

ھاں بی بی جی شادو نے جھاڑن قالین پہ رکھ کر اس کی طرف دیکھا اور اسی جگہ قالین پہ بیٹھ گئی۔

نور بانو نے دیکھا شادو کے ھاتھوں اور چہرے پہ نیل پڑے ھوئے تھے اور ایک انکھ بھی نیچے سے سوجی ھوئی تھی۔

یہ یہ کس نے؟

نور نے اسکے نیلوں کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

یہ مشتاقے بدبخت نے مارا ھے بی بی۔

وہ اس ڈاین کو میرے کوٹھے میں لے ایا تھا۔

اپ تو جانتی ھو بی بی اس کوٹھے کی چھت پکی لینٹر والی ھے

وہ میں نے کمیٹیاں ڈال کر ڈلوائی تھی۔

کہ بارش سے سارا سامان برباد ھو جاتا تھا۔

میں نے مشتاقے سے کہہ دیا تھا کہ جدھر رکھتے ھو اس کمینی کو رکھو مگر میرے کوٹھے کی طرف مت لانا۔

اس کم بخت نے وھی کیا۔

مگر میں نے بھی خوب مار کھائی لیکن اس کو اپنے کوٹھے میں گھسنے نھیں دیا

اب سامنے والے کچے کوٹھے میں رھتی ھے مشتاقے کے ساتھ۔

وہ اپنی کہانی سناتے ھوئے جھاڑن سے کھیل رھی تھی۔

تو شاداں تم صرف اس بات پہ مطمعن ھو کہ مشتاق کی دوسری بیوئی تمہارے پکے کمرے میں نھیں رہ رھی؟

نور بابو نے خیرت بھرے انداز میں اس سے پوچھا

جی بی بی اپ بڑے لوگ ھو اپ کے لیے عشق اور محبت عزت اور بے عزتی بڑی چیزیں ھیں اپ لوگ دل کی بربادی کا رونا روتے ھو مگر ھم غریب لوگوں کے لیے تو سب سے اھم پیٹ ھے پھر اس کے بعد سر ھے.

ھم پیٹ میں روٹی اور سر پہ چھت چاھتے ھیں

یہ دل تو بھرے پیٹ والوں کا مسلہ ھے.

شاداں اپنا فلسفہ بیان کر کے دوبارہ کام میں لگ گئی

شاداں. نور نے بستر کی چادر ٹھیک کرتی شاداں کو دیکھتے ھوئے آواز دی

جی بی بی.

جب مشتاق تمہارے سامنے دوسری بیوئی کے پاس کمرے میں جاتا ھے.

تو تمھیں درد نھیں ھوتا؟

نور نے دیکھا ایک لمحے کے لیے شاداں کے ھاتھ رکے اور تکیے کے غلاف کو گھورتے ھوئے وہ اپنی انکھوں کی نمی چھپا گئی..

دوسرے ھی پل اسکے ھاتھ غلاف چڑھانے لگے.

نور بی بی شاداں کیا اور شاداں کی اوقات کیا؟

یہ درد تو بڑی بڑی عورتوں نے سہا ھے.

پیغمبروں کی بیویوں نے.

ھماری ماوں نے

بڑی بری بیبیوں نے..

یہ درد تو مرد کو چار بیویاں رکھنے کی اجازت دے کر اللھ نے عورت کو بخش دیا ھے.

اور اللھ کی دین سے انکار تو ممکن ھی نھیں ھے

اس درد کے بدلے میں اللھ نے صبر کا پھل بھی تو رکھا ھے.

وہ بول رھی تھی اور نور بانو کے اندر اداسی پھیل رھی تھی.

جانے اتنا بڑا دل کہاں سے لاتی ھیں یہ عورتیں؟

اف خدایا

وہ خیران تھی

میں تو کبھی علی کے ساتھ اس معاملے میں سمجھوتہ نہ کروں.

شکر ھے علی تو ایسا نھیں ھے.

مجھے خود سے بھی زیادہ اس کی محبت پہ بھروسہ ھے.

وہ موبایل ھاتھ میں لیے اپنی اور علی کی سیلفی کو محبت سے دیکھتی ھوئی سوچ رھی تھی.

حور بانو کی شادی تھی..

امی نے ساری تیاریاں اس کے حوالے کی ھوئی تھیں
.

وہ شاپنگ مالز کے چکر لگا لگا کر عاجز آچکی تھی.

خدا خدا کر کے رخصتی کا دن ایا.

حور بانو دلہن بنی خالہ زاد انیس کے سنگ سٹیج پہ بیٹھی بہت پیاری لگ رھی تھی.

بلاشبہ چاند سورج کی جوڑی ھے نور نے احمد کو باپ کے حوالے کرتے ھوئے سوچا اور مسکرانے لگی.

ارے اج تو ہمارے قتل کا پروگرام ھے بیگم.

علی نے اسکے سرخ جوڑے پہ سولہ سنگھار دیکھ کر شوخی سے کہا.

وہ شوھر کی تعریف پہ شرمیلی سی مسکراھٹ لبوں پہ سجائے سٹیج کی طرف بڑھ گئی.

ارے عظمی کیسی ھو؟

وہ اپنی بچپن کی دوست سے بہت دنوں بعد مل رھی تھی.

خالہ کے دیور کی بیٹی تھی عظمی

شکر ھے اللھ کا وہ مسکرائی

اب تو بیاہ شادی میں ھی ملنا ھوتا ھے.

تم تو کنیڈا چلی گئیں تھیں نا؟

ھاں نا یار اسی لیے تو تمہاری شادی میں بھی شریک نہ ھو سکی.

وہ دونوں صوفوں پہ بیٹھ چکی تھیں.

میوزک پہ ابا نے پابندی لگا رکھی تھی اس لیے ھال میں باتیں ھو سکتی تھیں ورنہ تو میوزک کی تیز اور کانوں کو پھاڑتی آواز شادیوں میں لوگوں کو مسکراھٹوں کے تبادلے تک ھی محدود رکھتی ھے.

بیٹا کہاں ھے؟

باپ کے پاس ھے مردانے میں.

تم سناو شادی کب تک ھے؟

اور وہ تمہارا عاشق؟

بس یار اس بے چارے کے ساتھ بہت بری پیش ائی.

کیوں کیا ھوا؟

یار ھمارا تین سال کا ساتھ ھے

ھم دونوں بہت چاھتے ھیں ایک دوسرے کو.

وہ تو مجھے پتہ ھے

اگے سناو نا؟

کھانے کا وقت قریب ارھا ھے.

نور نے ھاتھ پہ بندھی گھڑی میں ٹایم دیکھتے ھوئے کہا.

اسکی ماں نے اسے خودکشی کی دھمکی دے کر اپنی ایک دوست کی بیٹی سے اسکی شادی کروادی.

میں کنیڈا میں تھی.

وہ کہتا رھا کہ تم آ جاو ھم کورٹ میرج کر کے گھر والوں کے سامنے چلے جائیں گے.

مگر امی کا اپریشن اور پھر اپریشن کے بعد کی احتیاط اور آرام. میں ماں کو اکیلا چھوڑ کر کیسے آ جاتی.

وہ تفصیل بتانے لگی.

اوھو نور بانو نے اسے افسوس سے دیکھا

اب تم دونوں نے سب بھلا دیا کیا؟؟. نھیں یار محبت بھی بھلا کوئی بھلا سکتا ھے.

اپنی سہاگ رات بھی وہ کمرے سے نکل کر بار بار مجھے فون کر کے تسلیاں دیتا رھا تھا

اتنے سال بعد بھی اسکی دیوانگی میرے لیے ویسے کی ویسی ھے.

اتنا عرصہ ھو گیا ھے اس کی شادی کو مگر مجال ھے اس نے کبھی مجھے اگنور کیا ھو.

عظمی کے ھر انداز میں اپنے محبوب کے لیے محبت نظر آرھی تھی.

تو اسے اپنی بیوئی سے کوئی دلچسپی نھیں؟

نور بانو کو

اس ان دیکھی عورت سے ھمدردی محسوس ھوئی تو بے ساختہ پوچھ لیا.

عظمی کے چہرے کی مسکراھٹ مزید گہری ھو گئی.

نھیں نور وہ ھر وقت اپنی زبردستی کی بیوئی کو بچے سمیت چھوڑنے کے لیے تیار رھتا ھے.

تواب کیاارادے ھئں تمہارے؟

ابھی تو کچھ سوچا نھیں ھے دیکھتی ھوں کہ کیا ھوتا ھے.

میرا مشورہ تو یہ ھے کہ بٹے ھوئے ادمی سے شادی نہ ھی کرو تو اچھا ھے.

وہ دو کشتیوں کا سوار ھے اور ھمیشہ رھے گا.

عظمی زور سے ھنس پڑی اپنے ریشمی بالوں کو اک ادا سے جھٹکتے ھوئے وہ بولی وہ بٹا ھوا ادمی نھیں ھے نور بانو.

وہ میرے علاوہ کسی کا نھیں ھے.

صرف میرا ھے اور رھے گا

اس کا یقین وہ ھر روز دلاتا ھے مجھے.

نور بانو کھانے کے لیے مہمانوں کو اٹھاو.

کسی نے اسے پکارا تھا.

وہ اٹھ کر جانے لگی اسی وقت عظمی کے ھاتھ میں پکڑے ھوئے بڑے سے سمارٹ فون پہ کسی کی رنگ ائی اور سکرین پہ رنگ کے ساتھ ایک تصویر چمکنے لگی .بہت واضح تصویر تھی.

تصویر دیکھ کر نور بانو کو لگا جیسے شادی ھال کا چھت اسکے سر پہ گر گیا ھے

دھڑام..

اس نے بے ساختہ کرسی کی پشت پکڑلی

گرنے والی ھوگئی تھی.

فیملی فنکشن میں ھوں یار.

چلو کل ملتے ھیں.

عظمی نے فون بند کر دیا.

احسن تھا.

وہی میر الور..

عظمی اسکی پکچرز ھیں تمہارے موبایل میں؟

اسے اپنی ھی آواز اجنبی لگی.

ھاں کیوں نھیں.

اس نے موبایل اسے پکڑا دیا.

علی احسن خان کی

اس کے محبوب شوھر کے بے شمار پوز

مختلف انداز

عظمی کے ساتھ کھیں ساحل سمند پہ اور کھیں سرسبز وشاداب پس منظر میں وہ دونوں ھاتھوں میں ھاتھ ڈالے ازاد پنچھیوں کی طرح اڑتے پھر رھے تھے.

کھانے کا اعلان ھو گیا تھا.

ھال میں لوگ ایک دوسرے پہ سبقت لے جانے کے لیے دھکے دے رھے تھے اور کھا رھے تھے.

شوروغل سے ھال گونج رھا تھا.

مگر نور بانو کو کچھ سنائی نھیں دے رھا تھا.

اک عجیب سا سناٹا تھا اسکے اندر باھر.

اسے خبر نہ ھوئی کہ کب عظمی نے اس کے ھاتھ سے موبائل واپس لیا.

کب حور بانو کی رحصتی ھوئی

کب وہ لوگ گھر واپس ائے.

اس نے کچھ بھی نہ کہا.

بس رات بھر ٹکر ٹکر چھت کو دیکھتی رھی.

نیند انکھوں روٹھی ھوئی تھی.

کیا کروں؟

اس نے ساتھ سوئے ھوئے اپنے معصوم بچے کو دیکھتے ھوئے سوچا.

چھوڑ دوں اس شخص کو؟

کتنی بے عزتی ھو گی.

کتنی شرمندگی

لوگوں کی باتوں کا موضوع بنے گی نور بانو.

لوگ ترس کھائیں گے.

ماں باپ پہ کیا گزرے گی.

میری خودداری میری انا

کی مزید کتنی پامالی ھو گی؟

اور اس کا کیا کروں گی؟

اس نے اپنے پیٹ پہ ھاتھ رکھ کر صرف 12 ھفتوں کے اس بچے کو محسوس کیا

جسے ابھی دنیا میں انا تھا.

بہت سوچ کر اس نے دل ھی دل میں اک فیصلہ کیا.

اور سونے کی ناکام کوشش کرنے لگی..

صبح سبھی سو رھے تھے.

اس نے بچے کو گود میں اٹھایا اور ڈرائیور کے ساتھ عظمی کے گھر آگئی.

ارے تم؟ وہ شاید ابھی اٹھی تھی.

خیرت زدہ انداز میں اسے دیکھنے لگی.

مجھے تم سے بہت ضروری کام ھے عظمی. اس کی آواز میں

انسووں کی نمی تھی.

نور بانو خیر تو ھے؟

نھیں خیر نھیں ھے.

میرے اور اس بچے کی بقا کا سوال ھے عظمی.

میں تم سے کچھ مانگنے ائی ھوں.

وہ نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگی.

میں علی حسن کی بیوئی ھوں.

اس علی حسن کی جو تم سے محبت کرتا ھے.

وہ یوں بول رھی تھی جیسے اسکے بدن سے جان نکل رھی ھو.

کیا؟؟

عظمی سناٹے میں آگئی.

اوہ میرے خدا

میرا بیٹا بہت چھوٹا ھے عظمی

اور میں پریگنیٹ ھوں تین مھینے کی.

مجھے علی سے بے پناہ محبت ھے.

میں اسے چھوڑ نھیں سکتی نہ اسکے ساتھ کسی کو دیکھ سکتی هوں.

محبت میں شراکت میرے لیے موت ھے.

تم مجھے زندگی بخش دو پلیز.

وہ جھکی اور عظمی کے پاوں پکڑ لیئے

عظمی تڑپ کر یوں پیچھے ھٹی جیسے اسے بچھو نے ڈنک مار دیا ھو.

مجھے سارے زمانے میں رسوا ھونے سے بچالو عظمی.

ٹھیک ھے نور بانو عظمی نے اسکی گود سے بچہ لے کر فیصلہ کن انداز میں کہا.

میری محبت ابھی اس کیفیت میں داخل نھیں ھوئی کہ میں اس کے بغیر مر جاوں گی

میں اج ھی اپنے لیے ائے ھوئے رشتے کے لیے ھاں کرتی ھوں.

اور شادی کر کے تمہاری دنیا سے دور چلی جاتی ھوں. میرے لیے ضمیر پہ بوجھ رکھ کر خوشیاں پانے سے کھیں زیادہ اھم یہ احساس ھے کہ میں نے خود تکلیف سہہ کر ضمیر کو بیمار ھونے دیا نہ مرنے دیا.

مجھے معاف کر دو

میں انجانے میں بہت بڑا ظلم کرتی رھی تم پہ اور اس بچے پہ.

اب ایسا نھیں ھو گا

میں اللہ کی قسم کھاتی ھوں.

اور بے فکر رھو اس بات کی خبر علی حسن کو کبھی نھیں لگے گی.

وہ تھکے تھکے قدموں سے واپس آ کر گاڑی میں بیٹھ گئی.

کیا کریں بی بی جی

دل تو اپ بڑے لوگوں کے لیے اھم ھو گا.

ھم غریبوں کے لیے تو پیٹ اور سر اھم ھوتے ھیں

شادو کی آواز اسکے کانوں میں گونج رھی تھی.

جس دل میں محبت تھی وہ دل تو گیا شادو

اب توفقط سمجھوتہ بچاھے میرے پاس.

میں بھی جی لوں گی اسی سمجھوتے کے سہارے.

اور شاید ساری عورتیں ھی سمجھوتے کے ساتھ زندگی گزارتی جارھی ھیں.

اس نے انکھیں دوپٹے کے پلو سے صاف کیں اور گھر میں داخل ھوگئی.

”

وہ لوٹ کر ضرور آئے گا" محسن عتیق۔ بھکر

راستے میں دھول اتنی زیادہ تھی کہ اُسے اپنی ونڈو اسکرین بند کرنی پڑی۔ وہ ایک طویل عرصے بعد پاکستان آیا تھا۔ حب الوطنی نام جیسی کوئی چیز کبھی بھی اُس کے ارد گرد نہیں بھٹکی تھی۔ لندن کے ایک پراویٹ کالج میں وہ ٹیچر کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ والدین کے اصرار پر نہ چاہتے ہوئے بھی اُسے پاکستان آنا پڑا تھا۔

ائرپورٹ پر اُسے اُس کے کزن سعود نے پک کیا تھا اور اب وہ اُسی کہ ساتھ اپنے گاؤں کی طرف رواں دواں تھا۔ اچانک اُس کی نظر دو ننھی منھی چمکتی آنکھوں پر پڑی۔ سبز گیٹ سے باہر جھانکتی اُن آنکھوں میں ایسا کچھ تو تھا جس نے اُسے گاڑی رکوانے پر مجبور کر دیا۔

سعود بڑی حیرانی سے قاسم کو دیکھ رہا تھا جو اس وقت بغیر کچھ بتائے گاڑی سے اُتر چکا تھا۔ گیٹ سے جھانکتی ہوئی آنکھیں اب غائب ہو چکی تھیں۔ اُس عمارت کا حلیہ اور بورڈ دیکھ کر وہ یہ جان چکا تھا کہ یہ ایک سرکاری سکول تھا۔ اُس کے قدم بے اختیار اُس سکول کی طرف اُٹھ چکے تھے۔ گیٹ کے باہر کوئی چوکیدار بھی نہیں تھا جو اُسے روکتا۔ سعود نے

اُسے آوازیں بھی دیں لیکن اُن آوازوں کا اُس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

عمارت کے اندر داخل ہوتے ہی وہ چونکا۔ عمارت باہر سے جیسے دکھتی تھی اندر بھی اُس سے مختلف نہ تھی۔ بچے اپنے کمروں سے باہر پھر رہے تھے۔ کچھ بچے ایک دوسرے سے ہاتھا پائی میں مصروف تھے۔ ایک اور چیز جو اُس نے وہاں دیکھی تھی وہ کتابوں سے پھاڑے گا صفحات سے بنے ہوئے جہاز تھے۔ سیاہی کپڑوں پر ایسے پھیلی تھی جیسے وہاں پانی سے نہیں سیاہی سے نہانے کا رواج ہو۔ غرض یہ کہ ایک طوفان بدتمیزی تھا جو وہاں برپا تھا۔ اُسے اُن آنکھوں کی تلاش تھی جو کچھ دیر پہلے اُس نے دیکھیں تھیں۔ بالا آخر اُسے وہ آنکھیں نظر آ ہی گئیں۔ وہ ایک بچہ تھا جو باقی بچوں سے الگ بیٹھا تھا۔ اُس کے پاس پہنچ کر قاسم اُس کے ساتھ ہی زمین پر بیٹھ گیا۔

آج اُستاد نہیں آئے ؟؟؟؟

قاسم کے پوچھے جانے والے اس سوال پر بچے نے سر اُٹھایا اور نفی میں سر ہلا دیا۔

اچھا تو کل والا سبق سُناو گے مجھے ؟؟؟؟

''استاد نہیں آئے تھے کل''۔۔۔ قاسم اپنی جگہ بلکل ساکت ہو گیا۔ اُسے اس جواب کی توقع نہیں تھی۔

آخری بار کب آئے تھے استاد ؟؟؟؟

''پانچ دن پہلے''۔۔۔ بچے نے تھوڑا سوچ کر جواب دیا۔

''سعود''۔۔۔ قاسم بے اختیار چیخا۔۔۔ یہ بچہ سچ بول رہا ہے ؟؟؟؟ میرا مطلب کیا یہ جو کہہ رہا ہے وہ ٹھیک ہے ؟؟؟؟ الفاظ کی ادائگی میں اسے مشکل پیش آ رہی تھی۔ وہ خود کو کانپتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ سعود جو اُس کے عقب میں کھڑا تھا سب دیکھ رہا تھا۔ ہاں یہ صحیح کہ رہا ہے۔ یہ پاکستان ہے اور یہ اس پاکستان کا ایک سرکاری سکول۔ یہاں اسی طرح ہوتا ہے۔ یہاں کوئی پوچھنے والا نہیں اور پھر اس گاؤں میں بھلا کس نے آنا ہے وہ بھی ان بچوں کی خاطر۔۔۔

وہ اب بوجھل قدموں کے ساتھ عمارت سے باہر آ رہا تھا۔ وہ سچ تھا جو ایک پہاڑ کی طرح اُس پر آن گرا تھا۔ ''میرے ملک کو میری ضرورت ہے اور میں۔۔۔''

وہ یہ سوچتے سوچتے رُک گیا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اُسے خود سے گھن آ رہی تھی۔ نمی اُس کی آنکھوں میں اُتر آئی تھی۔ وہ ایک بہت محنتی ٹیچر تھا لیکن اُس کی اصل جگہ شاید لندن نہیں تھی۔ بعض اوقات ہم اپنے لیے جو بہتر سوچتے ہیں خدا اس سے بھی بہتر ہمارے سامنے لا کھڑا کرتا ہے لیکن اُس کے فیصلوں کو سمجھنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔۔۔ لیکن قاسم یہ بات اچھی طرح جان چکا تھا کہ اُسے کس لیے پاکستان بُلوایا گیا تھا۔

یہ خواہش تو اُس کے والدین کی تھی لیکن اسکرپٹ لکھنے والی اُس خدا کی ذات تھی۔ اُسے اس کام کیلیے چن لیا گیا تھا۔ اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے وہ یہ تو جان چکا تھا کہ اس زمین کی مٹی سے نہ تو وہ آنکھیں ملا سکتا تھا اور شاید نہ ہی کبھی ملا پائے گا لیکن ایک بات تو طے تھی کے اب اُس کا جینا اور مرنا اسی ملک کے ساتھ تھا۔ وہ اب وہاں سے جا رہا تھا۔

اُس کی گاڑی کے جانے کے بعد اُڑتی ہوئی دھول چیخ چیخ کر وہاں کے لوگوں اور اُس سکول کو نوید سُنا رہی تھی کہ وہ لوٹ کر ضرور آئے گا۔۔۔۔

آوازِ دل

یہ لفظوں کے ہیں کاریگر مگر تیرے تو لب ہیں سیل

یہ شان نیازی سے قتل کرتے ہیں جذبوں کا

تیرے بے لوث جذبوں کو یہ کر دیں گے اھل واصل

یہ وہ ہی لوگ ہیں اے دل تجھے تھی آرزو جنکی

مگر تو جان لے یہ اب وہ تیرے تھے نہیں قابل

کہاں یہ جان پائیں گے تیری انکہی باتیں.

رہے تو عمر بھر یونہی تیرے اس حال سے غافل.

لبادہ اوڑھ رکھتے ہیں یہ امران محبت کا. .

یہ نفسوں کے پجاری ہیں اور ایمان ہے باطل. .

سنو تم اے دغا بازوں کہ میں ہوں بادشاہ دل کا

دغا خود کو دیا تم نے سمجھ کر مجھ کو اک ساحل

ہما لیلٰی ہاشمی ساہیوال

دغا بازوں کی محفل میں تیرا کیا کام ہے اے دل

عنوان "حصار محبت" تحریر : فرح بھٹو,,

نویرہ میری بہن مجھے اس کی بے رخی مار ڈالے گی,

سویرہ اپنا دکھڑا آج پھر اس کے آگے رو رہی تھی

ذوباریہ سے دوستی کرنے کے بعد جاسم مجھے دیکھتا بھی نہیں

اس کا لہجہ صدمے کے زیر اثر تھا

تو تم بھی اسے مت دیکھو,

نویرہ نے مشورہ دیا

میں کیسے ایسا کر سکتی ہوں جاسم میری محبت ہے

وہ بے بسی سے بولی

سویرہ تم آنکھیں رکھنے والے کتنے دکھی ہو کسی کا دیکھنا خوشی کی ضمانت نہ دیکھنا غم کی نشانی,

مجھے دیکھو نہ کچھ دیکھتی ہوں نہ کوئی غم ستاتا ہے

نویرہ اپنی بات سے خود ہی محظوظ ہوئی تھی

تمہیں آواز تو سنائی دیتی ہے نویرا لہجوں کے اتار

چڑھاؤ سے رویے محسوس کر لیتی ہو نا؟

سویرا کے سوال پر وہ خاموش ہو گئی

واقعی آواز کا دکھ بصارت کے دکھ جیسا تھا لوگوں کے

طنزیہ یا ہمدرد لہجے اس کا دل چیر دیتے تھے

****

****

زندگی میں روشنی اور رنگ کیا معنی رکھتے ہیں یہ کوئی

نویرہ سے پوچھتا جو محض محسوسات کی دنیا کی باسی

تھی,

تین بہن بھائیوں میں سب سے حسین نویرہ بصارت

کی نعمت سے محروم تھی,

بچپن کے ایک حادثہ نے اس سے آنکھوں کی روشنی

چھین لی تھی زندگی اندھیروں میں سانسیں لینے لگی

تھی,

گھر والوں کی خصوصی توجہ اور تعلیم کے سلسلے کے

دوبارہ جڑنے کے بعد اس نے اپنی زندگی سے

سمجھوتا کر لیا تھا

****

******

نویرہ مجھے بتاؤ نا میں کیا کروں؟

سویرا کی آواز پر وہ چونکی

سویرا کا دکھ کلاس فیلو جاسم سے منسوب تھا جو کبھی

اس پر جان چھڑکتا تھا مگر اب ایک اور لڑکی میں

دلچسپی لینے لگا تھا جو سویرا سے زیادہ خوبصورت تھی

وہ روز یونیورسٹی سے آکر نویرہ سے جاسم کی نظر

اندازی کا رونا روتی تھی,

انہی دنوں سویرا کا ایک اچھا رشتہ آگیا جو امی ابو کو

بہت بھایا اور انہوں نے مناسب چھان بین کر کے

اس کو منظور کرنے کا عندیہ دے دیا تھا

سویرا ایک بار پھر نویرہ کے آگے رونے لگی

مجھے نہیں کرنی شادی!

وہ چیخ کر بولی

کیوں بھلا؟

میں دوسری دفعہ محبت نہیں کر سکتی,

سویرا بے بسی سے آنسو بہانے لگی

یہ محبت نہیں تھی سویرا وقتی کشش تھی

نویرہ نے سمجھایا

اچھا پھر محبت کیسی ہوتی ہے؟

سویرا برامان گئی

محبت ظاہری حسن کی محتاج نہیں ہوتی کہ ایک کم خوبصورت کو چھوڑ کر زیادہ حسین کا ہاتھ تھام لے!

اصل محبت تو وہ ہے جو اللہ پاک نکاح کے بعد میاں بیوی کے دلوں میں ڈالتا ہے,

وہی محبت سکون کا باعث بنتی ہے

مجھے بتاؤ ذرا اس نام کی محبت نے تمہیں ایک دن بھی چین سے جینے دیا تھا؟

نویرا کے استفسار پر سویرا سوچ میں پڑ گئی,

پھر سویرا نے بنا پس و پیش کے ہاں کر دی اور اس کی رضامندی کے ساتھ شادی کی تاریخ طے ہو گئی,

اور اب اسٹیج پر دلہن بنی سویرا اپنی بہن کو برابر میں بٹھائے مطمعین لگ رہی تھی

****

*****

آیان بیٹا آؤ بھابھی کو سلام کرو

ایک خاتون اسمارٹ سے لڑکے کو سویرا کے پاس لائیں جو کالے چشمے اور سفید اسٹک کے ساتھ نابینا دکھتا تھا

وہ گھمبیر آواز میں سلام کر کے صوفہ پر ٹک گیا,

ہائے دلہن کی بہن بھی نابینا ہے نام کیا ہے بٹیا؟

وہی خاتون ترحم سے پوچھنے لگیں

نویرہ احمد!

اس کی نقرئی آواز کو پاس بیٹھے ہوئے

آیان نے بغور سنا تھا,

شادی کے بعد سویرا بہت خوش تھی

اس کا اپنے شوہر اور سسرال کی طرف سے آسودہ ہونا نویرا کو مسرت بخش رہا تھا وہ میکے آکر صرف اپنے نئے گھر اور گھر کے افراد کی تعریفیں کرتی رہتی تھی

****
*

میرا دیور آیان نابینا ہو کر بڑا باہمت ہے نویرا تعلیم مکمل کر کے سرکاری نوکری کر رہا ہے کہتا ہے خودداری کی راہ میں کوئی سی معذوری رکاوٹ نہیں ڈال سکتی!

سویرا رطب اللسان تھی

نویرا آیان تم سے بات کرنا چاہتا ہے

ایک روز سویرا نے موبائل لا کر اسے تھما دیا

کیوں؟

وہ کچھ گھبرا گئی

اسلام علیکم!

وہی گھمبیر آواز نویرا کا دل دھڑک اٹھا

'کیسی ہیں نویرہ'

جی ٹھیک ہوں

آپ کی آواز بہت خوبصورت ہے,

وہ بے اختیار ہو کر بولا

میری آواز سے زیادہ خوبصورت آوازیں دنیا میں موجود ہیں

نویرا کی آواز میں ٹھہراؤ تھا

میں خوب تر کے پیچھے دوڑنے والا بندہ نہیں

آیان کی بات نے اسے مطمعین کیا

پھر بھی ایک سے بڑھ کر ایک آپشن زندگی کے ہر موڑ پر آپ کے منتظر ہوتے ہیں

نویرا آج امتحان لینے کے موڈ میں تھی

دل اگر سچائی سے کسی ایک پر قناعت کرلے تو دنیا کی کوئی دوسری کشش آپ کو اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتی!

وہ مضبوط لہجے میں بولا

اچھا پھر آزمائش شرط ہے

نویرا مکمل اطمیعنان چاہتی تھی

میں ہر آزمائش کے لئے تیار ہوں

میری آزمائش کا راستہ جائز رشتے سے شروع ہوتا ہے

وہ ہونٹ دبا کر بولی

میں کوئی ناجائز کام کرتا بھی نہیں

آیان کھل کر ہنسا تھا

بس انتظار شرط ہے

پھر مزے سے بولا تو نویرا دل سے مسکرادی تھی

محبت کا حصار اس کو اپنی گرفت میں لینے ہی والا تھا.

ختم شد

ہم اک نیو رسالہ نکالنا چارہے اس کے بارے

ہمیں رائے دیں کہ وہ کس عنوان پر ہو اور کس

نام سے نکلا جائے

تحریر۔ مومل عروش افسانہ۔ چاہتوں کا مان

کمرے میں ادھر سے ادھر چکر لگاتے عشناء کی ٹانگوں نے جواب دے دیا تھا۔ ڈرائنگ روم میں بیٹھے تایا تائی جانے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے.

افففف لگتا ہے خود جا کر بھیجنا پڑے گا آج تک تو ان لوگوں کو یاد نہ آئی اور آج یوں اچانک اتنے سالوں بعد یاد کیسے آگئی۔ ضرور مطلب ہو گا ورنہ بغیر مطلب کے تو یہ کسی کو منہ نہ لگائیں۔۔

عائشہ کی آواز پر عشناء چونکی۔۔۔

"آپی آپ کو ابا بلا رہے ہیں اور کہا ہے ایک کپ چائے لے کر آنا"..

"عائشہ کیا مہمان چلے گئے.؟"

"جی آپی" یہ کہ کر عائشہ اپنے کمرے میں چلی گئی...

عشناء چائے لے کر ابا کے کمرے میں چلی گئی

"آو بیٹا اندر آجاو... یہاں بیٹھو.. مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے"

"جی ابا کہیں "عشناء نے ادب سے کہا۔

"آج تمہارے تایا آئے تھے وہ زاویار کے لئے تمہارا رشتہ لائے ہیں میں نے ان سے سوچنے کی مہلت مانگی ہے---."

"ابا آپ نے وقت کیوں مانگا پہلی فرصت میں منع کرنا تھا.. آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں کہ میں زارویار سے شادی کروں گی"...

"بیٹا پرانی باتوں کو بھول جائو"...

ابا کیسے بھول سکتی ہوں وہ وقت جب ایک ٹھٹھرتی رات کو تایا تائی لوگوں نے ہمیں گھر سے نکالا تھا۔ اپنی ماں کی اذیتوں کو کیسے بھول سکتی ہوں۔ وہ وقت کیسے بھول سکتی ہوں جب میرے بہن بھائی بھوک سے تڑپتے سسکتے تھے اور اماں بے بسی سے رو دیتی تھیں۔ انہیں توبس آپ کی دولت سے محبت تھی ملی توگھر سے دھکے دے کر نکال دیا یہ بھی نہیں سوچا کہ اس وقت آپ ہمیں کہاں لے کر جائیں گے۔

" آج توگھر میں کچھ بھی نہیں ہے عشناء آئے گی تو بھوک لگی ہو گی اسے "... شہناز بیگم ہاتھ پر ہاتھ دھرے سوچوں میں گم تھی۔.. دروازے پہ کھڑی عشناء نے اماں کی بات سنی تو اسکے دل پر چوٹ پڑی....

" اسلام علیکم اماں " عشناءاندر آکر ماں کو سلام کیااور پھر پھر باتوں میں بتایا

" آج تو مجھے بلکل بھوک نہیں ہے اسکول میں ایک لڑکی کیک لے کے آئی تھی اس کی سالگرہ تھی..." اس کی بات سن کر شہناز نے ایک سکون کی سانس لی ۔

" امی ایک بات پوچھوں سونیا تایا کی بیٹی ہے نا اور تایا لوگوں نے سونیا کو یہ تک نہیں بتایا ہوا کہ ان کا کوئی چاچو بھی ہے.."

بیٹا آپ کو کیسے پتہ؟

." امی ایک دن کلاس میں باتوں باتوں میں اس نے بتایا کہ اس کا کوئی چاچو نہیں ہے اس کے ابو اکلوتے ہیں.. امی کیا سگے رشتے دار بھی ایسے ہوتے ہیں.؟؟ "عشناء کی آنکھوں میں آنسو تھے

کمرے میں ہلکی سی روشنی تھی دیواروں کا پلستر جگہ جگہ سے اکھڑ رہا تھا کمرا پوری طرح سے خستہ حال تھا .. سلطان کونے میں بچھی چٹائی پر بیٹھے گہری سوچ میں تھے ہلکی سی دروازے کھولنے کی آواز آئی اور ساتھ ہی شہناز چائے کا کپ لیے اندر آئ

" کیا سوچ رہے ہیں؟"

"ہاں! کچھ نہیں بس ایسے ہی"

" آپ زیادہ پریشان نہ ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا.

"شہناز میں نے اپنی اولاد کے لیے کیا کیا خواب دیکھے تھے اگیا۔ بھائی جان کی لالچ سب کھا گی"

" آپ پریشان نہ ہوں یہ تو آزمائش کی گھڑی ہے انشاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا."..

اسکول کے گارڈن میں بیٹھی عشناء سامنے بچوں کو دیکھ کر خود سے باتیں کر رہی تھی.

" یہ سب کتنے لکی ہیں ان کے چہروں پر فکر پریشانی نہیں ان کی ہر خواہش پوری ہوتی ہے۔.. جب میں بڑی ہو گئ تو خوب پیسے کماو گئ تا کہ میرے بہن بھائی بھی ایسے خوش ہو.. پیسہ سب کچھ نہیں ہو تا مگر بہت کچھ ضرور ہو تا ہے"

اس نے اپنے آپ سے کیا وعدہ پورا کیا آج اس کے پاس سب کچھ ہے عزت ہے پیسہ ہے اور اب ابا کہتے ہے کہ میں زاویار سے شادی کر لو کبھی نہیں..

لان میں بیٹھے شہناز اود سلطان چائے پی رہے تھے چونکہ آج اتوار تھا تو عشناء بھی گھر پر تھی امی ابا کو دیکھ کر وہ بھی لان میں آ گئ

"اسلام وعلیکم !" عشناء نے چئیر کھینچتے ہوئے سلام کیا۔

"مجھے بات کرنی ہے آپ دونوں سے امی میں زاویار سے شادی نہیں کرنا چاہتی"

"بیٹا زاویار بہت اچھا لڑکا ہے اس کے امی ابو نے جو کیا اس میں اس کی کیا غلطی؟ بیٹا دل میں کوئی بات مت رکھو معاف کرنے والا سب سے بڑا ہوتا ہے زاویار نے بہت عزت سے ہم سے معافی مانگی ہے. ہمارے فیصلے پہ یقین رکھو بیٹا"

عشناء امی ابو کی دعا کے سائے میں زاویار کے سنگ رخصت ہو کر آ گئ

بیڈ پر بیٹھی زاویار کا انتظار کر رہی تھی.

.کمرے کا لاک کھلا زاویار نے اندر آ کر سنجیدہ لہجے میں سلام کیا

عشناء کے دل میں اتھل پتھل سی مچ گئ

" یہ آپ کے لیے " نہایت ہی خوبصورت انگوٹھی جیب سے نکال کر عشناء کی انگلی میں پہنائی..

"دیکھیں عشناء میں آپ سے بڑے بڑے وعدے نہیں کرتا. آپ میرے لیے بہت قیمتی ہیں جو کچھ بھی ہوا اس سب کا سائیہ ہمارے آنے والی زندگی پر نہیں پڑے گا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کو وہ عزت مل کر رہے گی جو آپ کا حق ہے اور چاچو کو اپنے فیصلے پر کبھی پچھتانا نہیں پڑے گا۔" زاویار نے عشناء کے ہاتھوں پر اپنی گرفت مضبوط کی.

.عشناء نے دل میں اللہ اور امی ابو کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے صحیح وقت پر سمجھا کر اتنے اچھے ساتھی کو اس لے لئے ہمسفر چنا تھا..

رحمت تحریر: عریشہ سہیل

تحریر: عریشہ سہیل

سرد رات تھی، سڑکوں پہ سناٹا چھایا ہوا تھا، پھولوں نے شبنم کی چادر اوڑھ رکھی تھی اور وہ لیبر روم میں بیڈ پہ لیٹی چھت کو گھور رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں کوئی تاثر نہیں تھا۔ لگتا تھا جیسے طوفان کے بعد کی خاموشی ہو حالانکہ طوفان ابھی آنے والا تھا۔ کمرے میں ایک نرس موجود تھی، ڈاکٹر کو فون کر کے بلایا گیا تھا۔ ڈاکٹر کے آنے تک نرس اس کا خیال رکھ رہی تھی۔ بچے کی پیدائش میں کچھ ہی دیر باقی تھی لیکن اس کے چہرے پہ تکلیف کا کوئی عنصر موجود نہیں تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں موند لیں شاید اب چھت پہ دیکھنے لائق کچھ نہ بچا تھا۔

"اللہ کرے اس بار ہسپتال جائو تو واپس نہ آئو۔" اس نے فوراً آنکھیں کھول لیں۔ سانسیں بے ترتیب ہو گئیں۔ وہ اپنی نند کی کہی باتوں کو مزید یاد نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس لیے ایک بار پھر چھت کو گھورنے لگی۔ چھت کو گھورتے ہوئے بھی اس کا ذہن اسی ایک جملے کے تاثرات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

"اگر آج مجھے لیبر روم میں کچھ ہو گیا تو؟ تو میری بیٹیوں کا کیا ہو گا؟ وہ چاروں کہاں جائیں گی؟ وہ تو ابھی بھی کسی کونے میں بیٹھی میری راہ تک رہی ہوں گی۔" اچانک دروازہ کھلا اور ڈاکٹر اندر داخل ہوئیں۔ اس نے گردن موڑ کر انہیں دیکھا۔ نرس نے جلدی جلدی ڈاکٹر کو اس کی صرتحال سے آگاہ کیا۔ بچے کی پیدائش کا وقت ہو گیا تھا۔ درد نے اس کے جسم کو نچوڑ کے رکھ دیا۔ اس نے ایک ہاتھ سے بیڈ کی چادر تھام لی۔

"پلیز کوئی ٹینشن مت لو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" ڈاکٹر نے اس کے پاس آکر دھیمے سے کہا۔ ڈاکٹر اسے ذہنی دبائو سے نکالنا چاہتی تھیں کیونکہ یہ دبائو اس کے اور اس کے بچے کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ وہ کیسے ذہنی دبائو کا شکار نہ ہوتی؟ اس کا سب کچھ

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

دائو پہ لگا ہوا تھا اور شکست اسے واضح دکھائی دے رہی تھی۔

نہ جانے اللہ کی کیا مصلحت ہوتی ہے؟ انسان جتنا اس کی رحمت کو دھتکارتا ہے اللہ اتنا ہی اسے نوازتا ہے۔ اور جو اس کی رحمت مانگتا ہے وہ بس انتظار ہی کرتا رہتا ہے۔ انسان کی سب سے بڑی بدنصیبی یہ ہے کہ وہ اللہ کی رحمت کو زحمت سمجھ کر ٹھکرا دیتا ہے اور جس پہ رب لعنت بھیجتا ہے انسان اسے اپنے گھر کی زینت بنا کر اِتراتا ہے۔ لیکن اللہ انسان کو بار بار موقع دیتا ہے سدھرنے کا اور انسان ہر بار موقع گنوا دیتا ہے۔

ڈاکٹر کے لیبر روم سے باہر آتے ہی وہ کھڑا ہو گیا اور سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"بیٹی ہوئی ہے۔" ڈاکٹر نے بے تاثر چہرے کے ساتھ کہا اور آگے بڑھ گئی۔ عموماً ڈاکٹرز ایسے میں مبارکباد دیتی ہیں لیکن انہوں نے جان کر مبارکباد نہیں دی تھی کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ اسے بیٹے کی طلب ہے۔

ڈاکٹر کے جانے کے بعد وہ غصہ سے ہاتھ مسلتا ہوا پھر سے کرسی پہ بیٹھ گیا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ لیبر روم میں گھس کر اپنی بیوی کو اتنا مارے کہ دنیا میں کوئی عورت کبھی بیٹی پیدا کرنے کی ہمت نہ کرے۔ چار چار بیٹیاں پیدا کر کے بھی اس عورت کا جی نہیں بھرا تھا کہ پانچویں بیٹی بھی پیدا کر دی۔ ایک معمولی سبزی فروش آخر پانچ بیٹیوں کا بوجھ کیسے اٹھا سکتا تھا؟ ابھی وہ اپنی انہی سوچوں میں غرق تھا کہ نرس گود میں اس ننھی پری کو لے آئی جو دنیا میں آنے کے بعد پہلی بار اپنے باپ کو دیکھنے والی تھی۔ اس نے ناگواری سے بیٹی کو گود میں لیا۔ نرس اونگھتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ وہ شعلہ برساتی آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا اور وہ معصومیت سے مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔ اچانک ہی کچھ شور سا برپا ہوا۔ اس نے بے اختیار پلٹ کر دیکھا۔

"ڈاکٹر میری بیٹی کو بچا لیں۔ ڈاکٹر پلیز۔" ملگجے کپڑوں میں ملبوس ایک شخص ڈاکٹر کی منت کر رہا تھا۔ جواباً ڈاکٹر اسے تسلیاں دے رہی تھی۔ کچھ دیر بعد ہار مان کر وہ کرسی پہ ڈھیر ہو گیا اور ایک ہاتھ سے سر پکڑ کر رونے لگا۔ ڈاکٹر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ اسی وقت نرس دوبارہ آتی ہوئی نظر آئی۔ اس سے پہلے کہ وہ لیبر روم میں داخل ہوتی اس نے پوچھا۔

"کیا ہوا ہے اس آدمی کے ساتھ؟" اس نے سرسری انداز میں کہا۔

"آج صبح بیٹی پیدا ہوئی تھی ان کی لیکن حالت ٹھیک نہیں تھی، ابھی ابھی بچی کا انتقال ہو گیا۔ شادی کے پانچ سال بعد اولاد ہوئی تھی اور وہ بھی۔۔۔ اللہ کی مرضی۔" نرس افسوس سے کہتی ہوئی لیبر روم میں چلی گئی۔

"اچھا ہوا کہ مر گئی۔ بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی مر جانا چاہئیے۔ بیٹی پیدا ہونے سے بہتر ہے کہ یہ آدمی ہمیشہ بے اولاد رہے۔" اس نے اس آدمی کو دیکھتے ہوئے سوچا جو اب روتے روتے فون پہ بات کر رہا تھا۔ غالباً گھر والوں کو اطلاع دے رہا تھا۔ اچانک اس کی نظر اپنی گود پہ پڑی اور اسے یاد آیا کہ اس کے ہاں بھی بیٹی پیدا ہوئی ہے۔ بے اختیار اس کے لبوں سے نکلا۔

"اللہ کرے یہ بھی مر جائے۔" پھر اسے خیال آیا کہ کیوں نہ وہ خود ہی اسے مار دے۔ یہ سوچ کر اس نے چور نظروں سے آس پاس دیکھا۔ رات کا وقت تھا، عملہ کا کوئی شخص موجود نہ تھا۔ اس سے پہلے کہ نرس باہر آکر اس سے بچی لے لیتی، وہ دبے پاؤں تیزی سے سیڑھیاں اتر کر ہسپتال سے باہر آ گیا۔

رات کا آخری پہر تھا۔ ہر طرف اندھیرے اور سناٹے کا راج تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اسے اپنی بیٹی کو کس طرح قتل کرنا ہے۔ وہ بس اندھیرے میں اسے گود میں اٹھائے چلتا جا رہا تھا۔ کچھ دور جا کر اسے شدید بدبو کا احساس ہوا۔ اس نے غور سے دیکھا تو سڑک کنارے کچرا کنڈی بنی ہوئی تھی۔ اس نے کچھ دیر سوچا اور بیٹی کو اس کچرے میں پھینک کر فرار ہو گیا۔ ہسپتال پہنچ کر زبردستی بیوی کو فارغ کروایا اور جب بیوی نے صدائے احتجاج بلند کیا تو اس نے نرس کے سامنے بیوی کو اتنی زور سے تھپڑ مارا کہ نرس کی بھی چیخ نکل گئی۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر وہ بیوی کو ہسپتال سے گھر لے گیا۔ اس عورت نے اپنی بیٹی کا چہرہ بھی نہ دیکھا تھا اور اب اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اس کی بیٹی کہاں ہے؟

"آپ یہ انجکشن لے آیئے پھر آپ کی بیگم کو فارغ کر دیا جائے گا۔" نرس نے پرچہ اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

وہ اپنی بیٹی کو تو کھو ہی چکا تھا لیکن اب اپنی بیوی کو نہیں کھونا چاہتا تھا۔ اس لیے اپنی ماں کو وہاں بٹھا کر دوڑتا ہوا انجکشن لینے چلا گیا۔ باہر دکانوں پہ وہ انجکشن دستیاب نہیں تھا۔ کسی نے بتایا کہ تقریباً

ایک کلو میٹر دور ایک سرکاری ہسپتال ہے شاید وہاں کی دکانوں پہ وہ انجکشن دستیاب ہو۔ وہ سرپٹ دوڑتا ہوا وہاں پہنچا۔ خوش قسمتی سے اسے وہ انجکشن وہاں سے مل گیا لیکن دوگنی قیمت میں۔ اس نے پیسوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے انجکشن خرید لیا اور خراماں خراماں واپس ہسپتال جانے لگا۔ راستے میں کچرا کنڈی آئی تو اس نے سوچا کہ تیزی سے آگے بڑھ جائے لیکن ایک نومولود بچے کے رونے کی آواز نے اس کے پیر جکڑ لیے۔ پہلے تو اس نے آس پاس دیکھا کہ کسی گزرتے ہوئے شخص کا بچہ رو رہا ہو شاید لیکن آواز کچرا کنڈی سے ہی آ رہی تھی۔ وہ آواز کا تعاقب کرتے ہوئے قریب پہنچا تو دیکھا کہ ہلکے گلابی رنگ کے کپڑوں میں ملبوس نومولود بچی بلک بلک کر رو رہی ہے اور ایک بلی اس کے سرہانے بیٹھی اس کی حفاظت کر رہی ہے۔ جب کوئی چیل، کوا یا کتا بچی کی جانب بڑھتا تو وہ پنجے مار مار کر اسے بھگا دیتی۔ اس نے قریب جا کر بچی کو گندگی کے ڈھیر سے اٹھایا اور بھاگتا ہوا قریبی تھانے پہنچ گیا۔ وہاں رپورٹ درج کرائی اور دو گھنٹے بعد اجازت ملتے ہی وہ بچی کو لیکر ہسپتال پہنچا۔ بیوی ہسپتال سے فارغ ہو گئی اور بچی کو دیکھ کر سب کے دلوں کو قرار آ گیا۔ اس دن ان کے گھر میں جشن کا سماں تھا۔ ان کے ہاں اولاد نہیں ہو سکتی تھی تو اللہ نے ان کے لیے خاص طور سے اپنی رحمت بھیج دی تھی۔ وہ میاں بیوی اپنے رب کا شکر ادا کرتے نہیں تھکتے تھے۔

ختم شد

افسانہ: بورڈٹاپر تحریر: اسامہ زاہروی
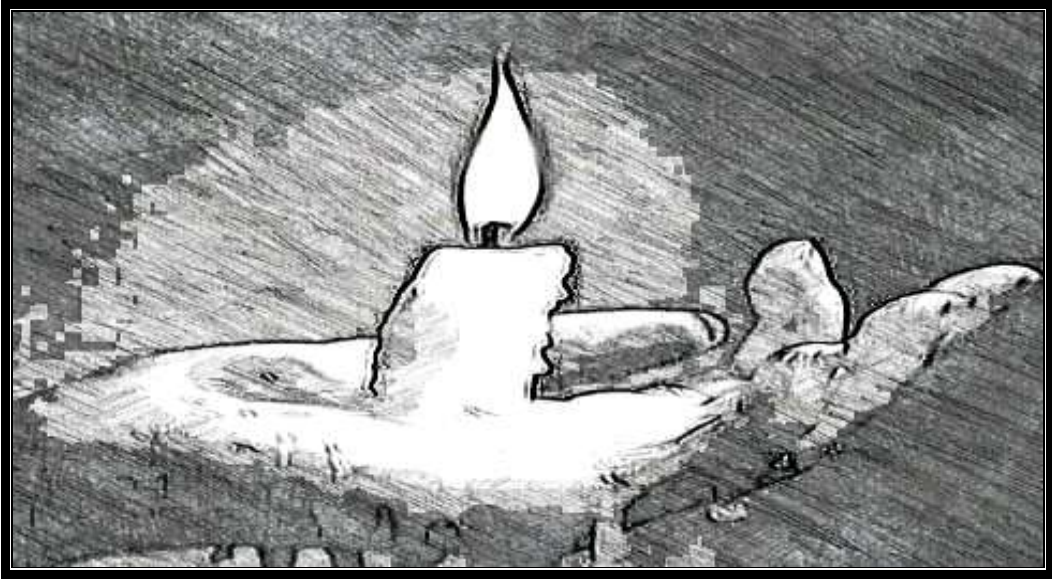
انسان کی قسمت اور اشیاء کی قیمت بدلنے میں ذرا دیر نہیں لگتی. حسن اور ذہانت دو ایسے محرکات ہیں کہ انسان کی قسمت اور قدروقیمت کو لمحوں میں بدل کر رکھ دیتے ہیں. کہتے ہیں کہ سوچنے والوں کی دنیا دوسرے لوگوں سے بالکل مختلف ہوتی ہے. دنیا والوں کی نظر میں انسان کو ملتا صرف وہی ہے جو انکی قسمت میں لکھ دیا ہو مگر ایک کم عمر دبلے پتلے نوجوان کا کہنا ہے کہ انسان اپنی قسمت خود بناتا ہے. اگر بنا نہیں سکتا تو کم از کم اپنی قسمت کو تبدیل ضرور کر سکتا ہے.

کون ہے یہ نوجوان؟ کس کا لخت جگر ہے؟ کس کلاس کا ہے؟ کس سکول میں پڑھتا ہے؟ وہ آیا اور چھا گیا؟ سکول کا چپڑاسی ہو یا ادارے کا طالب علم،

کالج کا کلرک ہو یا پھر لیکچرار، یونیورسٹی کا پروفیسر ہو یا پھر علاقے کا ایم پی اے، ضلع کے آفیسرز ہوں یا پھر شہر کی لڑکیاں سب آگے پیچھے پھرنے لگے۔ اس جیسا جاذب نظر نہ رہا۔ اس جیسا کوئی لائق نہ رہا۔ اس سے ہاتھ ملانے کے لیے ہر کوئی تیار رہنے لگا۔ مگر یہ سب کی آنکھوں کا تارا ہے کون؟

بھئ پریشان نہ ہوں ہم آپ کو بتا دیتے ہیں وہ سابقہ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر سیالکوٹ کا دوسرے نمبر والا بیٹا تھا۔ ایک دبلا پتلا لڑکا جو نمایاں نظر نہ آتا تھا۔ آج وہی لڑکا سب کی نظروں کا مرکز ہے۔ آخر ایسا کیا ہوا کہ وہ جسے دیکھ کر پہلی نظر میں کوئی اسکی طرف متوجہ بھی نہ ہوتا آج اتنی شہرت کیسے پا گیا۔

کھیل سارا قسمت کا ہے۔ منہ سے نکلے ہوئے الفاظ بڑوں بڑوں کی زندگیاں بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ کچھ ایسا ہی اس نوجوان کے ساتھ بھی ہوا۔

لڑکے نے آٹھویں کلاس کا امتحان پاس کیا اور نہم جماعت میں داخلہ کے لیے باپ سے کہا کہ مجھے گورنمنٹ ہائی سکول ڈسکہ میں داخل ہونا ہے۔ مگر لڑکے کے والد نے کہا کہ وہ پہلے ہی اسکا داخلہ کسی نجی سکول میں کروا چکے ہیں۔ وہ نجی سکول اپنے علاقے کا بہترین سکول تھا۔ اور پچھلے کئی سالوں سے بورڈ میں پوزیشنز حاصل کرنے کا ریکارڈ رکھتا تھا۔ لڑکا نجی سکول میں نہیں پڑھنا چاہتا تھا۔ اور لڑکے نے ضد لگالی کہ اگر وہ پڑھے گا تو صرف سرکاری سکول میں ہی پڑھے گا۔ باپ نے کہا کہ "میں چاہتا تھا کہ تم اس سکول میں پڑھتے اور بورڈ ٹاپ کرتے۔ مگر تیری قسمت میں کوئی پوزیشن لکھی ہی نہیں۔ تیری قسمت میں رونا لکھا ہے صرف رونا۔ تم کبھی کامیاب نہیں ہو سکوگے۔ میری وجہ سے سب تمہاری عزت کرتے ہیں ورنہ تمہاری اوقات ہی کیا ہے۔ باپ کے نام پر عیش کر رہے ہو

اپنی پہچان نہ بنا سکو گے تو معلوم ہو گا کہ کتنا غلط فیصلہ کیا تم نے"

لڑکے نے بھی باپ کی بات سن کر پکی ضد لگالی کہ اب وہ سرکاری سکول میں ہی پڑھے گا اور اپنی پہچان خود بنائے گا۔

سرکاری سکول گیا. داخلہ لیا. کسی کو نہ بتلایا کہ ڈی ای او صاحب کا بیٹا ہوں. دو سال اس سکول میں پڑھا. دل لگا کر پڑھا. خوب محنت کی. مگر کسی کو خبر نہ تھی کہ یہ لڑکا ڈی ای او صاحب کا لخت جگر ہے.

لڑکے نے ادبی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنا لوہا منوایا. اردو مضمون نویسی کا مقابلہ ہو یا پھر انگریزی مضمون کا، کوئز کمپیٹیشن ہو یا پھر تحریری و تقریری مقابلہ جات لڑکا ہر میدان میں بازی لے جاتا. ہیڈماسٹر ایسوسی ایشن کے مقابلہ جات ہوتے یا پھر وزیر اعلیٰ پنجاب کے زیر اہتمام ادبی مقابلہ جات سب میں میدان یہی نوجوان مارتا. غرضیکہ ادبی سرگرمیوں اور مقابلہ جات کا میدان اس بچے کے لیے بازیچہ اطفال بن گیا. وہ بچہ اپنے سکول، کبھی دیگر سجولوں سے مقابلہ کرتا نظر آتا. سکول سے تحصیل، تحصیل سے ضلع، پھر ضلع سے ڈویژن، پھر آل پنجاب تک رسائی اور پھر آل پاکستان لیول تک رسائی اور جیت اسکے لیے چنداں مشکل نہ رہا.

وہ لڑکا اپنے باپ کے ساتھ فنکشنز پر جاتا تو باپ کے ساتھ نہیں بلکہ دور لگی کرسیوں پر بیٹھتا. وہاں شادیوں یا دوسرے فنکشنز میں موجود اساتذہ، ہروفیسر صاحبان، سکول اور کالجز کے پرنسپلز، ضلع کے افسران اور دیگر ایم پی اے اور ایم این اے اس لڑکے کو دیکھتے ہی اپنے پاس بلواتے اور وہاں پر موجو د لڑکے کے باپ سے لڑکے کا تعارف کرواتے. کہتے بھٹی صاحب کیا آپ اس بچے کو جانتے ہیں؟ ہمارے ضلع کا درخشندہ ستارا ہے. پورا ضلع اسے جانتا ہے. آل پاکستان اردو مضمون نویسی میں میدان مار چکا ہے. ناجانے کس خوش قسمت باپ کا بیٹا ہے. اس کا باپ اس کتنا خوش ہوتا ہوگا اس کی قابلیت پر؟ لڑکے سے رہا نہیں جاتا تو فوراً بول اٹھتا ہے کہ میں انہیں کا لخت جگر ہوں. میں انکی آنکھوں کا ہی تارا ہوں. بچے کی بات سنتے ہی سب حیران ہو جاتے ہیں. اور پوچھتے ہیں کہ آپ نے پہلے کبھی کیوں نہیں بتلایا. اس پر باپ جواب دیتا ہے کہ "میں نے ہی اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ اپنی پہچان خود بنانا."

تو وہاں موجود تمام افسران کہتے ہیں کہ بھٹی صاحب آپ نے ایک ہیرے کی پرورش کی ہے. آپ باپ بیٹوں کی عظمت کو ہمارا سلام.

یہ سب سننے کے بعد لڑکے کا باپ اس سوچ میں محو ہو جاتا ہے کہ اگر میرا بیٹا

میری بات مان لیتا تو شائد آج میرا سر فخر سے بلند نہ ہوتا. لڑکا بھی اسی سوچ میں محو ہو جاتا ہے کہ اگر میں اپنی پہچان بنانے کا فیصلہ نہ کرتا یا پھر اپنی قسمت بدلنے کی کوشش نہ کرتا تو آج اپنے باپ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو شاید کبھی نہ دیکھ سکتا. شائد باپ کی بات نان کرنجی سکول میں

پڑھ کر بورڈ ٹاپ کر لیتا مگر ایک شاعر ایک افسانہ نگار کبھی نہ بن پاتا....

ایک کالم نگار ایک حقیقت نگار ایک مضمون نگار

جنت.. از قلم...!عائشہ احمد

بلال نے زور سے افشاں کو بالوں سے پکڑا اور گھما کر دیوار میں مارا اور اسکا سر دیوار میں لگا اور پھٹ گیا جس میں سے خون کا فوارہ چھوٹ پڑا. پھر بھی اس کی تسلی نہ ہوئی اور اس پر لاتوں اور گھنسوں کی بارش کر دی.

نافرمانی کرتی ہے میری ماں کی..؟، تجھے کہا تھا جو وہ کہے وہی کرنا. لیکن نہیں تو تو مہارانی ہے اور اپنی مرضی کرے گی. میری ماں میری جنت ہے اور تو نے اس کا کہا نہیں مانا. اب دیکھ میں کرتا کیا ہوں تیرے ساتھ..؟. بلال غصے سے پھنکارا.

میں نے انہیں کہا بھی تھا کہ میری طبیعت خراب ہے اس لیے ان کے لیے چائے نہیں بنا سکی. افشاں سسکتے ہوئے بولی.

تیری طبیعت خراب ہے نا....

؟اب رات کو کھانا نہیں ملے گا تو طبیعت تیری ٹھیک ہو جائے گی. وہ آنکھیں نکالتے ہوئے بولا. اور پاوں پٹختے ہوئے کمرے سے باہر چلا گیا. سات سالہ کاشف دور بیٹھا یہ سب دیکھ رہا تھا. اس کے لیے یہ نئی بات نہیں تھی. ہوش سنبھالتے ہی اس نے ماں کو باپ کے ہاتھوں ایسے ہیں مار کھاتے دیکھا تھا. اس نے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے ماں کے ماتھے سے نکلتے خون کو صاف کیا..

امی....! میں کب بڑا ہوں گا....؟، وہ بولا.

کیوں بیٹا.....؟، افشاں نے پوچھا.

تاکہ میں ابو کو بتا سکوں کہ آپ بھی میری جنت ہیں. کاشف معصوم سے لہجے میں بولا اور افشاں نے اسے گلے سے لگا لیا تھا

اقتباس(آواز)(عامر صغیر)

اُس کی آنکھوں سے آج ایک ایسے شخص کی تصویر گزری جس کو نہ دیکھنے کا اُس نے کبھی سوچا تھا۔ پھر اچانک ناجانے کیا ہوا دیکھتے ہی دیکھتے غصے کی آگ میں نہا گیا، مگر چند لمحوں میں سمبھلا، قلم اُٹھائی اور کچھ تحریر کرنے لگا ابھی کچھ ہی پل گزرے تھے قلم روکا اور ایک ٹھنڈی لمبی آہ بھری اور اُٹھ کر چل دِیا۔ میں دور بیٹھا سوچ رہا تھا کہ مجھے لکھی تحریر پڑھنی چاہئے مگر میں اُس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا کافی وقت کے بعد بھی اُس کے پلٹنے کی اُمید نظر نہیں آئی تو دل سے رہا نہیں گیا اور میں جھٹ سے اُٹھا اور اُس کی لکھی تحریر پڑھنا شروع کر دی۔

لکھا تھا....

"مرے بس میں ہوتا تو میں وہ سب نہ ہونے دیتا مگر.... میں کچھ نہ کر سکا پر اب اپنی آواز اُن لوگوں تک پہنچانے کا وقت آ گیا ہے جو رہ تو اسی دنیا میں رہیں ہیں اور معاشرے میں ایک اچھا مقام بھی رکھتے ہیں مگر پسماندگی کی دلدل سے آج بھی نکلنے سے قاصر ہیں یا یوں کہا جائے کہ وہ زندگی کے ساتھ چلنا ہی نہیں چاہتے. میں پوچھتا ہوں کیا قصور تھا اُس لڑکی کا جس نے ابھی جانا بھی نہیں کہ زندگی کیا ہے، کیسی ہے، ابھی تو اُس کے بہار کے دن شروع ہی ہوئے تھے۔ خواب کیا ہیں؟ جینا کسے کہتے ہیں؟ سفر کیا ہے !ہمسفر کسے کہتے ہیں؟

جوابات ملنے سے پہلے ہی سوالات ---۔ جن کے جواب لازم تھے مگر افسوس کہ اُس کے اپنوں نے ہی اُس کے خوابوں کا قتل کر ڈالا اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے سب سوالات اتنی کم سنی میں ! دفنا دیے گئے۔.... میں سمجھنے سے قاصر ہوں آخر کیوں؟---۔"

تحریر ادھوری سہی مگر میں سمجھ تو گیا کہ وجہ ضرور کوئی لڑکی ہے اور کوئی ایسا سبق جو یہ دینا چاہتا ہے۔ میرا تجسس اور بڑھ گیا مگر کیا کروں کہ ابھی تحریر ادھوری ہے.....

اقتباس(آواز)

"پیکر سادگی" عائشہ انصاری

"مجھے بابا جانی کے پاس جانا ہے___امی مجھے بابا جانی پاس لے کے چلو مجھے ان کے ساتھ جانا ہے__"

سات سال کی بچی روتے ہوئے بس یہ ہی الفاظ دوہرا رہی تھی۔ اس کا رو رو کر برا حال ہو چکا تھا اسکی امی الگ بابا کے غم میں پریشان سی آنسو بہا رہی تھی۔

"بس چھپ کرو__ تم ان کے ساتھ وہاں نہیں جا سکتی" امی اس کو چپ کروانے کی کوشش کر رہی تھی، "نہیں__ مجھے جانا ہے بس مجھے جانا ہے__ "وہ اتنی ضدی نا تھی مگر اب ضد پے اتر آئی تو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا_ "بابا__ اسے اب کیسے چپ کرواں، یہ تو صرف آپ کی سنتی تھی" وہ دل میں بابا سے مخاطب ہوئی جو یہاں سب بے سہاراوں کے بابا تھے سب کا غم گہرا تھا۔ ********

"میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے اور رشتے داروں نے رکھنے سے انکار کر دیا، ماں باپ کو گزرے عرصہ ہوا، اب اللہ کے بعد آپ ہی میرا سہارا ہیں، مجھ پے مہربانی کریں یہاں مجھے اور میری بچی کو ایک کونے میں جگہ دے دیں، ساری زندگی دعائیں دوں گی" سعدیہ تین سال کی بچی اٹھائے عبدالستار ایدھی کے سامنے دوپٹہ پھیلائے کہہ رہی تھی_ "نا میرے بچے میرے سامنے ہاتھ مت پھیلاؤ__ یہ تو اللہ پاک نے مجھ غریب پہ احسان کیا ہے کہ میں کسی کے کام آؤں، مجھے خدمت خلق کا موقع دیا، جہاں اور لوگ رہتے ہیں وہیں میری بیٹی اور نواسی کے لئے بھی بہت جگہ ہے ایک کونہ کیوں؟" عبدالستار ایدھی خلوص سے اس کے سر پر پیار دے کر گویا ہوئے. ان کی شفقت دیکھ کر وہ رو دی_ "بیٹی رونا نہیں اب، میں ہوں نا آپ کا بابا_ آجاؤ بیٹی کچھ کھالو اور میری نواسی کو بھی کھلاؤ" بابا ستار سعدیہ کو اندر لے گئے جہاں بلقیس بیگم دوسروں کے غم سن رہیں تھیں اسے آتا دیکھ کر اس کی طرف یوں بڑھی کہ جیسے انکی اپنی بیٹی آئی ہو، انہوں نے اسے محبت سے گلے لگایا تو سعدیہ اس محبت پے پھوٹ پھوٹ کر رو دی_ دنیا جتنی بھی بے رحم ہو گئی ہو مگر اللہ کے نیک اور پر خلوص بندے ابھی باقی ہیں جو سگے پرائے کا فرق نہیں رکھتے بس دکھ درد میں ساتھ یوں دیتے ہیں گویا اپنا دکھ ہو____ *****

"اماں__ اماں دیکھیں اسے کیا ہو گیا__ مناہل، مناہل میری بیٹی آنکھیں کھولو" سعدیہ پریشان سی بلقیس اماں کے پاس آئی اور بے ہوش مناہل کے منہ پانی کے چھینٹے مارے_ "کیا ہوا__ بیٹی سعدیہ تم پریشان نہ ہو میں چیک کرواتی ہوں مناہل کو" بلقیس اماں اسے ہاتھوں میں لے کر فکر مندی سے بولیں.

مناہل کو ملیریا کا اٹیک ہوا تھا، بابا ستار اور اماں بلقیس نے اس قدر خیال رکھا کہ وہ چند دن میں اچھی بھلی ہو گئی_ مناہل بابا ستار کو اپنی توتلی زباں سے بابا جانی کہتی تو بابا جانی نہال ہو جاتے، وہ بدلے میں صرف دعا چاہتے تھے جو لوگ جھولیاں بھر بھر کر ان پر نچھاور کر رہے تھے_ سعدیہ کو یہاں آئے سال ہوا تھا پر لگتا وہ جیسے صدیوں سے یہاں ہو، اپنایت 'خلوص 'محبت پیار' احساس، محرومی تو اب کسی چیز کی نا تھی اسے. مناہل بابا جانی کو کچھ دیر نہ دیکھتی تو جگہ جگہ انکو ڈھونڈتی پھیرتی، نظر نہ آنے پر سعدیہ اور اماں بلقیس کی ناک میں دم کر دیتی_ جب وہ نظر آتے تو بھاگتی ہوئی انکی ٹانگوں سے چمٹ جاتی اور ان کا ہاتھ اپنے ننھے ہاتھوں میں لے کر بوسے دیتی تو بابا جانی اس کو اٹھا کر پیار کرتے، وہ سب بچوں سے ایک سں برتاؤ کرتے تھے_

بابا ستار آج کل بھیک مانگنے کے میشن پر تھے، وہ سڑک پر جاتے اور ہاتھ پھیلا کر کھڑے ہو جاتے، آتے جاتے لوگ اپنی حیثیت کے مطابق پیسے دے دیتے تو بابا ستار اس کے لئے دعا خیر کرتے___*****

"بابا جانی آپکو پتہ ہے امی آپ کو فرشتہ کہتی ہیں___ یہ فرشتہ کیا ہوتا ہے؟" سات سال کی مناہل بابا ستار کی انگلی تھامے ان کے ساتھ چل رہی تھی، "بیٹی فرشتے آسمانوں پر رہتے ہیں وہ اللہ کے کام کرتے ہیں، وہ بہت نیک ہوتے ہیں اور ہر وقت اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہیں___ اور میں فرشتہ نہیں ہوں گنہگار انسان ہوں" بابا ستار نم لہجے میں گویا ہوئے. "گنہگار کیا ہوتا ہے؟" وہ معصومیت سے پوچھنے لگی_ "جو اللہ کی بات نہیں مانتے اور اچھے کام نہیں کرتے وہ گنہگار ہوتے ہیں" انہوں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا_ " پر آپ تو اچھے ہیں کیوں کہ آپ ہمیں ٹافیاں بھی دیتے ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں، امی کہتیں ہیں نیک اور اچھے بچے نماز پڑھتے ہیں، پھر آپ اچھے ہویے_" وہ ایک ہاتھ فضا میں بلند کرتی ہوئی بولی تھی، بابا جانی اس کے انداز پر بے اختیار مسکرا دیئے، کتنی سمجھداری کی باتیں کرنے لگ گئی تھی.

"بابا جانی میں نے بھی نماز سیکھنی ہے، آپ مجھے سکھا دیں گے نا؟" وہ چلتے چلتے بابا ستار کا ہاتھ چوم کر بولی، مناہل کی عادت تھی وہ بات بات پر ہاتھ چوم لیا کرتی تھی_ "جی بابا کی چندا میں آپ کو نماز سکھا دوں گا، اب اندر جاؤ بیٹی شام ہو رہی ہے،" عبدالستار ایدھی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا__ *****

بچوں نے عبدالستار ایدھی کو آتے دیکھا تو ان کی طرف دوڑے، مناہل بھی سعدیہ سے ہاتھ چھڑوا کر ان کے پاس آئی اور ان کا ہاتھ پکڑ کر چومنا شروع کر دیا_ "بابا جانی آپ کہاں چلے گئے تھے، پتہ ہے میں نے آپ کو اتنا سارا یاد کیا تھا" مناہل اور دوسرے بچے سوالات کئے جا رہے تھے اور وہ مسکرا کر سب کو پیار کرتے اور ٹافیاں دیتے گے، وہ اللہ کی اس معصوم مخلوق کے ساتھ بے انتہا محبت رکھتے تھے_ کوئی بچہ کسی کو دھکا نہیں دے رہا تھا کیوں کہ سب جان چکے تھے کہ ان سب کو مساوی چیز ملے گی نا ایک دانہ اوپر نا نیچے_ "بابا میرے دل میں کئی بار یہ خیال آتا ہے کہ اگر آپ حکمران ہوتے تو ملک کتنے سلیقے سے چل رہا ہوتا شاید کوئی جانور بھی بھوکا نا مرتے، آپ جیسے عمدہ سادہ لوح انسان ہی حکومت کے صحیح حقدار ہیں" سعدیہ نے ان کے پاس آ کر کہا جو اب بچوں کو کھلتا دیکھ کر خوش ہو رہے تھے_ "نا بیٹا میرے دل میں کبھی یہ خیال بھی نہیں آیا، میں حکمرانی سے ڈرتا ہوں کہ میری دسترس میں چونٹی بھی بھوک سے مر جائے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسی حکومت میں تو کیا کوئی بھی نہیں کر سکتا__ میں اپنے پیارے بچوں کے ساتھ ہی ٹھیک ہوں" بابا ستار اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر چلے گئے. مناہل ان کی طرف بھاگی سعدیہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا_ بابا ستار سادہ سے کپڑے پہنے اور پرانی جوتی گھسیٹے ہوئے ہولے ہولے چل رہے تھے سعدیہ بار بار ان کی پشت دیکھتی اور دل چاہا انہیں روک لے مگر___ *****

بابا عبدالستار ایدھی کی بیماری کا سن کر سب ہی پریشان سے ان کی صحت یابی کیلئے دعائیں کر رہے تھے، کتنوں نے کہا آپ بیماری کے علاج کیلئے بیرون ملک چلے جائیں مگر وہ نامانے، وہ بے حد خوددار تھے_ یوں وہ کچھ

عرصہ ہسپتال کے کمرے میں پڑے رہے اور ایک

دن اپنے خالق حقیقی سے جا ملے مگر جاتے جاتے بھی

خدمات خلق کر اور وصیت کے مطابق ان کے جو اعضا

خدا خلقت کے کام آ سکے تو اجازت ہے ہ استمال کر لئے

جائیں___***

اپنے لئے تو ہر کوئی جیتا ہے

مزہ تو پھر ہے کہ دوسروں ک ے لئے جیا کرے کوئی_

عائشہ انصاری

تحریر: عفت بھٹی

دفعہ جنگل میں گدھے اور گھوڑے کی آپس میں بحث شروع ہو گئی...

بحث کیا تھی کے گدھے نے کہا کے آسمان کالا ہے جبکہ گھوڑے کا کہنا تھا کہ آسمان نیلا ہے

اس بات پے دونوں کی آپس میں لڑائی ہو گئی اور اس بحث کے بارے میں پورے جنگل کے جانوروں کو پتہ چلنے لگا...

گھوڑا اپنی بات پر اٹکا ہوا تھا اور گدھا اپنی ضِد پے...

خیر گھوڑے نے کہا کے جنگل کے بادشاہ کے پاس چلتے ہیں اور فیصلہ اسی سے کرواتے ہیں

دونوں بادشاہ کے پاس گئے اور دونوں نے اپنا اپنا بیان دیا کے گدھا کہتا ہے آسمان کالا ہے گھوڑا کہتا ہے کے آسمان نیلا ہے..

بادشاہ نے دونوں کا بیان دھیان سے سنا اور اپنا فیصلہ دیا کے گھوڑے کو قید کر دیا جائے.

جنگل کے سارے جانور بھی حیران تھے کہ یہ کیا کے گھوڑا حق پے بھی ہے اور پھر بھی اسے سزا دی جا رہی ہے.

گھوڑے نے بھی اپنے حق میں احتجاج کرتے ہوئے کہا کے بادشاہ سلامت یہ کیسا انصاف ہے کہ صحیح بھی میں ہوں اور قید بھی مجھے دی جا رہی ہے.

بادشاہ نے کہا کہ بات غلط یا صحیح کی نہیں، تمہاری غلطی یہ ہے کہ تم نے گدھے کے ساتھ بحث کی..؟؟

(عدیلہ سلیم بورے والہ) سوال ایک سنجیدگی کا

میں نے اپنی زندگی کا راز آج تک کسی کی نظر نہیں کیا۔ اگر کیا ہے تو وہ واحد ہستی ہے۔ معلوم ہے کیوں؟ کیونکہ وہ راز کو پوشیدہ رکھتا ہے۔ جب کبھی زندگی میں مشکل کا سامنا ہوا تو میں نے ہار ماننا کبھی نہیں سیکھا۔ خدا کوشش کرنے والوں کو کبھی مایوس نہیں کرتا۔

میں سوچتی ہوں کہ انسان زندگی کیوں دوسروں کے مطابق جیتا ہے؟ کیا اسے اپنوں کے کھونے کا ڈر ہوتا ہے؟ یا وہ فیصلہ نہیں کر پا رہا کے کیا صحیح ہے؟ بعض اوقات ہر طرف ہاتھ بندھے نظر آتے ہیں۔ اگر میں زندگی خدا کے فیصلوں کے مطابق جیو تو کسی کو کھونے کا اور ہاتھ بندھے رہنے کا ڈر تو نہیں رہے گا۔
پھر جب یہ سوچتے ہوئے
میری نظر خدا کی ذات کی طرف اٹھتی ہیں۔ معلوم پڑتا ہے کہ انسان کے سامنے دو راستے ہیں۔ ایک مختصر اور ایک سیدھا۔ اب انسان کے اختیار میں ہے۔ کہ وہ زندگی کی ہر آسائش، ہر خوشی اور ہر چیز کو پانے کا فیصلہ کس راستے سے حاصل کرتا ہے۔ میرے اساتذہ کا ہمیشہ کہنا ہے کہ مختصر راستے سے حاصل کی گئی کامیابی مختصر نہیں ہوتی۔
یہاں پر وہ لمحہ آتا ہے کہ جب انسان مشکل وقت سے خدا کی طرف سفر کرتا ہے۔
مجھے اس دن سے پہلے زندگی میں کبھی نماز کی فکر نہیں ہوتی تھی۔ کبھی پڑھ لی، کبھی نہ پڑھی۔ لیکن اب ہے مجھے فکر معلوم ہے کیوں؟ کیونکہ میں نے سیکھا ہے اک زلزلے کے جھٹکے سے۔ اس جھٹکے سے میرے اندر ایک احساس برپا ہوا۔ کہ اگر میں اس آفت کی نظر ہو جاتی تو کیا تھا میرے پاس کے خدا کے سامنے حاضر ہو سکوں؟ تب احساس ہوا کہ خدا چاہتا ہے کہ ہم تبدیل ہوں اور خود کو اس کے فیصلے کے مطابق ڈھانپ لیں۔ بس اس دن سے میری کوشش اس کی جانب ہے۔
جب بھی مجھے مشکل در پیش آتی ہے تو خدا سے رابطہ طلب کرتی ہوں۔ ہر رات کا آغاز میرے دن میں کیے جانے والے ہر کام کو سوچنے سے ہوتا ہے۔ کہ کیا میں نے اپنے لفظوں سے کسی کو تکلیف تو نہیں پہنچائی؟ کچھ دن پہلے کی بات پر میں نے سوچا کہ جب بھی میں مذاق کرتی ہوں کسی سے، تو وہ کسی کی دل عزاری کا باعث کیوں بنتا ہے؟ کیوں میرے الفاظ کسی کی تکلیف کا سبب بنتے ہے؟ یہ سوچتے اور خدا سے پوچھتے اشک بھی ساتھ چھوڑ گئے۔ حالانکہ مذاق میں کسی کو تکلیف پہچانے کی ہرگز نیت نہیں ہوتی۔ واقعی خدا سب جانتا ہے نیت سے لے کرنے تک۔ پھر اس دن کے بعد سے مذاق کا وجود اپنی زندگی سے کوسوں دور کر دیا۔
میں کیوں سنجیدہ رہنا پسند کرتی ہوں شاید اس لیے کہ میری ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔ اسی سوچ میں غرق ہوں آجکل۔ اگر ہے مجھے تلاش تو اسی سوال کے جواب کی۔ لوگ کہتے ہیں ہے کہ اک نظر ارد گرد کو دیکھ تو سہی، جینا کسے کہتے ہیں جینے کا

مطلب سمجھ تو آئے گا۔ پھر اسی سوچ کو لے کر آنکھ بند کر لیتی ہوں۔ تو ہر طرف اندھیرے میں روشنی کی اک جھلک دکھائی دیتی ہے۔ تو اس روشنی کو دیکھ کر میں خدا کی طرف جھک جاتی ہوں۔ معلوم ہے کیوں؟ کیونکہ راستہ جو مل گیا ہوتا ہے زندگی میں خوش رہنے کا۔

لازوال محمد شعیب

قسط نمبر 4

زندگی نام ہی سمجھوتے کا ہے۔ انسان چاہے دنیا کے کسی بھی مقام پر پہنچ جائے مگر اسے کبھی نہ کبھی حالات سے سمجھوتہ کرنا ہی پڑتا ہے۔ بعض اوقات یہ سمجھوتہ انسان وقت کی وجہ سے کرتا ہے تو بعض اوقات رشتوں کی کسوٹی کی خاطر اسے سمجھوتے نامی زہر کو پینا پڑتا ہے۔ انہیں بھی اب سمجھوتہ ہی کرنا تھا۔ رشتے کی خاطر اور وقت کی خاطر۔ محبت نچھاور کرتے ہوئے انسان بعض اوقات یہ بھول جاتا ہے کہ جس پر وہ اپنی محبت نچھاور کر رہا ہے۔ کیا وہ ہماری محبت کے قابل بھی ہے یا نہیں؟ بعض اوقات انسان اپنے جذبات میں بہک کر اپنی محبت اس شخص پر نچھاور کر ڈالتا ہے جسے آپ کی ذرا پرواہ نہیں ہوتی۔ جس کے نزدیک آپ کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی بس ایک ضرورت ہوتی ہے جس کی خاطر وہ آپ کو استعمال کر رہا ہوتا ہے اور جب ضرورت ختم ہوتی ہے تو وہ آپ کو اس طرح اپنی زندگی سے نکال باہر پھینکتا ہے جیسے کوئی آٹے سے بال نکالتا ہے۔

چاروناچار رضیہ بیگم بھی انہی حالات سے گزر رہی تھیں۔ بچپن سے جوانی تک انمول ان کی آنکھ کا تارا بن کر رہا۔ اسی تارے کو انہوں نے وجیہہ کے وجود پر فوقیت دی مگر آج جب انہیں اس تارے کی ضرورت تھی۔ اس کے ساتھ کی ضرورت تھی۔ وہی ان کے لئے انجان بن گیا۔ خاموشی سے اپنی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کر لیا۔ اپنی خوشی میں ان کو شریک کرنا بھی ضروری نہ سمجھا۔ مگر اب وہ کر بھی کیا سکتی تھیں سوائے اس حقیقت کو قبول کرنے کے۔

''شاید یہی بہتر ہے۔'' کھانا کھاتے ہوئے انہوں نے اپنا ہاتھ روک لیا اور پورے دھیان کے ساتھ علی عظمت کی طرف متوجہ ہوئیں

''کیا بہتر ہے؟'' بے موقع بات کو سن کر چونک گئے اور رضیہ بیگم کے چہرے کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا

''یہی کہ ہمیں اب اس سچائی کو قبول کر لینا چاہئے۔۔'' رضیہ بیگم کی بات سن کر انہوں سے زیادہ ری ایکٹ نہیں کیا بس اثبات میں سر ہلا دیا۔

''آؤ بیٹا! ناشتہ کر لو۔۔'' فورک کو پلیٹ میں پھیرتے ہوئے ان کی نظر مسلسل ادھر ادھر منڈلا رہی تھی کہ تبھی ان کی نظر سیڑھیوں سے اترتی ہوئی عندلیب کو دیکھا۔ بنا دوپٹے کے بالوں کو لہراتے ہوئے نیچے آ رہی تھی

''نو تھینکس۔۔۔'' اس نے روکھے پن میں آخری سٹیپ پر قدم رکھتے ہوئے کہا

''میں ڈیڈ کے گھر جا رہی ہوں۔ وہیں ناشتہ کر لوں گی'' سیڑھیوں سے اس نے سیدھا دروازے کا راستہ رخ کیا۔ علی عظمت عندلیب کے اس رویے پر ٹھٹک کر رہ گئے۔

''لیکن بیٹا!'' رضیہ بیگم نے کچھ کہنا چاہا تھا مگر وہ جا چکی تھی۔ شکست خوردہ نظریں پلٹ آئیں۔ انہوں نے بناوٹی مسکراہٹ کے ساتھ علی عظمت کی طرف دیکھا جنہوں نے گردن جھٹک کر بے نیازی کا مظاہرہ کیا۔

''امی۔۔ آج جوس نہیں دیا آپ نے مجھے کمرے [illegible] آ کر۔۔'' شرٹ کی آستینوں کو کہنیوں تک فولڈ کرتے ہوئے انمول ڈائننگ ٹیبل کی طرف بڑھ رہا تھا۔

''امی نام نہادی بیوی سے کہتے کہ وہ تمہیں جوس بنا

کر دے۔۔'' کھانا کھاتے ہوئے علی عظمت نے بنا دیکھے طنزیہ انداز میں کہا تھا

''ابو پلز۔۔ اسے تو گھر کے کاموں سے دور ہی رکھیے۔ان کاموں کے لئے امی ہیں ناں۔۔''روکھے پن سے جواب دیتے ہوئے وہ ٹیبل پر جھکا اور خود ہی جگ سے جوس گلا س میں ڈالا

''وہ میں بھول گئی تھی۔۔''ان کی آواز وہ نہیں تھی کو پہلے ہوا کرتی تھی۔ آج ایک ماں اپنا دکھ چھپائے ہوئے تھی۔ ہنسی بناوٹی تھی۔ آواز بناوٹی تھی۔ انداز بناوٹی تھی مگر آنکھوں میں تیرنے والا پانی بناوٹی نہیں تھا

''آئندہ مت بھولنا۔۔'' اس نے جیسے حکم دیا تھا۔

''اور ابو۔۔ مجھے بیس ہزار چاہئے پلز میرے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دیجئے گا ایک گھنٹے تک۔۔''گلاس کو ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس نے علی عظمت سے کہا

''کیا کہا؟ بیس ہزار؟پوچھ سکتا ہوں کس لئے؟''

''یہ سوال جواب مت کیجئے مجھ سے۔۔میں آپ سے پوچھ نہیں رہابلکہ کہہ رہاہوں۔ مجھے عندلیب کو شاپنگ کروانے لے کر جانا ہے۔ اس لئے مجھے بیس ہزار چاہئے۔او کے۔''اس نے ٹیبل سے ایک دانہ انگور کا اچھال کر منہ میں ڈالا اور پھر باہر کی طرف چل دیا

''ابھی سے رنگ بدل گئے اس کے۔۔'' علی عظمت کے چہرے کے رنگ فق ہوگئے تھے۔انہوں نے سخت نگاہ رضیہ بیگم پر ڈالی جو ٹھٹک کر رہ گئیں

* * * *

''تیار ہو گئی تم؟''بلیک شرٹ اور جینز میں اس کی پرسنیلٹی دلفریب نظر آرہی تھی۔کی چین کو انگلی میں گھماتے ہوئے وہ دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا آئینے کے سامنے بیٹھی وجیہہ کو دیکھ رہاتھا

''جی۔۔''بالوں کو باندھتے ہوئے وہ پلٹی تھی

''اس سوٹ میں؟؟''ضرغام نے اس کے ڈریس کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا جو بالکل ایک عام سا تھا۔ ہلکے نیلے رنگ کا سادہ سالباس۔ چہرہ بنامیک کے اس کا سانولا رنگ اجاگر کر رہا تھا۔

''کیا مطلب؟''اس نے حیرت سے اپنے لباس کی طرف دیکھا

''تمہاری سیلکشن بہت ہی اولڈ فیشن ہے۔''گردن جھٹک کر وہ آگے بڑھا۔ کی چین کو جینز میں ڈالا اور

وارڈ روب میں کپڑوں کو ٹٹولنے لگا
''میں نکال کر دیتا ہوں تمہیں ڈریس۔۔۔''وہ پورے دھیان سے کپڑوں کو الٹ پلٹ کر کے ایک اچھا سا ڈریس تلاش کر رہا تھا۔ وجیہہ ایک لمحے کے لئے شاک ہوئی تھی۔ اس کے وجود کو پہلی ہی رات ناپسند کرنے والا آج خود اپنے ہاتھوں سے اس کے لئے ڈریس کو سیلکٹ کر رہا تھا۔ وہ یک ٹک اس کے چہرے کے دائیں حصے کو دیکھ رہی تھی جو اس کی جانب تھا۔
''یہ پہنو تم۔۔''اس نے ایک لباس ہینگر میں لٹکا ہوا اس کے آگے کیا۔ مگر وہ اس لباس کو دیکھنے کی بجائے ضرغام کے چہرے کو دیکھ رہی تھی جس پر انتہا درجہ کی طمانت تھی۔ کلین شیو چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ واضح ہو رہی تھی۔ بلیک شرٹ میں اس کا دودھیا سفید رنگ اس کی نظر اتار رہا تھا
''کیا ہوا۔۔''وجیہہ کو یوں خوابوں میں کھویا دیکھ کر وہ آگے بڑھا اور آہستہ سے اس کے کانوں میں سرگوشی کی۔ پہلی بار اس کے لمس کو اس نے محسوس کیا۔ ایک عجیب سا احساس تھا۔ ایک عجیب سی کیفیت اس کے جسم میں سرایت کر گئی۔ اس نے اپنے خیالوں کو جھٹک کر حقیقت میں قدم رکھا
''یہ لباس۔۔؟؟''ضرغام ہینگر وجیہہ کے ہاتھوں میں تھما کر آگے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ وجیہہ کے سوال نے اسے پلٹنے پر مجبور کر دیا
''ہاں۔۔!! کیا برائی ہے اس میں بھلا؟''اس نے بے نیازی سے کہا تھا۔ وجیہہ نے دوبارہ اس ڈریس کی طرف دیکھا تھا۔ ریشمی ڈھلکواں کپڑا۔ چمکیلے موتی کہ دور سے ہی اوروں کو اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کر دے۔
''برائی تو کچھ نہیں ہے مگر باہر یہ لباس پہن کر جانا مناسب رہے گا؟''وہ حیرت سے اس لباس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جو کسی بھی نامحرم کو اپنی طرف دیکھنے پر مائل کر سکتا تھا۔ ان کی نیت کو بھڑکا سکتا تھا۔ وہ ایسا لباس بھلا کیونکر پہن کر سکتی تھی؟ بچپن سے آج تک باہر جاتے ہوئے اس نے ہمیشہ ایسا لباس زیب تن کیا جو نامحرموں کو اس کی جانب دیکھنے پر مجبور نہ کرے۔ اور آج اتنا شوخ لباس اس کا شوہر اس کو ہاتھ میں تھمائے ہوئے تھا
''مناسب تو نہیں ہے مگر اس سے زیادہ اچھا لباس بھی تو نہیں ہے تمہارے پاس۔۔''ہلکی سی

مسکراہٹ کو چہرے پر لاتے ہوئے اس نے کہا تھا
"اب جلدی سے تیار ہو جاؤ۔۔ میں کار میں تمہارا
ویٹ کر رہا ہوں۔۔" یہ کہہ کر وہ گنگناتا ہوا چلا گیا۔

* * * *

کار میں بیٹھنے کے بعد جیسے ہی ضرغام نے اسے بتایا کہ
وہ لازوال کے سیٹ پر جا رہے ہیں تو جیسے اس کے سر
پر کسی نے بم پھوڑ دیا۔ اس کی آواز لڑکھڑا
گئی۔ اتنے نامحرموں کے درمیاں وہ ایسا لباس بھلا
کیونکر پہن کر جا سکتی تھی؟
"ضرغام! آپ کو پہلے بتانا چاہئے تھا میں اس لباس
میں کیسے جا سکتی ہوں وہاں۔ وہاں بہت سے مرد
ہونگے۔ میں ان کے درمیان اس لباس میں کیسی
لگوں گی۔ پلز آپ گھر واپس چلیں۔۔" وہ اس کے
آگے من سماجت کر رہی تھی مگر اس کو تو جیسے کوئی
فرق ہی نہیں پڑ رہا تھا۔ ڈرائیونگ کرتے ہوئے اس
کے چہرے پر ہلکی سی شاطرانہ مسکراہٹ تھی
"جسٹ چِل یار۔۔ آج کل سب چلتا ہے۔۔ سب
تمہیں دیکھنا چاہتے تھے اور اگر میں تمہیں گھر میں
بتا دیتا تو تم کبھی میرے ساتھ آنے کو تیار ہی نہ
ہوتیں اور تمہیں تو بلکہ خوش ہونا چاہئے کہ تم
میرے ساتھ میرے شو میں ہو نگی۔ پوری دنیا دیکھے
گی ضرغام عباسی کی بیوی کو۔۔" وہ بڑے فخر سے
کہہ رہا تھا۔
"ضرغام۔ یہ غلط ہے۔ بیوی دوسروں کو دیکھانے
کے لئے نہیں ہوتی۔ بیوی کا مطلب یہ تو نہیں کہ
اوروں کے سامنے اس کی نمائش کی جائے" اس کی
آنکھیں نم ہونا شروع ہو گئیں
"وجیہہ! تم ایسے ہی پریشان ہو رہی ہو۔۔ وہاں سب
میرے دوست ہیں۔ کوئی غیر نہیں ہے۔"
"وہ سب آپ کے دوست ہیں میرے نہیں اور
وہاں سب کے سب میرے لئے غیر محرم ہونگے اور
پھر کیمرے کے سامنے میں اپنے آپ کو پوری دنیا
کے سامنے آشکار کروں۔۔ میری یہ پرورش نہیں
ہے ضرغام۔۔"
"چپ۔۔ ایک دم چپ۔۔۔ اب ایک لفظ بھی
نہیں۔۔" وجیہہ کی باتوں سے تنگ آ کر اس نے
غصے میں کہا تو وہ ایک دم سدھ وہ کر بیٹھ
گئی۔ آنکھوں میں آنسو جنم لینے لگے۔ پورے راستے
وہ اپنے آپ کو کوستی رہی۔ گھر سے نکلتے ہوئے اس
نے اپنا عبایا بھی نہیں پہنا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ

ضرغام صرف اسے لانگ ڈرائیو پر لے کر جا رہا ہے۔رات کے وقت بھلاوہ اسے لے کر بھی کہاں جا سکتا ہے؟ مگر شو میں جانے کی بات سن کر تو وہ ٹھٹک کر رہ گئی۔سیٹ پر پہنچنے کے بعد وہ کار سے اترنے کو تیار ہی نہیں تھی۔ کار کو پارک کرنے کے بعد ضرغام نے دو بار اسے نرمی سے کہا کہ وہ کار سے اترے مگر وہ نہ اتری تو اس نے زبردستی اس کی کلائی کو پکڑا اور باہر نکالا۔وہ زیادہ مزاحمت نہ کر سکی۔ترچھی نظروں سے پارکنگ ایریا کے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ کوئی شخص نظر نہ آیا۔ مگر اس کو سکون نہ ملا کیونکہ یہاں کسی کے نہ ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ اندر کوئی نہیں ہو گا۔ مضبوط قدموں کے ساتھ وہ آگے بڑھ رہا تھا۔وجیہہ کی کلائی ابھی بھی ضرغام کی گرفت میں تھی۔ وہ دھیمے لہجے میں مسلسل جدوجہد کر رہی تھی مگر اس کا اُس پر کوئی اثر ہی نہیں ہو رہا تھا۔وہ سیدھا میک اپ روم میں گیا۔وہاں ہر طرف ماڈلز کی عریاں تصاویر تھیں۔ مگر کوئی نامحرم نہ تھا۔ مگر ضرغام کے لئے تو وہاں موجود ہر لڑکی غیر محرم تھی لیکن اس بات سے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ضرغام نے ہاتھ بڑھا کر ایک میک آرٹسٹ سے سلام کیا۔وجیہہ کو تو جیسے شاک لگا تھا۔ ایک نامحرم کس طرح کسی نامحرم سے ہاتھ ملا سکتا ہے کیا اسے خدا کے عذاب سے ڈر نہیں لگتا؟قیامت میں ملنے والی سزا سے نہیں ڈرتا۔ وہ ہنس ہنس کر اُن سے باتیں کر رہا تھا۔وہ بے خوف تھا مگر اس کا دل کانپ رہا تھا۔وہ بالکل خاموش ایک طرف کھڑی تھی

''اوہ۔۔ تو یہ ہے تمہاری بیوی۔۔'' ایک لڑکی نے کہا تھا

''ہاں! یہ ہے۔۔''سر آہ بھرتے ہوئے ضرغام نے کہا تھا۔

''یہ کیا؟ ڈریس تو اتنی اچھی پہنی ہوئی اور چہرے پر اتنی ویرانی۔۔۔''ایک لڑکی آگے بڑھی اور وجیہہ کا چہرہ ٹٹولنے لگی

''اسی لئے تو اسے سیدھا یہاں لایا ہوں۔۔ اب شو سے پہلے پہلے اس کا میک اپ کر دو۔۔،''ضرغام نے کہا تھا

''یہ تو بہت اچھا کیا تم اسے میرے پاس لائے۔۔ دیکھنا ایسے تیار کروں گی کہ اس کا سانولا رنگ چاند کی چاندنی میں بدل جائے گا۔'' یہ طنز تھا کہ طعنہ،

ویک پل کے لئے وہ نہ سمجھ سکی۔ مگر جو سمجھ سکی وہ یہ تھا کہ اس کے سانولے رنگ کو بدلنے کی بات کی گئی تھی۔ انسان کا رنگ اس کے بس میں تو نہیں ہوتا ۔ جو رنگ بھی ہوتا ہے وہ خدا نے بنایا ہوتا ہے پھر بھلا انسان کیسے خدا کی بنائی ہوئی شے میں نقص نکال سکتا ہے۔ جو خدا نے بنایا اُس کو چھپا کر انسان کیا ظاہر کرنا چاہتا ہے۔

''نہیں میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔۔''معمولی سا احتجاج کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ وہ لڑکی اس کی باتوں کو ان سنا کر کے آگے لے گئی اور چئیر پر بٹھا کر فیس پاؤڈر لگانے لگی

''تم بھی ذرا فیس پاؤڈر لگوا لو۔۔'' اس لڑکی نے ضرغام کو کہا تھا

''ہاں !تم صحیح کہہ رہی ہو۔۔ پسینہ سے چہرہ خراب سا ہو گیا ہے۔۔''اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ باہر چلا گیا

''ضر۔۔'' وہ اس کا نام بھی پورا نہ لے سکی۔ صرف آدھے گھنٹے میں اس لڑکی نے اس کا حلیہ بدل کر رکھ دیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا تو حیران رہ گئی۔ وہ وجیہہ نہیں تھی۔

''واؤ۔۔ کیا لگ رہی ہو تم۔۔۔'' دروازے سے ضرغام داخل ہوا تھا۔ پہلی بار اس نے وجیہہ کی تعریف کی تھی۔ ایک عورت کے لئے شوہر کی طرف سے ایک جملہ تعریف دنیا جہاں کی دولت سے بڑھ کر ہوتا ہے مگر اس کے لئے یہ بات خوشی کی نہیں تھی۔ اس کے دل میں وہ جذبہ نہیں تھا جو ہونا چاہئے تھا۔ ضرغام نے اس کی تعریف نہیں کی تھی۔ اُس نے تو اس لڑکی کی عریف کی تھی جو مصنوعی لبادہ اوڑھے سامنے بیٹھی تھی۔ جس کے خدوخال وجیہہ سے ملتے تھے۔ جس کا چہرہ وجیہہ سے ملتا تھا مگر وہ وجیہہ نہیں تھی۔ وجیہہ تو حقیقت پسند تھی اور وہ مصنوعی لبادہ اوڑھے سب کے سامنے تھی۔ اپنی اصل کو چھپا رہی تھی۔ لوگوں کی آنکھوں کو دغا دے رہی تھی۔ وہ دیکھانے کی کوشش کر رہی تھی جو وہ نہیں تھی۔ خوبصورتی دیکھنے کے لئے نہیں ہوتی۔ خوبصورتی محسوس کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ یہ دیکھنے والے کی آنکھ میں ہوتی ہے ۔

''مجھے یقین نہیں آرہا کہ تم اتنی خوبصورت بھی نظر

آسکتی ہو؟" یہ تعریف تھی؟ نہیں۔۔ یہ تعریف نہیں طنز تھا۔ جو اس کے دل کو بری طرح گھائل کر رہا تھا۔ آج اس نے اپنی دادی کی پرورش پر دنیا کو ترجیح دی تھی

"بیٹی! دنیا رنگین ہے اور رنگینیوں کو ہی پسند کرتی ہے مگر میری بات ہمیشہ یاد رکھنا یہ رنگینیاں سب پل بھر کے لئے ہوتی ہے جونہی ان رنگینیوں کا پردہ اٹھتا ہے اور حقیقت واضح ہوتی ہے تو وہی پسند نفرت میں بدل جاتی ہے۔"

"دادی! لوگ رنگینیوں کو پسند ہی کیوں کرتے ہیں؟"

"بیٹی! لوگ خوبصورتی کو پسند کرتے ہیں اور خوبصورتی کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ لوگوں کی نظر میں یہ خیال رچ بس گیا ہے کہ اس دنیا میں رہنے کے لئے خوبصورت نظر آنا بہت ضروری ہے۔ اسی لئے وہ اپنے چہرے پر خوبصورتی کا مکھوٹا پہن لیتے ہیں"

"دادی! اس میں برا کیا ہے؟"

"بیٹی! اس میں اچھائی ہی کیا ہے؟ انسان اپنی اصلیت کو چھپاتا ہے اور وہ دیکھاتا ہے جو وہ نہیں ہے۔ لیکن جب اصلیت سامنے آتی ہے تو انسان اپنے آپ کو وہیں کھڑا محسوس کرتا ہے جہاں وہ پہلے تھا۔ اس طرح ایک بار پھر وہی یہ راستہ اختیار کرتا ہے۔ اس طرح وہ ایک ہی راستے پر گول گول گھومتا جاتا ہے۔ منزل کو بھول کر راستے کی جستجو میں لگ جاتا ہے۔"

آج وہ بھی اسی بھول بھلیاں میں بھٹکتے ہوئے خود کو محسوس کر رہی تھی۔ جہاں سب کچھ بناوٹی تھی۔ وہ خود بھی اپنے آپ کو اسی بناوٹ کا حصہ سمجھ رہی تھی

"اب جلدی سے آجاؤ۔۔ سیٹ پر۔۔" یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا۔ آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے مگر کوئی ان آنسوؤں کو دیکھنے والا نہیں تھا

"مجھے معاف کر دیں دادی۔۔ مجھے معاف کر دیں۔۔" وہ دل میں آہ و زاری کر رہی تھی۔

"تمہاری بیوی نظر [illegible] آرہی؟" شو شروع ہونے میں ایک منٹ رہتا تھا۔ شہزاد نے ضرغام سے دریافت کیا

"بس آتی ہی ہوگی۔۔" اس نے قدرے آہستہ سے کہا اور سیٹ کی طرف بڑھ کر اپنے آپ کو ایک ابر پھر آئینے میں دیکھا۔ پر کشش شخصیت جو کسی بھی لڑکی کو فدا کر دے۔ وہ اپنے ساتھ کھڑی ہونے

والی لڑکی کو بھی ایسا ہی دیکھنا چاہتا تھا کہ ہر کوئی پہلی ہی نظر میں مر مٹے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس نے بے جوڑ شادی کی ہے۔ حسن پرست ہمیشہ حسن کو ہی پسند کرتا ہے۔ بس وہ بھی یہی جتلانا چاہتا تھا کہ وہ بھی ایک حسن کی دیوی پر مٹا ہے

''یہ کون ہے؟'' ایک ذات اپنے آپ کو سیاہ چادر میں لپیٹے ظاہر ہوئی تھی۔ سر تا پا صرف حجاب تھا۔ چہرے کو بھی کو چادر سے ڈھانپا ہوا تھا۔ ہاتھ بھی اسی چادر کے اندر تھے۔ صرف آنکھیں تھی۔ جو دیکھی جا سکتی تھی۔ شہزاد نے اسے دیکھتے ہی حیرت سے پوچھا تھا۔

''ملتے میں مسز ضرغام سے۔۔'' شو شروع ہو چکا تھا۔ ضرغام نے وجیہہ کا تعارف کروایا تو کیمرہ مین کیمرہ اس ذات کی طرف لے گیا جو اپنے آپ کو ڈھانپے ہوئے تھے۔ ضرغام کی نظروں نے کیمرے کا تعاقب کیا تو آنکھیں ٹھٹک کر رہ گئیں۔ چہرے پر غصے کے آثار نمودار ہو گئے۔ اس کی ساری شہرت اور عزت و مرتبے کو اُس ایک لمحے میں خاک میں ملا دیا۔ وہ خراماں خراماں آگے بڑھنے لگی۔ سب کی آنکھیں اس پر مرکوز تھیں۔ وہ برجستہ اس کے پاس گیا

''کیا ہے یہ؟'' اس نے تقریباً سرگوشی کی تھی مگر مائیک میں آواز گونج رہی تھی۔

''یہ ایک عورت ہے۔'' اس نے پر اعتمادی سے جواب دیا

''کٹ۔۔'' شہزاد کے کہنے پر سین کو کٹ کیا گیا اور فوراً ایک سانگ پلے کر دیا گیا۔

''ضرغام کیا ہے یہ سب کچھ؟'' غصے میں شہزاد نے کہا تھا

''سر مجھے ایک منٹ دیں ذرا۔۔'' وہ گھسیٹتا ہوا وجیہہ کو ایک کمرے کی طرف لے گیا اور اندر داخل ہوتے ہی کمرے کا دروازہ لاک کیا

''کیا ہے یہ سب کچھ۔۔'' اس نے بے دردی سے اس کے چہرے سے نقاب اتار پھینکا

''یہ حقیقت ہے ضرغام۔ ایک عورت کی عزت صرف حجاب میں پوشیدہ ہوتی ہے بے حیائی میں نہیں۔۔'' اس نے جواب دیا

''جسٹ شیٹ اپ۔۔۔ اتارو اسے اسی وقت۔۔ اتارو۔۔'' وہ غصے میں غرایا تھا

''نہیں ضرغام۔۔ میں یہ گھر جا کر ہی اتاروں

گی۔۔"میک اپ کرنے کے بعد جیسے ہی وہ میک روم سے باہر نکلنے لگی تھی کہ اس کی نظر ایک طرف رکھے عبائے پر گئی۔اس نے اُس لڑکی سے دو منٹ طلب کئے اور وہ عبایا پہن کر باہر سیٹ پر چلی آئی تھی۔

"میں نے کہا اسے ابھی کہ ابھی اتارو۔۔ اس کو۔۔ تمہاری وجہ سے میری عزت کا تماشا بن جائے گا ورنہ" وہ مسلسل غرا رہا تھا

"ضرغام! اسے پہن کر آپ کی عزت کا تماشا نہیں بنے گا بلکہ اسے پہن کر تو میں آپ کی عزت کی حفاظت کروں گی۔"

"شیٹ اپ۔۔ آئی سے شیٹ اپ۔۔ اس کو اتارو اور میرے ساتھ چلو۔۔"اس نے بے دردی سے اس کا عبایا اپنے ہاتھوں سے اتارنا شروع کیا

"ضرغام۔۔ یہ عبایا آپ کی عزت ہے۔اس کو اتار کر آپ اپنے آپ کو سب کے سامنے برہنہ کریں گے۔خدارا! یہ ظلم مجھ پر نہ کریں۔ یہ عبایا مت اتاریں۔۔"وہ مسلسل جدوجہد کرتی رہی ۔ منت سماجت کرتی رہی مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا

"ٹھیک نہ اتارو۔۔ اس عبائے کو لیکن پھر تمہیں میری شرط ماننی ہو گی۔۔" وہ ایک لمحے کے لئے پیچھے ہٹا

"شرط؟ کون سی شرط؟" اس کے دل میں کھٹکا ہوا وہ یک ٹک ضرغام کو دیکھنے لگی

"اگر تم نے میرے ساتھ رہنا ہے تو آج کے بعد تم کبھی اپنا سر نہیں ڈھانپو گی ورنہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میری زندگی سے نکل جاؤ۔۔"وجیہہ کے پاؤں تلے سے تو جیسے زمین ہی نکل گئی۔

"ضرغام۔۔" آنکھوں سے آنسو خود بخود نکل آئے

"بولو۔۔ تمہیں کیا منظور ہے؟ میرا ساتھ یا پھر ؟"اس نے معنی خیز لہجے میں پوچھا تھا۔وی یک ٹک گردن کو دائیں جانب ہلکا سا جھکائے ضرغام کی طرف دیکھتی جا رہی تھی۔اس کا ذہن مفلوج ہو کر رہ گیا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"اس کی آواز میں لرزہ طاری تھا۔

"جو کہہ رہا ہوں بس اس کا جواب دو۔۔۔ لیکن ایک بات یار رکھنا جو فیصلہ کرو اس کا گواہ تم اپنے ایمان کو بنانا۔"ایک ایسی شرط وہ رکھ چکا تھا جسے نبھانا اس کے بس سے باہر تھا۔ اس کے دل نے چاہا

کہ اسی وقت کہہ دے مجھے تمہاری کوئی شرط منظور نہیں۔ میں کبھی اپنے حجاب کو صرف ایک شخص کے لیئے داؤ پر نہیں لگا سکتی
"وجیہہ! مجھ سے ایک وعدہ کرو کہ تم ضرغام کو راہ راست پر لاؤ گی۔ وہ دنیا کی رنگینیوں میں بھٹک کر رہ گیا ہے۔ تم اسے دنیا کی رنگینیوں سے نکال کر اسلام کی چادر میں لاؤ گی۔ پلیز وجیہہ مجھ سے وعدہ کرو۔۔"
"میں وعدہ کرتی ہوں۔۔۔ میں ضرغام کو اسلام پر لانے کی اپنی تیئں پوری کوشش کروں گی" اس وعدے نے اسے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے کو کہا
"ٹھیک ہے مگر میری بھی ایک شرط ہے۔۔" اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے اس نے کہا تھا
"تمہاری شرط؟ کیا؟"ضرغام نے حیرت سے پوچھا
"میں تب تک اپنا سر نہیں ڈھانپوں گی جب تک آپ مجھے نہیں کہیں گے لیکن کیا اس کا وبال آپ اپنے سر لینے کو تیار ہیں؟"
"وبال؟ "
"جی وبال۔۔ ایک بیوی ہمیشہ اپنے شوہر کے آگے مجبور ہوتی ہے۔ اسے اکثر نہ چاہتے ہوئے بھی وہ کرنا پڑتا ہے جو اسے اس کو شوہر کرنے کو کہتا ہے لیکن آپ جانتے ہیں بعض کام جو شوہر کرنے کو کہتا ہے وہ ناجائز ہوتے ہیں مگر عورت کی مجبوری ہوتی ہے۔ وہ اس کام کرنے کو تیار ہو جاتی ہے مگر اس کام کا وبال اس عورت کی بجائے اس شوہر پر آتا ہے جو اسے وہ کام کرنے پر مجبور کرتا ہے۔"
"صحیح ہے۔۔" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ دین سے دوری نے اسے ہاں کرنے پر اکسایا تھا۔ اگر دین جانتا ہوتا تو اتنا بڑا گناہ اپنے سر کبھی نہ لیتا۔ ضرغام نے اپنے ہاتھوں سے اپنی بیوی کے سر کو برہنہ کر دیا۔ اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ مگر اس نے پرواہ نہیں کی۔ اس کے بال ہوا میں لہرانے لگے۔ ضرغام نے اپنے ہاتھوں سے کندھے سے کچھ بال آگے لٹکائے۔ کھلے بالوں میں وہ پہلے سے زیادہ حسین لگ رہی تھی۔
"تم ایسے پہلے سے زیادہ حسین لگتی ہو۔۔"اس کا غصہ کم ہو چکا تھا۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ دوبارہ سٹیج کی طرف بڑھا۔ وہ خراماں خراماں سٹیج کی طرف بڑھ رہے تھے مگر سب کی نظریں وجیہہ کی طرف تھیں۔ وہ خود میں ڈوبتی جا رہی تھی۔ شرم و حیا کے

سمندر میں وہ غوطے کھا رہی تھی مگر سب کی نظریں بدستور اس کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ زندگی میں پہلی بار وہ بنا حجاب کے کسی نامحرم کے سامنے آئی تھی۔ سر پر دوپٹہ نہیں تھا۔ چہرے پر حجاب نہیں تھا۔ کوئی ایسی اوٹ نہیں تھی جس کے ذریعے وہ خود کو دوسروں کی نظروں سے چھپا سکے۔ کیمرے کی تلملاتی روشنیاں اس کے وجود کو مزید چھلنی کر رہی تھیں۔ آنکھیں جھکی رہیں۔ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ اسے کوئی غرض نہیں تھی۔ وہ بس جانا چاہتی تھی مگر وقت تو جیسے تھم سا گیا تھا۔ سنیل کی رفتار سے وہ رینگ رہا تھا۔

* * * * *

شگفتہ بی بی کو جب وجیہہ کی اس قربانی کا معلوم ہوا تو وہ ایک لمحہ کے لئے ساکت رہ گئیں۔ وجیہہ کے آگے شرمندہ ہوئیں کہ اس نے ان کی خاطر اتنی بڑی قربانی دی۔

''میں رب سے یہی دعا کرونگی کہ اللہ تمہاری مدد کرے۔۔''اس سے زیادہ وہ کچھ نہ کہہ سکیں

''میں تم سے معافی مانگنا چاہتا تھا۔۔''آئینے کے سامنے وہ اپنے کھلے بالوں کو دیکھ رہی تھی کہ پیچھے سے ضرغام نے آکر اس سے کہا تھا۔ وہ فوراً پلٹی

''معافی۔۔ معافی کس لئے۔۔'' اس کا لہجہ گلوگیر تھا جیسے دل ہی دل میں رو رہی ہو۔ مگر آنسو واضح نہ تھے

''وہ سیٹ پر تم سے سختی سے بات کی تھی۔۔ اس لئے۔۔''وہ پہلی بار وجیہہ سے بات کرتے ہوئے اپنی نظریں چرا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے واقع اپنی غلطی کا احساس ہو۔

''کوئی بات نہیں۔۔ اس کے لئے تو میں نے آپ کو معاف کر دیا۔۔''پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے ضرغام کے چہرے کی طرف دیکھا جو یہ الفاظ سن کر بدر کے چاند کی طرح روشن ہو گیا تھا

''سچ۔۔'' اس نے انجانے میں اپنے دونوں ہاتھ وجیہہ کے شانوں پر رکھ لئے

''ہاں۔۔'' اثبات میں سر ہلاتے ہوئے وجیہہ نے تصدیق کی۔ تبھی اسے اندازہ ہوا کہ اس کے ہاتھ وجیہہ کے کندھوں پر ہیں۔ اس نے فوراً اپنے ہاتھ پیچھے ہٹائے اور واش روم میں جا کر نائیٹ سوٹ چینج کیا۔ وجیہہ نے بھی بیڈ شیٹ کو سیٹ کیا اور اپنا

بستر صوفے پر بچھایا

"ویسے اگر تم تھوڑا سا میک اپ کر کے رہا کرو تو اچھی لگو گی۔۔" کرتے کی آستینیں کہنیوں تک چڑھاتے ہوئے وہ بیڈ کی طرف بڑھا

"اگر آپ کو اچھا لگتا ہے تو ضرور کرونگی۔۔"ہلکی سی مسکراہٹ اس کیا اداس چہرے پر پھیل گئی

"بہت خوب۔۔مجھے خوبصورتی ہی پسند ہے" وہ بیڈ پر لیٹنے لگا تو اس کی نظر صوفے پر گئی جہاں وجیہہ اپنا تکیہ سیٹ کر رہی تھی

"یہ تکیہ صوفے پر کیوں رکھ رہی ہو؟"اس نے حیرت سے استفسار کیا

"سونے کے لئے۔۔"

"لیکن وہاں کیوں؟ تم یہاں بھی تو سو سکتی ہو۔۔"یہ سنتے ہی وجیہہ کے ہاتھوں سے لحاف نیچے گر گیا۔

"نن نن نہیں۔۔ میں ٹھیک ہوں۔۔" اس سے جھک کر لحاف اٹھاتے ہوئے کہا

"کیسے ٹھیک ہو؟"وہ برجستہ اٹھا

"اب تمہیں صوفے پر سونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم بیڈ پر سو سکتی ہو۔۔" اس کا سرہانہ اور لحاف اٹھا کر بیڈ کی طرف لے جاتے ہوئے کہا

"لیکن ضرغام۔۔۔" اسے جیسے اپنے کانوں پر یقین ہی نہیں آرہا تھا

"پھر لیکن۔۔اب چلو۔۔" وہ پلٹا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بیڈ پر لے گیا۔

"اب آرام سے یہاں سو۔۔"شانوں سے پکڑ کر اسے بیڈ پر بٹھایا۔ وجیہہ نے دھیرے دھیرے اپنی نظریں اوپر ضرغام کے چہرے کی طرف اٹھائیں تو ایک الگ انداز اس کے وجود میں پایا۔ چہرے پر عجیب سی کشش سمائی ہوئی تھی۔ لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ میں آج وہ اس کو پہلے سے کہیں زیادہ خوبرو لگ رہا تھا

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟"وجیہہ کے یک ٹک دیکھنے پر اس نے پوچھا تھا

"آپ کو۔۔۔"برجستہ اس کی زبان سے جاری ہوا تھا لیکن بعد میں وہ اپنے ہی کہے گئے الفاظ پر پشیمان تھی۔ فوراً اپنی نظریں جھکا لیں

"میں ہوں ہی ایسا جو دیکھے بس دیکھتا ہی جائے۔۔"مسکراتے ہوئے وہ اپنی جگہ پر آ بیٹھا اور ٹیک لگا کر لحاف اوڑھا

"آج آپ کا موڈ بہت خوشگوار ہے۔ کوئی خاص بات

ہے؟'' جو سوال کافی دیر سے اس کے دل میں کھٹک رہا تھا آخر اس نے پوچھ ہی ڈالا
''پتا نہیں کیوں۔۔۔ تمہیں دیکھ کر خود بخود موڈ فریش ہو گیا۔۔'' وجیہہ کی طرف جھک کر اس نے رومانوی انداز میں کہا تھا۔ یہ سن کر ایک بار پھر وجیہہ کی آنکھیں جھک گئیں۔ کیا واقعی ضرغام کا دل پگھل رہا تھا؟ کیا واقعی ایک قربانی ضرغام کو وجیہہ کے قریب لا رہی تھی؟ کئی سوال اس کے دل میں کھٹکنے لگے تھے۔
''آج آپ نے مجھ سے ایک چیز مانگی تھی، میں نے انکار نہیں کیا۔ کیا اب میں آپ سے کچھ مانگ سکتی ہوں؟'' اس نے لیٹنا چاہا مگر جھٹ اٹھ بیٹھی اور فوراً سوال داغا
''ہاں۔۔''
''آپ نماز پڑھنا شروع کر دیں۔۔'' پہلا قدم اس نے اٹھایا تھا جواب کی توقع اسے اگرچہ نہیں تھی مگر پھر بھی وہ جواب کی منتظر تھی اور ایک بار پھر ضرغام نے اسے حیران کر دیا
''اچھا۔۔'' یہ کہتے ہوئے وہ کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔ ہاتھ بڑھا کر اس نے ٹیبل لیمپ آف کیا تو کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔ وہ چاندی میں ضرغام کی طرف دیکھنے لگی۔ پہلی بار اس کی آنکھوں سے پیار چھلک رہا تھا۔ ایک قربانی دینے سے ضرغام میں کتنی بڑی تبدیلی آگئی تھی۔ وہ بس اب اُس انتظار میں تھی جب ضرغام خود اس کے سر پر دوبارہ محبت کی چادر اوڑھائے گا۔

*　*　*　*

انمول اور عندلیب کی باتیں رضیہ بیگم کے دل میں گھر کرتی جا رہی تھیں۔ عندلیب کی آزادانہ سوچ انمول کو گھر داری کی طرف راغب کرنے کی بجائے دنیا کی طرف گھسیٹتی جا رہی تھی۔ پہلے جو وہ ان کا احترام کرتا تھا آہستہ آہستہ ختم ہو گیا تھا۔
''انمول۔۔۔!!'' کمر میں درد کی ایک لہر دوڑی تھی۔ جس وجہ سے وہ اونچا نہ کہہ سکیں اور مسلسل آہستہ آواز میں اسے بلاتی رہیں۔
''کیا ہے امی؟'' سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ روکھے انداز میں جھلا کر بولا تھا
''انمول۔۔ ذرا بازار سے آئی او ڈیکس لے آنا۔۔'' درد کی شدت کی وجہ سے انہوں نے اپنا بائیں ہاتھ پیچھے کمر پر رکھا ہوا تھا

''امی ابھی تو میں تھک چکا ہوں۔۔ کل صبح لے آؤں گا۔۔''کچن کی طرف جاتے ہوئے اس نے اکتاہٹ بھرے لہجے میں کہا تھا

''لیکن بیٹا۔۔آہ۔۔ درد ۔۔''درد سے کراہتے ہوئے کہا تھا

''امی۔۔ پین کلر ٹیبلیٹس کھا لیں۔۔۔ افاقہ ہو جائے گا۔۔''شیلف سے ایک گلاس اٹھایا اور پانی پینے کے بعد مفت کا مشورہ دے کر دوبارہ اپنے کمرے کی طرف چل دیا

''لیکن انمول۔۔''انہوں نے اٹھنا چاہا مگر درد کی ٹیس بڑھ گئی اور وہ اٹھ نہ سکیں مگر انمول نے دیکھنا تک گوارا نہ کیا۔

''انمول۔۔''سب سے اوپر والے سٹیپ پر پہنچا تو اس کے کان میں رضیہ بیگم کی آواز آئی تو اس نے پلٹ کر دیکھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ رضیہ بیگم کی طرف بڑھتا کمرے سے عندلیب کی آواز آئی

''انمول۔۔ میں انتظار کر رہی ہوں۔۔''

''آیا میری جان۔۔۔''رضیہ بیگم کی حالت کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ چلا گیا۔رضیہ بیگم وہیں درد سے کراہتی رہیں۔ علی عظمت کسی کام سے شہر سے باہر گئے ہوئے تھے۔گھر میں وہ اس وقت عندلیب اور انمول کے ہوتے ہوئے بھی اکیلی تھیں۔آج انہیں وجیہہ کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی تھی

''امی۔۔۔آپ نا اس درد کا اچھی طرح علاج کروائیں۔۔یوں بار بار درد کو ہونا ٹھیک نہیں ہے۔''ایک آواز نے سرگوشی کی تھی

''آج پھر درد ہو رہا ہے ناں۔۔دیکھائیں میں آئی او ڈیکس لگا دیتی ہوں۔۔''ایک بار پھر سرگوشی ہوئی۔

انہوں نے حسرت کے ساتھ ادھر ادھر دیکھا مگر وہاں کوئی نہیں تھا

''وجیہہ۔۔۔''درد کی شدت میں وہ بس اتنا ہی کہہ سکیں۔ آنکھوں میں موجود آنسو ان کے غم کی ترجمانی کر رہے تھے

* * * *

''کتنی بار کہا ہے آپ کو آپ اپنی صحت کا خیال رکھا کریں۔۔یہ تو اچھا ہوا پھپا جی کا فون آگیا تھا ورنہ آپ تو اسی درد میں کراہتی رہتیں۔''رضیہ بیگم کو بستر پر لٹاتے ہوئے حجاب نے کہا تھا

''بس بیٹا!''درد کی شدت اب بھی ویسی ہی تھی

''آپ کو آپی کی بات منا لینی چاہئے تھی۔کم سے کم

ایک بار چیک تو کروا ہی لینی چاہئے۔ آئے دن کمر کا درد ہونا اچھی بات نہیں ہے۔۔" دراز سے ٹیبلٹس نکال کر انہیں کھلائیں

"بس بیٹا۔۔چند منٹوں کا تو ہوتا ہے درد۔۔" پانی کے ساتھ ٹیبلٹس لینے کے بعد کہا

"لیکن خیال تو رکھنا چاہئے ناں آپ کو۔۔" حجاب نے ان سے گلاس لے کر ٹیبل پر رکھا

"خیال۔۔وجیہہ تھی تو رکھتی لیتی تھی۔اب تو شاید ۔۔" ان کی آواز بھر آئی تھی

"سوچا تھا کہ انمول کی بیوی آئے گی ہمارا خیال رکھے گی۔ اس گھر کو جوڑ کر رکھے گی مگر شاید سب خواب اب کرچی ہو چکے ہیں۔۔" آنکھیں بھی پر نم ہو گئیں تھی

"پھپو۔۔جو ہوا سو ہوا۔۔جو آپ کی پرواہ نہیں کرتا اُن کی خاطر دل بھی نہیں میلا کرنا چاہئے۔۔" ان کے رخسار سے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا

"اب آپ آرام کریں۔۔میں آپ کے لئے جوس بنا کر لاتی ہوں۔۔" یہ کہہ کر حجاب نے رضیہ بیگم پر لحاف اوڑھایا اور دروازے کی طرف چل دی۔

"کاش عندلیب کی جگہ تم ہوتی حجاب۔۔۔!! کاش۔۔" انہوں حسرت کے ساتھ دروازے کی طرف دیکھا

* * * *

اللہ اکبر ۔۔۔ اللہ اکبر

اذان کی پر کیف آواز اس کے کانوں میں شہد گھولنے لگی تو اس کی نیند بھی آہستہ آہستہ اس سے دور ہٹنا شروع ہو گئی۔ کروٹیں بدلنے کے بعد وہ انگڑائی لیتے ہوئے اٹھی اور سائیڈ لیمپ آن کیا تو کمرے میں ہلکی سی روشنی پھیل گئی۔ اس نے ایک نظر اپنے دائیں طرف دوڑائی تو ضرغام کو پر سکون سویا ہوا پایا۔ دنیا و مافیہا سے بے خبر اس کا وجود بہت وجیہہ لگ رہا تھا۔

"سوتے ہوئے آپ بہت اچھے لگتے ہیں۔" پیار سے اپنا ہاتھ ضرغام کے چہرے پر پھیرتے ہوئے اس نے زیر لب کہا تھا۔ یہ کہہ کر وہ اٹھی اور واش روم میں جا کر وضو کیا اور نماز کی تیاری میں مصروف ہو گئی۔ نماز پڑھنے کے لئے وہ شگفتہ بی بی کی کمرے میں چلی گئی تاکہ ضرغام کی نیند میں مخل نہ ہوں۔دونوں ساس بہو نے نماز فجر ادا کی ۔

"امی آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟" دعا کرتے ہوئے شگفتہ بی بی بار بار سر پر ہاتھ پھیر رہی تھیں

"بس سر میں درد ہو رہا ہے۔۔"

"سر میں درد ہو رہا ہے؟ دکھائیں بخار تو نہیں ہے آپ کو؟" تسبیح مکمل کر کے اس نے شگفتہ بی بی کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر ٹمپریچر چیک کیا

"اللہ کا شکر ہے۔۔ ٹمپریچر تو نہیں ہے۔ میں ابھی ٹیبلٹ لا کر دیتی ہوں کمرے سے۔۔۔" اٹھ کر وہ اپنے کمرے کی طرف گئی۔ کمرے میں جا کر دروازہ کھولا تو دیکھ کر اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ بیڈ خالی تھا۔ ضرغام وہاں نہیں تھا۔ آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے وہ یک ٹک سامنے دیکھتی رہی۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا کرے۔ کیا کہے کیا نہ کہے۔ منہ پر ہاتھ رکھے وہ اپنی آواز کو دبانے کی کوشش کر رہی تھی

"وجیہہ وہ میں کہہ رہی تھی کہ۔۔۔" پیچھے سے شگفتہ بی بی آئیں اور اس کے شانوں پر ہاتھ رکھا

"وجیہہ تم ٹھیک تو ہو ناں۔۔۔" وجیہہ کو ایسے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے دیکھ کر وہ گھبرا گئی تھیں

"امی۔۔ وہ۔۔ یہ۔۔" اس نے پیچھے مڑ کر کہا شگفتہ بی بی کی توجہ سامنے مرکوز کروائی۔ شگفتہ بی بی نے آگے بڑھ کر دیکھا تو ان کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔ اتنے عرصے کے بعد انہوں نے ضرغام کو نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ تشہد میں بیٹھا وہ نماز فجر ادا کرنے میں مصروف تھا۔ دونوں آگے بڑھیں۔ وجیہہ کی تو آنکھوں سے آنسو ہی تھمنے میں نہیں آرہے تھے۔ شادی کے بعد پہلی بار اس نے ضرغام کو نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ سر کو سفید ٹوپی سے ڈھانپے وہ بہت وجیہہ لگ رہا تھا۔ دائیں طرف سلام پھیرا اور پھر بائیں طرف سلام پھیرا۔ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

"اے خدا! میرے بیٹے کی ہر دعا قبول فرمانا۔۔" شگفتہ بی بی کا سر درد اپنے بیٹے کو اپنے رب کے ساتھ لو لگاتا دیکھ کر اڑنچھو ہو گیا

"آمین۔۔" وجیہہ کی لب سے برجستہ جاری ہوا تھا

"امی آپ؟" دعا مانگنے کے بعد اس نے جائے نماز اٹھا کر پیچھے دیکھا تو دونوں کی آنکھوں کو پرنم پایا۔ شگفتہ بی بی کی طرف بڑھ کر اس نے کہا تھا

"بہت خوشی ہوئی تمہیں نماز پڑھتا دیکھ کر۔۔۔" پیار سے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا

"یہ سب آپ کی بہو کا کیا دھرا ہے۔۔" ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے جواب دیا اور پھر ٹیبل

کی طرف بڑھا

"پانی؟" اس نے سوالیہ انداز میں وجیہہ کی طرف دیکھا

"وہ آپ جلدی اٹھ گئے تھے ناں۔۔ اس لئے بھول گئے۔۔ ابھی لاتی ہوں۔۔" پلکوں پر چمکتے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے کہا اور پھر کمرے سے باہر چلی گئی

"اب کبھی مت چھوڑنا نماز۔۔۔" پیار سے اس کے رخسار کو تھپتھپایا اور پھر کمرے سے باہر آگئیں

* * * *

حجاب رضیہ بیگم کے لئے ناشتہ بنانے میں مصروف تھی کہ اس کی نظر سامنے ٹی وی لاؤنج کی طرف گئیں۔ انمول سیڑھیاں اتر کر باہر کی طرف جارہا تھا

"انمول۔۔" حجاب کی آواز سن کر انمول کے قدم تو رک گئے مگر اس نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا

"انمول مجھے تم سے ایک بات کرنی ہے۔۔" بالوں کی لٹوں کو کان کے پیچھے اڑستے ہوئے حجاب نے کہا

"لیکن مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔۔" اس نے روکھے انداز میں جواب دیا

"لیکن مجھے کرنی ہے اور وہ بھی ابھی کے ابھی۔۔۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا

"ہاں کہو۔۔" بے رخی سے اس نے پلٹ کر حجاب کی طرف دیکھا

"تم نے اپنی مرضی سے شادی کی مجھے اس سے کوئی کوئی غرض نہیں اور نہ ہی میں تمہاری پسند کو برا کہتی ہوں۔ تم نے وہ کیا جو تمہیں ٹھیک لگا مگر انمول ان سب میں بھلا پھپو جان کا کیا قصور ہے؟ تم ان کو کس بات کی سزا دے رہے ہو؟" وہ یک ٹک اس کے چہرے کے تاثرات کو دیکھ رہی تھی جو ہر لمحہ بدل رہے تھے

"مجھے ان بے کار باتوں کے لئے روکا ہے؟" اس کے چہرے سے بیزاریت واضح ہو رہی تھی

"یہ باتیں بیکار نہیں ہیں انمول۔۔وہ تمہاری ماں ہیں۔۔"اس نے سختی سے کہا

"اور وہ میری بیوی۔۔۔"جھٹ جواب دیا

"تو بیوی کو بیوی کی جگہ رکھو۔۔ اور ماں کو ماں کی جگہ پر۔۔"

"یہ سب باتیں کرنے والی تم ہوتی کون ہو؟ مہمان ہو مہمان بن کر رہو اور چلتی بنو۔۔۔" کراخت لہجے میں جواب دیا

"انمول۔۔" رضیہ بیگم کمرے سے ڈرائنگ روم کی

طرف آرہی تھیں۔ انمول کی باتیں سن کر انہیں بہت دکھ پہنچا

"ہنہ۔۔" وہ گردن جھٹکتے ہوئے آگے بڑھ گیا

* * * * *

"مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میرا یہاں رہنا کسی کو اچھا نہیں لگ رہا۔۔" آئینے کے سامنے میک اپ کرتے ہوئے عندلیب نے انمول سے کہا تھا جو ابھی ابھی شاور لے کر باہر آیا تھا۔ بالوں سے پانی کے قطرے ابھی بھی فرش پر ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔

"ایسا تمہیں کس نے کہا؟" بیڈ سے ٹاول اٹھا کر اپنے بالوں کو صاف کرتے ہوئے اس نے ترچھی آنکھوں سے عندلیب کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ جو اب آنکھوں میں کاجل لگا رہی تھی

"کہا تو کسی نے نہیں مگر اُن کا رویہ تو یہی بتاتا ہے ناں۔۔" کاجل لگانے کے بعد اس نے آئینے میں اپنے پورے چہرے کا جائزہ لیا کہ کہیں کچھ کمی تو نہیں رہ گئی

"تم اُن کے رویوں کی طرف غور ہی نہ کیا کرو۔۔" وارڈروب سے شرٹ نکال کر پہنتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

"لیکن انمول کوئی کب تک برداشت کر سکتا ہے۔ آخر ہم رہتے تو ایک ہی گھر میں ہیں۔ صبح شام باہر آتے جاتے ان کا چہرہ دیکھنا تو پڑتا ہے ناں۔۔!!" آئینے کے سامنے سے کھڑی ہو کر وہ انمول کے پاس گئی اور اس کی شرٹ کے بٹن اپنے ہاتھوں بند کرنے لگی

"عندلیب۔۔ میری جان۔۔" اس نے ابھی شرٹ کے نچلے حصے کے دو بٹن ہی بند کئے تھے کہ انمول نے اس کے ہاتھوں کر پکڑ کر سینے کی طرف کیا۔ وہ جھکی آنکھوں سے گلہ کرتی رہی

"برداشت کرنا پڑتا ہے۔ زندگی میں کچھ بھی پانا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ تم ہماری ہی مثال لے لو۔ ہماری شادی کن حالات میں ہوئی تھی۔ میں تو صرف تمہارے ڈیڈ سے ملنے گیا تھا اور تمہارے ڈیڈ نے اسی وقت میرے سامنے شرط رکھ دی کہ اگر میں تم سے پیار کرتا ہوں تو ابھی کہ ابھی تم سے شادی کروں۔۔ اُس وقت میرے لئے فیصلہ کرنا کتنا مشکل تھا لیکن میں نے کیا ناں۔ اب جب تمہیں اس مشکل سے گزرنا پڑ رہا ہے تمہیں بھی گھبرانا نہیں چاہئے۔ حالات کا مقابلہ کرنا چاہئے۔۔" اپنی آنکھیں

عندلیب کے چہرے پر ٹکائے وہ اسے پیار سے سمجھارہا تھا مگر اس کے چہرے پر ناگواری کے اثرات تھے۔ایسالگ رہاتھاجو بات وہ سننا چاہتی تھی وہ یہ کہہ ہی نہیں رہا تھا۔عندلیب کے چہرے پر ناگواری کے احساسات کو بھانپتے ہوئے اس نے اس کا ہاتھ پیار سے چوما

''سمجھنے کی کوشش تو کر رہی ہوں ناں۔۔''اس کی آنکھوں میں شوخ پن غالب تھامگر دوسری طرف صرف ناگواری کے احساسات تھے

''لیکن انمول مجھے حالات سے مقابلہ کرنا نہیں آتا اور نہ ہی میں کسی ڈرامے کی ہیروئن کی طرح گھر گھرہستی کی خاطر لمبے لمبے امتحانوں سے سے گزر سکتی ہوں۔ [illegible] آج کی لڑکی ہوں مجھے ہر چیز سٹیبل چاہئے ناں کہ میں خود اس کو سٹیبل بناؤں۔میں چاہتی ہوں کہ حالات میری مرضی کے مطابق چلیں ناں کہ میں حالات کے بتائے ہوئے ڈگر پر نکل پڑوں۔۔''اس نے خفگی سے اپنے ہاتھوں کو انمول کے ہاتھوں سے آزاد کروائے اور چہرے کا رخ پھیر لیا

''لیکن عندلیب۔۔۔ تھوڑا ساتو صبر کیا جاسکتا ہے ناں۔۔''اس کے دونوں شانوں کو پکڑ کر اس کا چہرہ اپنی طرف کیا۔

''صبر۔۔۔تم تو جانتے ہو میں کتنا صبر کر سکتی ہوں پھر بھی تم مجھے صبر کرنے کا کہہ رہے ہو؟''استفہامیہ انداز میں اس کے چہرے کی طرف دیکھا

''ہاں۔۔'' اس نے اثبات میں سرہلایاتو عندلیب بھی ایک سوچ میں ڈوب گئی۔جو وہ کہنا چاہتی تھی صاف صاف کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔ایسا کرنے سے اس کی اہمیت انمول کی نظروں میں کم ہو سکتی تھی۔مجبوری کا نام شکریہ سمجھ کر اس نے بھی اثبات میں سر ہلادیا

''اب کن سوچوں میں گم ہو؟ پارٹی میں نہیں جانا کیا؟''چٹکی بجاتے ہوئے اس نے عندلیب کو سوچوں کی دنیا سے باہر نکالا۔عندلیب نے حیرانی سے انمول کے چہرے کی طرف دیکھا جو مسکرا رہا تھا۔

''میں تو تیار ہوں۔۔۔ تم ہی دیر کر رہے ہو۔۔''اس نے سارا ملبہ انمول پر ہی ڈال دیا

''اچھاجی۔۔خود ہی باتوں کے جال میں الجھا کر مجھے تیار ہونے سے روک رہی تھی اور اب سارا ملبہ بھی

مجھ پر ہی ڈال رہی ہو۔۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔۔" ہلکے سے شوخ لہجے میں کہا
"اچھا اچھا۔۔ اب زیادہ باتیں مت بناؤ۔۔ جا کر اپنی شرٹ کے بٹن بند کرو۔۔" گردن جھٹکتے وہ آئینے کی طرف بڑھی اور ایک بار پھر اپنے چہرے کا جائزہ لیا۔

* * * *

"مجھ سے نہیں سنی جاتی آپ کی باتیں۔۔ یہاں نہ جاؤ۔۔ وہاں نہ جاؤ۔۔ اتنی دیر کہاں لگا دی؟ کہاں تھے؟ یہ وقت ہے گھر آنے کا؟ اور پتا نہیں کیا کیا کچھ۔۔۔ میں تنگ آچکا ہوں آپ دونوں کی باتوں سے۔۔" عندلیب اور انمول پارٹی سے رات گئے واپس آئے تو علی عظمت اور رضیہ بیگم کو ٹی وی لاؤنج میں انتظار کرتے ہوئے پایا۔ پہلے تو دونوں نے انہیں نظر انداز کر دیا مگر جیسے ہی وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگے تو علی عظمت کے سوال نے انمول کے غصے کو ہوا دینے کا کام کیا تھا
"لیکن میں نے صرف یہی کہا ہے کہ بیوی کے ساتھ یوں رات رات تک باہر رہنا اچھی بات نہیں ہوتی۔۔" علی عظمت کا لہجے بدستور دھیمہ تھا۔ وہ بات کو بڑھانا نہیں چاہتے تھے مگر جو انداز انمول کے تھے اس سے ایسا لگتا تھا جیسے وہ بات کا بتنگڑ بنانے کے موڈ میں تھا
"پلز۔۔۔ آپ نصیحتیں کرنا بند کریں۔۔ ایک تو چلی گئی نصیحتیں کرنے والی مگر ایسا لگتا ہے جاتے ہوئے اپنی روح اسی گھر میں چھوڑ گئی۔۔" اسے جھلاتے ہوئے وجیہہ کو باتوں میں گھسیٹا تھا
"انمول! وہ تم سے بڑی ہے۔۔" پہلی بار رضیہ بیگم نے انمول کے سامنے یہ جتلایا تھا کہ وجیہہ اس سے بڑی ہے
"اوہ۔۔ بڑی جلدی خیال آگیا۔۔۔" اس نے طنزیہ انداز میں کہ تھا
"چلو انمول۔۔۔ ان کی تو عادت ہی بن گئی ہے روک ٹوک کرنے کی۔۔۔" عندلیب نے انمول کا ہاتھ پکڑ کر لے جانا چاہا جو علی عظمت کو ایک پل کے لئے بھی نہ بھایا
"ہم اپنے بیٹے سے بات کر رہے ہیں۔۔۔" انہوں نے عندلیب کے وجود کو نظر انداز کیا تو انمول کا غصہ مزید بھڑک گیا

''ابو۔۔ یہ میری بیوی ہے۔۔ آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا میری بیوی سے ایسے بات کرنے میں۔۔'' آنکھیں دیکھاتے ہوئے انمول نے کہا تھا

''انمول۔۔ ایسے بات کرتے ہیں اپنے ابو سے؟'' رضیہ بیگم کی آواز گونجی۔ انہوں نے پہلی بار سخت لہجے میں انمول کو ڈانٹا تھا۔ جو کہ انمول کے ناقابل برداشت تھا

''ویسے ٹھیک ہی کہتی ہے عندلیب۔۔ آپ سب اسے یہاں دیکھ کر ہی خوش نہیں ہیں۔۔ اب تو مجھے بھی ایسا لگتا ہے کہ جیسے ہمیں یہاں سے چلے ہی جانا چاہئے۔۔'' یہ سن کر دونوں کو ایک دھچکا لگا تھا۔

''انمول۔۔'' علی عظمت یہ برداشت نہ کر سکے اور ایک طماچہ اس کے رخسار پر پیوست کیا

''اپنے ہاتھ اپنے قابو میں رکھیں۔۔۔'' اس نے عقابی نظروں سے دیکھتے ہوئے مزید کہا

''اب ہم اس گھر میں مزید نہیں رک سکتے۔۔ کل ہی یہ گھر چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ آئی بات سمجھ میں۔۔'' یہ کہہ کر وہ عندلیب کا ہاتھ پکڑ کر کمرے میں چلا گیا۔ دونوں پر تو جیسے قیامت ہی ٹوٹ پڑی تھی۔ رضیہ بیگم نے علی عظمت کی طرف دیکھا جو یاس کے ساتھ انمول کو جاتا ہوا دیکھ رہے تھے۔

ایک باپ کے لئے اپنے بیٹے کی طرف سے یہ دھمکی کہ وہ ان کو چھوڑ کر چلا جائے گا کسی قیامت سے کم نہیں ہوتی۔ پاؤں تلے سے زمین نکل جاتی ہے۔ سر سے آسمان چھن جاتا ہے۔ ایک باپ کو اپنے بڑھاپے میں صرف ایک بیٹے کا ہی تو سہارا ہوتا ہے مگر اگر وہی ان کو بے سہارا چھوڑنے کی بات کرے تو اس دل پر کیا گزرتی ہے۔ یہ صرف وہی دل جانتا ہے جس پر بیت رہی ہوتی ہے

''نہیں انمول۔۔ ہم ایسے نہیں جا سکتے۔۔ یہ گھر تمہارا ہے۔ اس گھر پر صرف تمہارا حق ہے۔ تم ایسے ہی یہ سب چھ چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔۔'' شب خوابی کا لباس پہن کر وہ اس کے پہلو میں آبیٹھی تھی۔ وہ سینے پر ہاتھ باندھے نیم دراز لیٹا تھا

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' اس نے استفہامیہ انداز میں عندلیب کی طرف دیکھا تھا

''مطلب یہ کہ اس جائیداد پر صرف تمہارا حق ہے۔ اگر تم اپنا حق لئے بغیر چلے گئے تو تمہیں وہ اپنی جائیداد سے بے دخل کر دیں گے اور اس طرح ساری کی ساری پراپرٹی تمہاری بہن کو مل جائے

گی۔۔" اس کی باتوں سے دوغلاپن صاف واضح ہو رہا تھا۔ عندلیب کی باتوں نے انمول کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔ اس نے اپنی نظریں سامنے دیوار پر مرکوز کر لیں اور یک ٹک دیوار کی طرف دیکھتا رہا

"میں تمہیں تمہارے والدین کے خلاف بھڑکا نہیں رہی بلکہ سچ کہہ رہی ہوں۔۔" اس نے شاطرانہ انداز میں اپنا داؤ چلا تھا

"میں جانتا ہوں۔۔۔"اس نے بنا اس کی طرف دیکھے کہا تھا۔ یہ سنتے ہی عندلیب نے اپنا سر انمول کے کندھوں پر ٹکا لیا

"میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں انمول۔۔ تمہیں کھونے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی،۔۔۔اور جو کچھ بھی کہہ رہی ہوں تمہارے بھلے کے لئے کہہ رہی ہوں۔۔" انمول کے بازو کو سرہانا بنائے اس نے آنکھیں بند کر کے کہ تھا۔ اس نے سرسری طور پر عندلیب کی طر دیکھا اور پھر دوبارہ توجہ دیوار کی طرف مرکوز کر لیں

*　*　*　*　*

"مجھے اپنا حصہ چاہئے۔۔"ناشتے کی میز پر انمول نے برجستہ کہا تو رضیہ بیگم اور علی عظمت کے ہاتھ رک گئے۔ رات جو قیامت ٹوٹی تھی ابھی اس کا ازالہ بھی نہ ہوا تھا کہ اس نے ایک اور قیامت توڑ ڈالی تھی

"انمول۔۔ تم جانتے بھی ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"رضیہ بیگم نے تصدیق چاہی تھی

"جی میں جانتا ہوں۔۔" اس نے سرسری طور پر کہا

"تمہیں ایک پائی بھی نہیں ملے گی سمجھے تم۔۔" علی عظمت نے کرخت لہجے میں سنا دیا۔ یہ سنتے ہی انمول نے عقابی نظروں سے علی عظمت کی طرف دیکھا مگر پھر اپنے آپ کو کنٹرول کرتے ہوئے گویا ہوا

"دیکھیئے۔۔ میں صرف اپنا حصہ مانگ رہا ہوں۔۔ یہ تو نہیں کہہ رہا کہ آپ اپنی ساری پراپرٹی میرے نام کریں۔۔ جو کچھ میرا ہے ۔ بس وہ مجھے دے دیں۔۔۔"اس نے بناوٹی انداز میں کہا تھا

"سنا نہیں تم نے؟ کیا کہا میں نے کہ تمہیں۔۔۔"

علی عظمت نے ابھی اپنا جملہ بھی مکمل نہیں کیا تھا کہ رضیہ بیگم نے مداخلت کی

"ٹھیک ہے ہم تمہیں نہ صرف تمہارا حصہ دیں گے بلکہ ساری پراپرٹی بھی تمہارے نام کر دیں گے۔۔" پرسکون لہجے میں رضیہ بیگم نے کہا تھا۔ یہ سن کر علی

عظمت برہم ہوگئے

"بیگم۔۔ آپ جانتی بھی ہیں کہ کیا کہہ رہی ہیں؟" انہوں نے جبڑے بھینچتے ہوئے تنبیہہ کی تھی

"جی ہاں۔۔ میں جانتی ہوں کہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔۔" انہوں نے علی عظمت کے سوال کا جواب انتہائی پرسکون انداز میں دیا اور ایک بار پھر اپنی نگاہیں انمول پر مبذول کیں

"آپ سچ کہہ رہی ہیں امی؟؟" وہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا۔ اٹھ کر رضیہ بیگم کے قدموں میں آبیٹھا۔ عندلیب جو ابھی ابھی وہاں آئی تھی۔ یہ سن کر شاطرانہ ہنسی اس کے چہرے پر ابھر آئی

"مگر ایک شرط ہے۔۔" انہوں نے نظریں پھیرتے ہوئے کہا

"شرط؟ کون سی شرط؟" انمول کے دل میں کھٹکا سا ہوا تھا۔ اس نے استفہامیہ انداز میں رضیہ بیگم کی طرف دیکھا تھا۔ علی عظمت بھی یک ٹک رضیہ بیگم کی طرف دیکھتے جا رہے تھے

"ہم یہ ساری پراپرٹی تمہاری بیوی کے نام کر دیں گے۔۔۔" ادھوری بات سن کر عندلیب کے چہرے پر ایک بہار امڈ آئی۔ جو پہلے ٹی وی لاؤنج میں کھڑی سب کی باتیں سن رہی تھی۔ فوراً ڈائینگ ٹیبل کی طرف لپکی

"آپ سچ کہہ رہی ہیں؟" خوشی سے اس نے کہا تھا۔

انمول بھی فوراً کھڑا ہوا

"میں ناں کہتا تھا کہ سب تم سے کتنا پیار کرتے ہیں۔۔ تم بس ایسے ہی شک کرتی تھی۔۔" انمول نے عندلیب سے کہا تھا

"رضیہ بیگم آپ ہوش میں تو ہیں؟؟" علی عظمت نے کراہت لہجے میں کہا تھا

"جی۔۔۔میں ہوش میں بھی ہوں اور یہ بھی جانتی ہوں کہ کیا کہہ رہی ہوں۔۔۔" انہوں نے ایک بار پھر اپنے کہے گئے الفاظ دہرائے تھے۔

"تو پھر آپ کب کر رہی ہیں میرے نام ساری پراپرٹی؟" عندلیب نے اپنے جذبات کو قابو میں کرتے ہوئے کہا تھا

"میں نے یہ تو نہیں کہا کہ میں پراپرٹی تمہارے نام کررہی ہوں۔۔" رضیہ بیگم نے اپنے الفاظ کی وضاحت کی۔ سب استفہامیہ انداز میں رضیہ بیگم کی طرف دیکھ رہے تھے

"لیکن ابھی تو کہا آپ نے کہ آپ ساری پراپرٹی میری بیوی کے نام کر دیں گی۔۔" انمول نے ان کے کہے گئے الفاظ دہرائے

"ہاں میں نے یہ کہا تھا۔۔"

"تو عندلیب میری بیوی ہے۔۔۔"

"تو بیوی تو دوسری بھی ہو سکتی ہے۔۔" رضیہ بیگم نے ناشتہ کے برتن سمیٹتے ہوئے بے نیازی سے کہا

"دوسری بیوی سے کیا مطلب ہے آپ کو؟"

عندلیب تیکھی نظروں سے رضیہ بیگم کی طرف دیکھنے لگی

"مطلب یہ ہے کہ میں ساری پراپرٹی تمہاری بیوی کے نام کردونگی اگر تم دوسری شادی کرلو گے تو۔۔" انہوں سے سپاٹ لہجے میں کہا

"کس سے؟" انمول کی آواز میں لڑکھڑاہٹ تھی

"حجاب سے۔۔۔" یہ کہہ کر وہ کچن میں چلی گئیں۔

علی عظمت کے چہرے پر جو حیرانی تھی اب غائب ہوتی دیکھائی دی۔ وہ اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ رضیہ بیگم کیا کرنا چاہتی ہیں۔

"آپ نے یہ سوچ بھی کیسے لیا کہ میں اُس حجاب سے شادی کروں گا۔۔ جس کو میں نے ٹھکرایا اس سے۔۔۔اس سانولے رنگ والی سے۔۔۔ ایسا کبھی سوچنا بھی مت۔۔۔" وہ تہذیت کے دائرے سے نکل کر ان کے سامنے جھلا کر بول رہا تھا

"جو میں نے کہنا تھا سو کہہ دیا۔۔۔اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اگر پراپرٹی میں حصہ چاہتے ہو تو حجاب سے شادی کر لو ورنہ سب کچھ بھول جاؤ۔۔"ٹیبل سے برتن سمیٹ کر ایک بار پھر وہ کچن میں چلی گئیں۔ علی عظمت بھی بنا کچھ کہے اپنے کمرے کی طرف چل دیئے۔ وہ جل بھن کر دونوں کو دیکھتا رہا

"میں اُس سے شادی کسی قیمت پر نہیں کرنے والا۔۔"وہ چلاتا رہا مگر عندلیب کے سوا کوئی نہیں سن رہا تھا مگر وہ بھی کب تک سنتی۔ پاؤں پٹختی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ انمول تنہا کھڑا دہکتی آنکھوں سے چیزوں کو گھورتا جا رہا تھا۔ بس نہیں چل رہا تھا ورنہ ہر شے کو جلا ڈالتا

* * * *

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟ لیکن۔۔۔۔ چلیں آپ فکر مت کریں۔ انشاء اللہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔۔" یہ کہہ کراس نے فون کریڈل پر رکھ دیا اور

سر پکڑ کر ایک سوچ میں ڈوب گئی
"کس کا فون تھا بیٹا؟"شگفتہ بی بی اس کے سامنے آکر صوفے پر بیٹھی گئیں۔
"امی کا فون تھا کہہ رہی تھیں کہ انمول نے پراپرٹی میں حصہ مانگا ہے اور گھر چھوڑ کر جانے کی دھمکی دی ہے۔۔" انھوں سے ساری بات سے آگاہ کر دیا جو اس کے اور رضیہ بیگم کے درمیان ہوئی تھی
"پتا نہیں آج کل کے بچوں کو کیا ہو گیا ہے؟ کس ڈگر پر چل پڑے ہیں۔ چلنا سیکھتے نہیں کہ جائیداد میں اپنا حصہ مانگا شروع کر دیتے ہیں۔۔" ان کا اشارہ جس کی طرف تھا وجیہہ فوراً سمجھ گئی
"امی آپ کیوں فکر مند ہو رہی ہیں۔۔ یہاں تو سب ٹھیک ہو رہا ہے ناں۔۔" اپنی جگہ سے اٹھ کر وجیہہ ان کے ساتھ بیٹھ گئی اور ان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر انہیں حوصلہ دیتے ہوئے کہا
"یہ سب دین سے دوری ہے کا نتیجہ ہے۔ اگر کچھ دین سیکھ جائیں آج کے بچے تو والدین کے سامنے یوں شرطیں نہ رکھیں۔ ان کے سامنے یوں زبان درازی مت کریں مگر دنیا کی رنگینیوں نے آج کل کے بچوں کو اس قدر لپیٹ میں لے لیا ہے کہ وہ اپنے سے بڑوں کا دب کرنا ہی بھول گئے ہیں۔۔"فکرمندی ان کے لہجے سے عیاں تھی
"امی آپ کہہ تو سب ٹھیک رہی ہیں لیکن کہتے ہیں اللہ کے خزانوں میں دیر ضرور ہے مگر اندھیر نہیں۔۔ اللہ سب کی دعاؤں کو سنتا ہے کچھ تو اسی وقت قبولیت کا درجہ پا لیتی ہیں اور کچھ بعد میں قبول ہوتی ہیں۔۔ دیکھنا وہ دن دور نہیں جب دین دونوں کے دل پر دستک دے گا۔۔"اس نے امید کی ایک کرن باندھی تھی جو وہ ہمیشہ باندھتی آئی تھی جو اس کی دادی نے باندھنا سیکھائی تھی
"بیٹی! کبھی اللہ کی ذات نے ناامید مت ہونا! اللہ کی رحمت سے ناامید صرف کافر ہی ہوا کرتے ہیں۔۔"
"لیکن دادی اگر ہماری دعا قبول نہ ہو تو؟"
"بیٹی! دعا قبول ضرور ہوتی ہے کبھی فوراً ہو جاتی تو کبھی تاخیر سے۔۔۔ لیکن بیٹی یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا دعا قبول ضرور ہوتی ہے۔"
"لیکن دادی اگر کبھی بھی پوری نہ ہو تو۔۔۔"
"بیٹی ایسا کبھی نہیں ہوتا۔۔ انسان جب بھی اللہ سے مانگتا ہے وہ ضرور دیتا ہے۔ ہاں یہ بات الگ ہے ہم بعض اوقات اپنی نادانی میں ایسی چیزیں مانگ لیتے

ہیں جو ہمارے لئے بہتر نہیں ہوتا لیکن ہم نہیں سمجھتے اور رب سے بار بار مانگتے رہتے ہیں تو اللہ تعالی ایسی دعاؤں کے بدلے ہمیں نیکیاں عطا کر دیتا ہے۔اگرچہ ہمیں من پسند شے تو نہیں ملتی مگر اس من پسند شے کے احسن شے ضرور مل جاتی ہے"

"یعنی دعا کے بدلے ہمیشہ کچھ نہ کچھ ملتا ضرور ہے؟"

"بالکل بیٹی! خدا کی ذات بڑی رحیم و کریم ہے۔وہ جب نہ مانگنے کے باوجود ہمیں نوازتا رہتا ہے پھر خود سوچو جب اس سے مانگا جائے تو کیا وہ نہیں نوازے گا؟وہ ضرور نوازے گا بس ہماری فہم اتنی نہیں ہے کہ ہم اس کی نعمتوں کا شمار کر سکیں۔۔"

"کیا ہوا؟" وجیہہ کو خیالوں میں گم دیکھ کر شگفتہ بی بی نے کہا تھا

"کچھ نہیں۔۔ بس دادی جان کی باتیں یاد آگئی تھیں"خیالوں کو جھٹکتے ہوئے کہا

"لگتا ہے تم اپنی دادی سے بہت پیار کرتی ہو۔۔"

"بالکل ۔۔ بہت پیار کرتی ہو ں میں اپنی دادی سے۔۔ اور کروں بھی کیوں ناں؟آخر آج میں جو کچھ بھی ہوں انہی کی وجہ سے تو ہوں۔۔" اس نے بڑے مان سے کہا تھا

"اللہ اجر عظیم عطا کرے تمہاری دادی کو۔۔۔"

"آمین۔۔"

* * * *

"ویسے میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔۔"کافی دیر سے عندلیب انمول سے بات کرنے کا سوچ رہی تھی مگر ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی مگر اب جب وہ کافی دیر سے خاموش بیٹھا رہا تو اس نے دانستہ کہا

"فیصلہ ؟ کیسا فیصلہ ؟" انمول نے چونک کر اس کی طرف دیکھا جو چہرے پر سنجیدگی سموئے اس کی طرف دیکھ رہی تھی

"یہ کہ تم یہ شادی کر لو۔۔۔"وہ اٹھ کر اس کے پاس آکر بیٹھ گئی

"تم پاگل تو نہیں ہوگئی عندلیب۔۔۔؟میں اُس لڑکی سے شادی کروں جو مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتی اور پھر تم مجھ سے یہ کہہ بھی کیسے سکتی ہو؟تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں تم سے پیار کرتا ہوں۔۔"وہ جھلاتے ہوئے کھڑا ہوگیا

"انمول۔۔ میں جانتی ہوں۔۔ مگر حالات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔۔۔"وہ اس کو شانت کروانے کی

ناکام کوشش کرنے لگی

"سمجھنے کی تم کوشش کرو عندلیب۔۔" اس نے غصے میں کہا تھا

"میری بات ٹھنڈے دماغ سے سنو پھر اس کے بارے میں سوچنا۔۔" اس نے انمول کے کندھوں پر ہاتھ رکھے تو اس نے بے رخی دیکھاتے ہوئے جھٹک دیئے

"مجھے کوئی بات نہیں کرنی اس بارے میں۔۔" اس نے واضح طور پر کہہ دیا

"لیکن مجھے کرنی ہے۔۔اور تمہیں سننا بھی ہو گی۔۔" اس کا چہر ہ اپنی طرف کیا

"ہنہ۔۔" اس نے گردن جھٹک کر پیچھے کرنا چاہی مگر عندلیب نے ایک بار پھر اس کا چہرہ اپنی طرف کیا

"انمول۔۔میری بات سنو۔۔تم یہ شادی کرو۔۔"

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی انمول نے مداخلت کی

"لیکن میں اس کو بیوی کا درجہ نہیں دے سکتا۔۔"

اس نے سپاٹ لہجے میں کہا

"تو تم کو کہہ کون رہا ہے کہ تم اسے بیوی کا درجہ دو۔۔"اس نے شاطرانہ انداز میں کہا تھا

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"وہ اس کی بات کا مطلب نہیں سمجھ سکا

"مطلب یہ ہے کہ تم اس سے صرف شادی کرو گے اور وہ بھی صرف پراپرٹی کے لئے ۔ ایک بار اس لڑکی سے پراپرٹی اپنے نام کر لینا اس کے بعد جو دل میں آئے وہ کرنا چاہے تو اسے اپنی زندگی سے نکال پھینکنا۔۔ سمجھے۔۔" یہ کہتے ہوئے اس کے چہرے پر ایک شاطرانہ ہنسی تھی۔ اس کا پلان انمول کے دل بھا گیا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اس شادی کے لئے تیار ہو گیا

"بس۔۔ اب تم یہ بات جا کر اپنے امی ابو کو کہہ دو۔۔"

"بالکل۔۔" اس نے پیار سے عندلیب کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا اور اس کے ماتھے پر اپنے لب نقش کئے

* * * *

"ویسے اب تم بدلتے جا رہے ہو ضرغام۔۔"

لازوال کے سیٹ سے وہ دونوں ایک ساتھ لوٹ رہے تھے

"میں؟ بدل رہا ہوں؟" اس نے حیرت سے کندھے اچکائے تھے

"ہاں۔۔ تم۔۔ تم پہلے والے ضرغام نہیں رہے۔۔"

اس نے کار سے باہر دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ رات کا سناٹا اپنے اندر ایک عجیب سے کشش سمائے ہوئے تھے۔ اس نے شیشہ نیچے کر کے اس آواز کو سننے کی کوشش کی

"تمہیں کس نے کہا یہ۔۔" اس کا انداز استفہامیہ تھا۔ وہ داہنی کہنی کھڑکی پر رکھے ہوئے کار ڈرائیو کر رہا تھا

"میں نے خود محسوس کیا ہے۔۔"

"اچھا جی وہ کیسے؟" وہ تو جیسے جان بوجھ کر انجان بن رہا تھا

"اب یہ ایکٹنگ کرنا بند کرو۔۔۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ تم اس لڑکی کے ساتھ کچھ زیادہ ہی فری ہونے کی کوشش کر رہے ہو۔۔" اس نے اپنا چہرہ ضرغام کی طرف کیا جو بنا اس کی طرف دیکھے اپنی توجہ آگے راستے پر مرکوز کئے ہوئے تھا۔

"کون سی لڑکی؟ کس کے ساتھ فری ہونے کی کوشش کر رہا ہوں۔۔ صاف صاف کہو جو کہنا چاہتی ہو۔۔" وہ انجان بن رہا تھا یا پھر وہ واقعی انجان تھا۔ عنایہ ایک پل کے لئے کچھ سمجھ نہ سکی

"ضرغام۔۔ بریک لگاؤ۔۔"

"بریک۔؟؟" اس نے کار کی سپیڈ آہستہ کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا جو انتہائی سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی

"ہاں بریک۔۔۔ لگاؤ۔۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا تو ضرغام نے ایک جھٹکے سے کار روک دی۔ عنایہ کا سر آگے کی جانب جھکا مگر اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے وہ کار کا دروازہ کھول کر باہر آگئی

"عنایہ۔۔!!" منہ بنا کر وہ بھی اپنی سیٹ بیلٹ کھولنے لگا اور پھر دروازہ کھول کر وہ بھی باہر آگیا

"کیا ہوا؟ تم نے یہاں اتنی سنسان جگہ پر کار کیوں رکوائی؟" وہ اس کے پیچھے پیچھے سڑک کے کنارے پر آگیا۔ رات کا اندھیرا ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔ سڑک کے ساتھ ساتھ بوہڑ کے خزاں رسیدہ درخت بھی خواب خرگوش کا مزہ لے رہے تھے مگر ہوا کی سرگوشیاں ان کے پتوں میں ایک سرسراہٹ پیدا کر دیتی۔

"تم اُس لڑکی کو کب چھوڑ رہے ہو؟" اس نے تمہید

باندھے بنا اصل بات کہی

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" وہ عنایہ کی بات کا مقصد نہیں سمجھا تھا

"مطلب صاف ہے ضرغام۔۔ تم نے جس مقصد کے لئے اس لڑکی سے شادی کی تھی وہ تو پورا ہو گیا ناں۔ پراپرٹی تو تمہارے نام ہو گئی پھر اب کیوں تم اس لڑکی کے ساتھ رہ رہے ہو؟" ٹھنڈی میٹھی ہوا چل رہی تھی۔ ٹڈیوں کے آوازیں پورے ماحول میں گونج رہی تھیں۔

"لیکن ابھی ساری پراپرٹی نہیں ہوئی۔ براق گروپ آف کالجز کے تمام کاغذات وجیہہ کے نام ہیں" ہوا کے چلنے سے اس کی شرٹ بھی لہرا رہی تھی۔اس کے بال بھی ہوا کے پروں پر سوار ہونے کی ناکام کوشش کر رہے تھے

"تو کب کرواؤ گے تم اپنے نام۔۔؟" اس نے آنکھوں کے سامنے رکاوٹ بنتی زلفوں کو سمیٹتے ہوئے کہا پوچھا تھا

"بہت جلد۔۔۔"

"بہت جلد کب؟ اور کتنا وقت چاہئے تمہیں؟"

"بس کچھ وقت اور۔۔۔" اس نے آنکھیں چرا کر جواب دیا تھا

"ابھی بھی وقت چاہئے تمہیں۔۔۔ ضرغام وقت انہیں دیا جاتا ہے جن کے لئے دل میں جگہ ہو۔۔"

اس نے اپنے ہاتھ اس کے شانوں پر رکھ کر اس کا چہرہ اپنی طرف کیا

"کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ تمہارے دل میں؟؟" استفہامیہ انداز میں اس نے کہا تھا

"عنایہ۔۔ تم غلط سوچ رہی ہو۔۔" کندھے اچکاتے ہوئے اس کے ہاتھ جھٹک دیئے

"میں غلط سوچ رہی ہوں تو تم ہی بتاؤ کہ سچ کیا ہے؟ کیوں تم اس کو چھوڑنا نہیں چاہتے؟ کیوں تم اسے اپنی زندگی سے نکالنے میں اتنی دیر کر رہے ہو؟" وہ جھلاتے ہوئے اس کی آنکھوں کے سامنے آئی تھی

"میں خود نہیں جانتا عنایہ کہ میں ایسا کیوں کر رہا ہوں۔۔ جب جب وہ لڑکی میرے سامنے آتی ہے تو میرے دل میں نہ جانے کیا ہونے لگتا ہے۔ دل پگھلنے سا لگ جاتا ہے۔ اس کی صورت کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے جیسے میں اس کے ساتھ ظلم کرنے جا رہا ہوں ۔میرے لب وہیں خاموش ہو جاتے ہیں۔اس کی معصومیت، اس کا لبادہ مجھے کچھ بولنے ہی نہیں

دیتا۔ میں خود کچھ نہیں جانتا عنایہ۔۔۔یقین مانو۔۔"

اس نے اپنے دونوں ہاتھ اس بار عنایہ کے کندھوں پر رکھے

"میں خود اسے چھوڑنا چاہتا ہوں مگر جب اسے دیکھتا ہوں تو میرے سارے ارادے پر پانی پھر جاتا ہے۔میں اس کے سامنے کمزور پڑنے لگ جاتا ہوں۔۔ اب تم ہی بتاؤ میں کیا کروں؟"وہ معصومیت کے ساتھ اپنا حال دل اس کے سامنے رکھ رہا تھا جو اس احساس سے بخوبی واقف تھی ۔

"اس کا مطلب ہے تم اپنی منزل کو پانے سے پہلے ہی کھونا چاہتے ہو۔۔"اس نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا

"نہیں عنایہ۔۔ میں منزل پانا چاہتا ہوں۔اس لئے تو تمہارے ساتھ ہوں۔۔"اس نے دونوں ہاتھوں سے عنایہ کا ہاتھ تھاما تھا

"پھر میرے ساتھ ہوتے ہوئے بھی میرے پاس کیوں نہیں ہو؟"وہ بات جو ہمیشہ اس کے دل میں رہتی تھی۔ جو وہ زیر لب کہتی تھی آج اعتراف کر رہی تھی

"میں خود تمہارے پاس آنا چاہتا ہوں مگر جب جب میں تمہارے پاس آنے کی کوشش کرتا ہوں میری اندر کچھ ہونے لگتا ہے ۔ ایسا لگتا ہے جیسے کوئی میرا سانس روکے ہوئے ہے۔ میرا دم گھٹنے لگتا ہے۔"وہ معصومیت کے ساتھ اس کو کہہ رہا تھا

" یہ جھوٹ ہے۔۔سچ تو یہ ہے کہ تم نے میرا صرف استعمال کیا ہے اور کچھ نہیں۔۔۔"بڑی مکاری کے ساتھ وہ پیچھے کو ہٹ گئی۔

"نہیں عنایہ۔۔۔ میں سچ میں تمہارے پاس آنا چاہتا ہوں۔۔ مگر ایک اوٹ ہمیشہ مجھے روکے رکھتی ہے وہ اوٹ کیا ہے؟ کیوں روکتی ہے میں خود نہیں جانتا۔۔۔"

"اچھا تم میرے پاس نہیں آسکتے تو کم سے کم اسے تو اپنی زندگی سے نکال سکتے ہو ناں۔۔ تم جانتے نہیں ہو جب بھی میں تمہیں اس لڑکی کے ساتھ دیکھتی ہوں ناں میرے اندر کچھ ہونے لگتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ ان سب چیزوں کو آگ لگادوں جو تمہیں مجھ سے الگ کئے ہوئے ہیں۔ میں تمہیں اپنے علاوہ کسی اور کا نہیں دیکھ سکتی ضرغام۔۔۔"ٹسوے بہاتے ہوئے اس نے گلوگیر لہجے میں کہا تھا

"عنایہ۔۔ اس میں آنسو بہانے کی کیا بات ہے؟ ادھر دیکھو۔۔" اپنی طرف اس کا چہرہ کرتے ہوئے

کہا

"میں تمہیں کبھی اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔۔ کبھی نہیں۔۔" اپنے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ لیتے ہوئے کہا۔ آسمان نے اچانک رنگ بدل لیا۔ ہواؤں کا انداز بدل گیا۔ کچھ دیر پہلے جو ہوا محبت کے گیت گا رہی تھی۔ اب اس میں شور کے علاوہ کچھ نہ تھا

"وعدہ۔۔!!" پیار سے اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے اس نے تصدیق چاہی تھی۔ سیاہ رات میں سیاہ بادل کب چھا گئے؟ باتوں میں انہیں علم ہی نہ ہوا۔ گرج کی آواز زوروں پر تھی۔ خواب خرگوش کا مزہ لیتے بوہڑ کے درخت بھی بیدار ہو کر جھومنے لگ گئے۔

"وعدہ۔۔۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا تو آسمان نے آنسو بہانا شروع کر دیئے۔ اس سے پہلے عنایہ اپنے جال میں ضرغام کو مزید پھانستی مینہ نے مخل کیا۔

"چلو جلدی کار میں۔۔۔"ٹپ ٹپ مینہ تیز ہوتا گیا۔ ضرغام نے عنایہ کا ہاتھ چھوڑ کر کار کا دروازہ کھولا تو عنایہ بھی منہ بنا کر کار میں آبیٹھی۔ ایک نظر ضرغام نے آسمان کی طرف دیکھا۔ جہاں سے ٹپ ٹپ بوندیں گرتی جا رہی تھیں۔ اس کے بال لمحہ بھر میں بھیگ گئے۔ اس نے ایک ادا سے بالوں کو جھٹکا اور پھر کار میں جا بیٹھا

* * * *

انمول نے حجاب سے نکاح کے لئے ہامی بھری تو رضیہ بیگم اور علی عظمت کی زندگی میں جیسے ایک بہار آگئی اور حجاب اس کی تو خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔ اس کی تو دیرینہ خواہش تکمیل ہونے کو تھی۔ بچپن سے ہی انمول کے ساتھ زندگی گزارنے کا سپنا آج حقیقت بننے جا رہا تھا۔ ایک ماہ کے بعد کی تاریخ طے کی گئی۔ رضیہ بیگم اور علی عظمت نے اپنے سارے ارمان جو انہوں نے انمول کی شادی کے لئے دیکھے تھے۔ حجاب ج ساتھ نکاح میں پورے کئے۔

"پھپو۔۔ اتنا کچھ رہنے دیں۔۔" ایک سے بڑھ کر ایک ڈریس رضیہ بیگم حجاب کے لئے سیلیکٹ کر رہی تھیں

"اتنا کچھ؟ یہ تمہیں اتنا لگتا ہے؟ گنتی کے دس گیارہ تو سوٹ ہیں۔۔۔"

"پھپو۔۔ دس گیارہ کم ہیں کیا؟ پہننا تو ایک وقت

میں ایک ہی ہوتا ہے۔۔" اس نے مؤدبانہ کہا تھا
"لیکن دلہن کا صرف ایک سوٹ ہو۔۔ ایسا کوئی چلتا ہے۔ تم بس آرام سے بیٹھو اور جو پسند ہو مجھے بتاؤ۔۔" اس کو ہمیشہ خاموش کروا دیتیں۔ عندلیب یہ دیکھ دیکھ کر جلتی رہتی
"اس گھر کی پہلی بہو تو میں ہوں۔۔ آپ نے میرے ساتھ اتنا لاڈ تو نہیں کیا۔۔" جلتے کڑھتے وہ کہتی
"بہو وہ ہوتی ہے جو بڑوں کی پسند کی ہو۔۔۔ زبردستی کی بہو ہم نہیں مانتے۔۔" رضیہ بیگم سپاٹ لہجے میں کہتیں تو پاؤں پٹختی وہاں سے چلی جاتی
"پھپھو۔۔ آپ کو ایسے بات نہیں کرنی چاہئے تھی۔۔"
"ایسے لوگوں سے کیسے بات کی جاتی ہے۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔۔"
"لیکن پھپھو۔۔۔" وہ کچھ کہنا چاہتی مگر رضیہ بیگم اس سلسلے میں کوئی بات ہی نہیں کرنا چاہتی تھی
"یہ تمہاری امی ٹھیک نہیں کر رہی۔۔" کمرے میں جا کر عندلیب انمول سے جلتے ہوئے کہتی
"ٹھیک نہیں کر رہی؟ مطلب؟" حیرت سے اس کی طرف دیکھ کر پوچھتا
"تمہاری امی ساری تر توجہ اس حجاب کو دے رہی ہیں۔۔ میں تو جیسے ان کے لئے کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتی۔ جب دیکھو حجاب یہ دیکھو۔۔ حجاب وہ دیکھو۔۔ حجاب میں تمہارے لئے یہ لائی ہوں۔۔۔ حجاب میں تمہارے لئے وہ لائی ہوں۔۔۔ اور پتا نہیں کیا کیا کچھ۔۔۔" وہ جل بھن کر رہ جاتی
"لیکن تمہیں تو اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔۔"
"فرق نہیں پڑتا تھا مگر اب پڑتا ہے۔۔" جھلا کر اس نے کہا
"مگر کیوں؟" اس کے سامنے سینہ تان کر پوچھا
"کیونکہ وہ سب کچھ میری سوکن کے لئے یہ سب کچھ کر رہی ہیں۔۔" اس کی بات سن کر وہ ہنس پڑا
"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟" منہ بگاڑ کر پوچھا
"وہ اس لئے کہ تم اسے ابھی سے جلنے لگ گئی ویسے اگر میں اس کے ساتھ رہنا شروع کر دوں تو۔۔" اس کو مزید جلاتے ہوئے کہا
"جسٹ شیٹ اپ۔۔۔ ایسا سوچا بھی ناں تو میں تمہاری جان نکال دوں گی۔۔" اس سے تیکھی

نظروں سے جواب دیا

''اوہ۔۔ پھر تو لگتا ہے وقت تو گزارنا ہی پڑے گا تمہاری سوکن کے ساتھ۔۔ویسے ہنی مون پر کہاں لے کر جاؤں اس کو۔۔؟''اس کے بالکل پاس آ کر کان میں سرگوشی کی تھی

''جہنم میں۔۔۔''کراخت جواب دیا

''جہنم میں۔۔۔ لیکن وہاں تو پھر میں اور وہ اکیلے ہونگے ۔۔ ''اس نے معنی خیز لہجے میں کہا

''انمول کے بچے۔۔۔''اس نے ایک گھونسا اس کے پیٹ میں رسید کیا

''ہاں۔۔ آئیڈیا اچھا ہے میرے اور اُس کے بچوں کا۔۔''پھلجڑی چھوڑ کر وہ بیڈ کی طرف بھاگا

''انمول۔'' جبڑے بھینچتے ہوئے اس کا تعاقب کیا۔ صوفے سے کشن اٹھا کر انمول پر یکے بعد دیگرے وار کیئے۔

''اچھا اب بس۔۔۔''مگر وہ رکنے والی کہاں تھی۔ ایک کے بعد ایک کشن اٹھا کر پھینکتی رہی اور وہ مسلسل اس کے انداز سے محظوظ ہوتا رہا۔

* * * * *

''اچھا پھر کل ملتے ہیں۔۔''فون کو ڈسکنیکٹ کرتے ہوئے وہ کمرے میں داخل ہوا۔وجیہہ بیڈ شیٹ بچھا رہی تھی۔اس نے ایک نظر وجیہہ کی طرف دیکھا ضرغام کا پسندیدہ رنگ زیب تن کیئے ہوئے تھی۔ وجیہہ کو اپنے من پسند رنگ کی ساڑھی میں دیکھ کر اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ چھا گئی۔ وہ خراماں خراماں اس کے پاس گیا۔وہ جیسے ہی بیڈ شیٹ بچھا کر پیچھے ہٹی تو اس کی پشت ضرغام کے فولادی سے سینے جا ٹکرائی اور اپنا توازنی کھو بیٹھی لیکن اس سے پہلے وہ گرتی ضرغام نے اسے اپنی بانہوں میں لے لیا

''تم ٹھیک تو ہو ناں۔۔''ضرغام نے دونوں ہاتھوں سے اسے حمائل کیئے ہوئے تھا۔وہ بھی اپنے دونوں ہاتھ اس کی گردن پر رکھے ہوئے تھی۔

''ہاں۔۔'' آنکھوں میں حیا کے بادل چھا گئے۔اس نے آنکھیں چراتے ہوئے اپنے ہاتھ ضرغام کی گردن سے ہٹائے تو ضرغام نے بھی اسے سیدھا کر کے اپنے ہاتھ پیچھے ہٹا لئے۔ضرغام کی نظریں اب بھی وجیہہ کے چہرے پر مرکوز تھیں۔جس پر حیا کا دامن اس کے دل کو چھو رہا تھا

''تمہیں کیسے پتا چلا کہ مجھے سبز رنگ پسند

ہے۔۔"ضرغام کے الفاظ میں انتہا کی چاشنی تھی۔وہ اس چاشنی کو کانوں کے ذریعے اپنے وجود کا حصہ بنا رہی تھی مگر اتنی سکت نہیں تھی کہ ضرغام کی آنکھوں کا سامنا کر پائے۔

"وہ۔۔امی نے بتایا تھا کہ آپ کو سبز رنگ پسند ہے۔" پیچھے ہٹ کر اس نے صوفے سے کپڑے سمیٹنا شروع کر دیئے۔

"صحیح۔۔پھر اس رنگ کو پہننے کی کوئی خاص وجہ؟" وہ اس کے پاس چلا گیا۔ایک بار پھر جب وہ پلٹی تو ضرغام کے سینے کو اپنے سامنے پایا۔ اس کی مقناطیسی نگاہوں کو اپنے وجود کے گرد پایا۔اس کے بائیں ہاتھ میں موجود انگوٹھی ضرغام کے کھلے گریبان سے عیاں ہوتے سینے کو بالوں میں الجھ گئی۔اس کا لمس وہ پہلی بار اتنے قریب محسوس کر رہی تھی۔ آنکھوں کا اثر پہلے سے زیادہ گہرا ہو چکا تھ۔اس کی سانسیں اس کے انگلیوں کو مس کر رہی تھیں۔دل کے دھڑکنے کا احساس وہ اپنے ہاتھوں کے ذریعے محسوس کر سکتی تھی۔وہ جتنا اس سے بچنے کی کوشش کر رہی تھی،وہ اُس کے اتنا ہی قریب آتا جا رہا تھا۔اپنے ہاتھ بڑھا کر اس نے وجیہہ کے دونوں ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ایک گدگدی اس کے جسم میں سرایت کر گئی۔وہ مزید اس کی مقناطیسی نگاہوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ اپنی نگاہیں جھکائیں تو نظریں اس کے سینے پر جا ر ٹھہر گئیں۔دل کے دھڑکتا ہوا وہ اب دیکھ سکتی تھی۔یہ احساس بھی وہ برداشت نہ کر سکی۔ اپنی آنکھیں بند کر لیں۔۔دھیرے سے اس نے اس کی انگوٹھی اتار کر اس کے ہاتھوں میں تھمادی۔

"جواب نہیں دیا تم نے ابھی تک۔۔۔ کوئی خاص وجہ اس رنگ کو پہننے کی؟"شاید وہ اس کی حالت کو سمجھ چکا تھا۔اسی لئے پیچھے ہٹ کر ایک بار پھر سوال کیا

"جی وجہ تو ہے۔۔"وہ کپڑوں کو لے کر وارڈ روب کی طرف بڑھی

"یہی تو پوچھ رہا ہوں کہ کیا وجہ ہے۔۔"اس نے ایک بار پھر وجیہہ کا تعاقب کیا۔ اس بار وہ اس کی حدت سے آگاہ تھی۔یکدم پلٹنے کی بجائے وہ کچھ دیر تک اس کی طرف پشت کئے ہی کھڑی رہی

"جواب تو دو۔۔" انتہا کی چاشنی بھی صحت کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے مگر نہ جانے کیوں وہ اس کے

الفاظ کو یونہی سنتا رہنا چاہتی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھ وجیہہ کے شانوں پر رکھے تو اس کے وجود میں ہلچل سی مچ گئی۔ پورے وجود میں ایک گدگدی سی ہونے لگی۔ اس نے دھیرے سے اپنے ہاتھوں کو شانوں کی طرف بڑھایا اور ضرغام کے ہاتھوں کو نیچے کرتے ہوئے آہستہ سے سِرک گئی

"ویسے مجھے خاموشی بالکل پسند نہیں مگر آج نہ جانے کیوں تمہاری اس خاموشی میں بھی مجھے ایک سرور مل رہا ہے۔۔" اس نے اپنی حالت وجیہہ کے سامنے رکھی تھی

"یہ احساس صرف پاکیزہ رشتوں میں ہی محسوس کیا جاسکتا ہے۔۔" اس نے پلٹ کر ہلکی سی تبسم کو لبوں پر سجائے ضرغام کی طرف دیکھا تھا

"کیا مطلب۔۔؟" ماتھے پر ہلکے سے شکن نمودار ہوئے تھے

"مطلب بہت جلد سمجھ جائیں گے۔۔" یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھی

"جانے سے پہلے جواب تو دے دو۔۔" ہاتھ بڑھا کر پوچھا

"آنے کے بعد بھی تو دیا جاسکتا ہے۔۔" اس نے معنی خیز لہجے میں ایک ثانیے کے لئے ضرغام کی طرف دیکھا اور پھر کمرے سے باہر کی طرف چل دی۔ وہ صرف مسکرا کر رہ گیا۔ اپنے خیالوں کو جھٹک کر اس نے اپنے سینے کی طرف نگاہ دوڑائی تو وجیہہ کا احساس ابھی بھی اس کے سینے پر تھا۔ اس کی خوشبو ابھی بھی سانسوں میں تحلیل ہو رہی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اپنے سینے کے اس حصے کو چھوا جہاں وجیہہ کا ہاتھ لگا تھا تو ایک عجیب سی کشش اس کے جسم میں سرایت کر گئی۔ مگر ایک بار پھر اس نے اپنے خیالوں کو جھٹکا اور وارڈروب کی طرف بڑھ کر اپنا نائیٹ سوٹ نکالا۔

"یہ سوٹ۔۔۔" ایک بار پھر وہ نائیٹ سوٹ کو دیکھ کر عجیب سی کشمکش کا شکار ہو گیا۔ ہر لمحہ ایک نیا احساس اس کے اندر جنم لے رہا تھا۔ ایک طاقت اسے وجیہہ کی جانب کھینچ رہی تھی۔ اس کا من پسند سیاہ کرتا پاجامہ وجیہہ نے نائیٹ ڈریس کے طور پر آئرن کر کے ہینگر کیا تھا۔ شاور لینے کے بعد وہ واپس کمرے میں آیا تو کمرے میں ہر طرف اندھیرا تھا۔ واش روم میں جاتے ہوئے اس نے روشنیاں بجھائی نہیں تھیں مگر اب تمام روشنیاں بجھائی جاچکی تھیں۔

"یہ لائٹس کس نے آف کی؟" اپنے آپ سے اس نے سوال کیا تو دروازے سے ایک روشنی داخل ہوئی۔ وہ یک تک اس روشنی کی طرف دیکھنے لگا "وجیہہ یہ تم ہو۔۔" روشنی مدہم تھی۔ مگر آہستہ آہستہ اس میں تیزی آتی جا رہی تھی۔ ایک وجود اس کو ضرغام کی طرف بڑھا رہا تھا۔ روشنی کے ساتھ کچھ اور بھی تھا مگر وہ دیکھنے سے قاصر تھا "جی میں ہوں۔۔" وہ اس کے بالکل سامنے آکر ٹھہر گئی

"تم نے لائٹس کیوں آف کیں؟" اس نے سوال داغا

"پہلے نیچے دیکھئے۔۔" اس نے نیچے سٹول کی طرف نگاہ مبذول کروائی تو اس نے آہستہ آہستہ اپنی نگاہیں نیچے کیں۔ ایک کیک تھا جس پر ہیپی برتھ ڈے ضرغام لکھا ہوا تھا۔

"ہیپی برتھ ڈے ضرغام۔۔" اس بار وجیہہ کی باتوں میں چاشنی تھی جسے وہ محسوس کررہا تھا "آج میرا برتھ ڈے تھا؟" وہ دنیا میں اس قدر محو ہو چکا تھا کہ اپنا جنم دن تک بھول چکا تھا۔ اس لئے کیک کو دیکھ کر اس نے تصدیق چاہی تھی۔

"جی ہاں مسٹر ضرغام۔۔ آج آپ کا برتھ ڈے ہے۔ آج آپ پورے چھبیس سال کے ہو چکے ہیں۔ " اس کا ہر لفظ معنی خیز تھا۔ ہر لفظ میں محبت پنہاں تھی۔ جسے وہ محسوس کر سکتا تھا۔ "لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" وہ ابھی تک حیران تھا

"آپ کو اس بات پر حیران نہیں ہونا چاہئے کہ مجھے کیسے معلوم ہوا بلکہ آپ کو تو اس بات کی خوشی ہونی چاہئے کہ آپ کی بیوی نے آپ کا برتھ ڈے یاد رکھا۔ شادی کے بعد یہی چھوٹی چھوٹی خوشیاں ہی تو ہوتی ہیں جو میاں بیوی کو ایک دوسرے سے جوڑے رکھتی ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرتی ہیں۔" وہ یک ٹک اسی کی طرف دیکھتا جا رہا تھا "اب جلدی سے کیک کاٹیں۔۔" چھری کو ضرغام کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "اچھا۔۔" اس کے ہاتھوں سے چھری لیتے ہوئے اس نے کیک کاٹا۔ وجیہہ آہستہ آہستہ اس کو وِش کرتی رہی۔ اپنے ہاتھوں سے کیک کا ٹکڑا اٹھا کر اس نے سب سے پہلے وجیہہ کو کھلایا۔

* * * *

"تم یہاں شاپنگ کر لو۔۔بعد میں مجھے کال کر دینا۔۔ لے جائیں گے تمہیں۔۔"بے نیازی دیکھاتے ہوئے عندلیب نے حجاب سے کہا تھا۔

حجاب نے استفہامیہ انداز میں انمول کی طرف دیکھا

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ انمول کو۔۔ مجھ سے بات کرو۔۔"عندلیب نے نے تیکھی نظروں سے پوچھا

"لیکن۔۔۔"حجاب نے کچھ کہنا چاہامگر انمول کی اس کے وجود کو نظر انداز کر دیا۔ وہ خاموشی سے دونوں کو دیکھتی رہ گئی اور دونوں اس کے وجود کو نظر انداز کرکے ااگے کو چل دیئے

"ویسے اس بہانے ہمیں بھی گھر سے نکلنے کا بہانہ مل گیا۔"دونوں ایک دوسرے کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر شاپنگ مال میں پھر رہے تھے۔

"کیوں جناب ؟ کیا میں تمہیں ویسے شاپنگ پر نہیں لاتا کیا "؟

"میں نے ایسا تو نہیں کہا۔۔۔" اس نے وضاحت کی

"لیکن مطلب تو یہی تھا ناں۔۔"معمولی سی ناک سکیڑ کر جواب دیا

"اچھا اچھا۔۔اب زیادہ موڈ بنانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔" ہلکا سا تھپڑ اس کی کمرے میں رسید کرتے ہوئے کہا

"توبہ کیسے زمانہ آگیا ہے۔۔بیوی بھرے شاپنگ مال میں اپنے میاں پر ہاتھ اٹھا رہی ہے۔۔" انمول نے پھلجڑی چھوڑی

"انمول۔۔" ہنسی پر قابو کرتے ہوئے اس نے جبڑے بھینچے تھے

"اچھا۔۔اب شاپنگ کریں۔۔اس طرح کرتے ہیں پہلے اس شاپ میں چلتے ہیں۔۔ ڈریس پسند کرتے ہیں بعد میں باقی کی شاپنگ وغیرہ۔۔۔" ایک شاپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انمول نے کہا تھا۔

"ہاں۔۔" اثبات میں سر ہلاتے ہوئے عندلیب اور وہ اس شاپ کی طرف چل دیئے۔دونوں ایک کے بعد ایک ڈریس کو چیک کر رہے تھے اور مسلسل ریجکٹ کر رہے تھے۔کبھی ایک ڈریس انمول کو پسند آتا تو عندلیب ریجکٹ کر دیتی تو کبھی عندلیب ایک ڈریس پسند کرتی اور انمول ناک سکیڑ کر ناپسندیدگی کا اظہار کرتا

"ارے عندلیب تم؟؟؟"پیچھے سے ایک آواز آئی تو وہ دونوں پلٹے

"ارے مہتاب تم؟" عندلیب نے حیرانی سے پوچھا تھا۔

"اتنے دن بعد مل رہی ہو۔۔ کہاں تھی تم؟ عندلیب کے ساتھ گلے ملتے ہوئے مہتاب نے حیرت سے پوچھا تھا

"میں تو یہیں تھی تم سناؤ۔۔۔ اتنے سال کہاں تھی؟ نظر ہی نہیں آئی۔۔" انمول ایک طرف سینے پر ہاتھ باندھے دونوں کی گفتگو سنتا رہا اور دونوں سب سے قطع نظر آپس میں بات کرتے رہے

"میں۔۔۔" وہ اس سے پہلے کچھ کہتی ایک مردانہ آواز نے مداخلت کی

"مہتاب! تم یہاں اور میں تمہیں۔۔۔" اس آواز پر دونوں نے پلٹ کر دیکھا، انمول بھی اس آواز کے ماخذ کی طرف متوجہ ہوا

"ارے یہ کیا! عندلیب تم۔۔؟" اس نے حیرت سے کہا تھا

"اور تم شاید منیر ہو ناں۔۔" کچھ سوچتے ہوئے عندلیب نے کہا تھا۔

"ہاں یہ منیر ہی ہے۔۔" مہتاب نے اس کے ہاتھوں کو اپنی بانہوں میں لیتے ہوئے کہا

"اس کا مطلب تم دونوں نے۔۔" اپنی خوشی کو کنٹرول کرتے ہوئے عندلیب نے کہا تھا

"ہاں۔۔ تم صحیح سمجھی۔ تم سناؤ تم نے شادی نہیں کی۔۔" مہتاب نے استفہامیہ انداز میں پوچھا تھا

"جی نہیں۔۔۔ آپ کی دوست کا غلام پاس ہی کھڑا ہے۔۔" اپنے ہاتھوں کو عندلیب کے شانوں پر رکھتے ہوئے انمول گویا ہوا تھا

"واؤ۔۔ تمہاری پسند کی تو داد دینی پڑے گی عندلیب۔۔ جب بھی چنوں کی ہیروں کو ہی چنو گی۔۔" مہتاب نے ایک نظر میں ہی انمول کی خوبصورتی کو سر تا پا ٹٹول ڈالا

"جب بھی سے آپ کا مطلب؟" انمول نے استفہامیہ انداز میں مہتاب کے وجود کی طرف دیکھا جو ابھی بھی عندلیب کی قسمت پر رشک کر رہی تھی

"ہمیشہ سے اس کی نظر نے ہیرا ہی تراشا ہے اپنے لئے۔۔۔ کبھی فہیم کی صورت میں تو کبھی تمہاری صورت میں۔۔" اس بار منیر نے کہا تھا۔ منیر کی بات سن کر وہ چونکا اور حیرت سے عندلیب کی طرف دیکھا

"ارے یہ تو مذاق کر رہے ہیں۔۔" عندلیب نے

بات ٹالتے ہوئے کہا

"مذاق؟؟ ارے وہ مذاق تھا؟ پورے کالج میں فہیم اور تمہارے چرچے وہ سب مذاق تھا؟" مہتاب نے پھلجڑی چھوڑی تھی

"ارے کیوں آگ لگا رہی ہو؟" عندلیب نے ہنستے ہوئے کہا

"میں آگ لگا رہی ہوں۔۔ !!" مہتاب نے کہا

"اچھا اچھا۔۔ اتنے عرصے بعد ملے ہو، آج بھی کیا ایک دوسرے کی ٹانگ ہی کھینچنی ہے۔۔" منیر نے کہا

"چلیں۔۔ کسی ریسٹورانٹ میں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔۔" انمول نے پیشکش کی جسے سب نے فوراً قبول کر لی

"ویسے فہیم بھی اسی شہر میں ہے۔۔" مہتاب نے ایک بار پھر سرگوشی کی

"سچ۔۔" یہ خبر سن کر وہ ایک دم اچھل پڑی

"کہا تھا ناں ۔۔ کچھ نہ کچھ گڑبڑ ضرور ہے۔۔" مہتاب نے منیر سے ہنستے ہوئے کہا

"جسٹ شیٹ اپ یار۔۔" منہ بسوڑتے ہوئے عندلیب نے کہا۔ انمول ان کی باتوں سے محظوظ ہوتا رہا

* * * *

گلابوں کی رعنائی پورے کمرے کو اپنے سحر میں جکڑے ہوئے تھی۔ ہلکے گلابی رنگ کے پھولوں کی لٹیں بیڈ کو چاروں اور سے گھیرے ہوئے تھیں۔ اسی بیڈ پر وہ اپنا لہنگے کا دامن بکھیرے اپنے ساجن کا بے صبری سے انتظار کر رہی تھی۔ ہاتھوں میں ایک کپکپی سی تھی۔ جو وہ اپنے پلو کے انگلیوں میں لپیٹ کر چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔ آنکھیں جھکی جھکی سی دروازے پر مرکوز تھیں مگر دروازہ تھا کہ کھلنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ انتظار طوالت پکڑتا جا رہا تھا۔ گھڑی کی ٹک ٹک بھی اس کی انتظار کی نوید سنا رہی تھی۔

محبتوں میں جو ہوتا ہے وہ تو ہونا تھا
کہ جاگنا تھا مقدر میں اور نہ سونا تھا
ہنسی ہنسی میں کسی کو بنا لیا اپنا
کسے خبر تھی کہ یہ عمر بھر کا رونا تھا
گرے ہیں ضبط کے آنسو جو میرے سینے میں
سوادِ دل کو انہی پانیوں نے دھونا تھا
بس اتنی بات سمجھ میں نہ آسکی اپنے
کہ کاٹنا تھا وہی کچھ جو ہم نے بونا تھا
یہ دست وپا تو مرے ذہن کی کمان میں ہیں

وگرنہ دل کے لئے تو میں اک کھلونا تھا
یہ کشمکش ہی رہی عمر بھر محبت میں
کسی کو اپنا بنانا، کسی کو کھونا تھا
کوئی نہیں ہے جو ساتھی ہو زندگی بھر کا
یہ بوجھ سعد اکیلے ہی ہم کو ڈھونا تھا

دل ہی دل میں وہ اپنے محبوب کی بڑائی بیان کرتی جا رہی تھی۔ اس کا بے چینی سے انتظار کرتی جا رہی تھی مگر انتظار تھا کہ ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔ گھونگٹ کی اوٹ میں وہ بار بار دروازے کو دیکھتی جو بند رہا۔ پھر دیکھا، بند رہا کچھ ثانیے بعد دیکھا۔ بدستور بند رہا۔ آنکھوں میں کاجل اب سیاہی بننے لگا تھا مگر امید تھی کہ وہ آئے گا مگر امید امید ہی رہی۔ ایک نظر وال کلاک پر گئی رات کا ایک بج رہا تھا۔ اس نے بے چینی میں اپنی مٹھیاں بھینچیں مگر اس پر کوئی اثر نہ پڑا۔ کمرے کا دروازہ بدستور بند رہا۔ بیٹھے بیٹھے اس کی کمر اکڑ چکی تھی۔ کچھ دیر تک اس نے ٹیک کا سہارا لیا مگر انتظار ختم نہیں ہوا۔ آنکھوں میں نمی ابھر آئی۔ ہاتھوں کی کپکی پہلے سے زیادہ زور پکڑ گئی۔ ہچکیاں بھی ابھرنے لگیں مگر جذبات کو سمیٹنا پڑا۔ اٹھ کر وارڈ روب سے سمپل ڈریس نکالا اور چمکتا سرخ جوڑا اور زیورات خود اپنے ہاتھ سے اتارے۔ آنکھوں سے آنسو روانی کے ساتھ بہہ رہے تھے۔ دل بھی جذبات سے بھر چکا تھا مگر بند کمرے میں کوئی دیکھنے والا نہیں تھا۔ واش روم میں جا کر سمپل سا بلیو ڈریس پہن کر واپس آئی۔ آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے چہرے دیکھا۔ جہاں ایک رات کی دلہن بنا اپنے ساجن کے کھڑی تھی۔ ہاتھوں میں رنگ برنگی چوڑیوں کی کھنکھناہٹ کی آواز اس وقت کانوں میں رس گھولنے کی بجائے سیسے کا کام کر رہی تھیں۔ اس نے ایک جھٹکے سے تمام چوڑیاں اتار پھینکی۔ ہاتھوں کی طرف نگاہ دوڑائی تو لال مہندی، جذبات کا بہتا ہوا خون محسوس ہوا۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگ گئے۔ کاجل پورے چہرے پر پھیل گیا مگر دروازہ بند رہا۔ جذبات کا خون ہوتا رہا، درد بڑھتا رہا مگر دوا کرنے والا کوئی نہ تھا۔

* * * *

"یہ رپورٹ مسز شہناز نے بنائی تھی۔۔ آپ دیکھ لینا۔۔" وجیہہ نے ایک فائل شگفتہ بی بی کی طرف بڑھائی جو کہ پہلے ہی ایک دوسری فائل کو بغور دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے وجیہہ سے فائل لے کر اس پر نگاہ دوڑائی

"براق گروپس کا معیار دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔۔"
رپورٹ دیکھ کر ان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ چھا گئی

" ماشاء اللہ۔۔"وجیہہ کی زبان سے جاری ہوا "ویسے اس میں تمہارا بہت ہاتھ ہے۔ جب سے تم سے براق گروپس کی باگ دوڑ سنبھالی ہے۔یقین مانو اتنی پروگریس ہوئی ہے ناں جتنی پچھلے پانچ سالوں میں بھی نہیں ہوئی۔۔"انہوں نے اپنی نظریں وجیہہ پر مرکوز کیں

" نہیں امی۔۔ایسی کوئی بات نہیں، یہ سب تو تمام سٹاف کی محنت اور۔۔"ابھی وہ اپنا جملہ مکمل ہی نہ کر پائی تھی کہ کیبن کا دروازہ ایک زور دار آواز کے ساتھ کھلا اور ایک لڑکی روتے ہوئے داخل ہوئی۔ دونوں اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

" وجیہہ۔۔" وہ لڑکی وجیہہ کو دیکھتے ہی اس کے گلے لگ گئی

" میڈم۔۔میں نے روکا بھی تھا مگر انہوں نے ایک نہیں سنی۔۔" سیکرٹری اس لڑکی کے پیچھے پیچھے کیبن میں آئی تھی۔ وہ وجیہہ کے گلے لگے مسلسل روتی جا رہی تھی

" کوئی بات نہیں۔۔ آپ ان کے پانی لائیں۔۔" شگفتہ بی بی نے سیکرٹری سے کہا

"جی آپ۔۔" وجیہہ نے اسے دلاسا دیتے ہوئے سر پر ہاتھ پھیرا۔ وہ سسکیاں بھرتے ہوئے پیچھے ہٹی۔سیاہ عبایا میں وہ لڑکی اپنے آپ کو چھپانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔چہرے پر آنسوؤں کے راستے خود بخود اپنا راستہ بنائے ہوئے تھے۔وجیہہ کو یہ چہرہ جانا پہچانا لگا تھا مگر یاد نہیں آرہا تھا کہ کہاں دیکھا ہے؟

" بیٹا! تم کون ہو؟"سیکرٹری اس کے لئے پانی کا گلاس لائی تو شگفتہ بی بی نے اس کو پانی کا گلاس دیا

" وجیہہ۔۔مم۔۔" اس کی آواز سسکیوں کی نذر ہو رہی تھی۔وجیہہ نے اسے کندھوں سے پکڑ کر بٹھایا اور پیار سے پانی کا گلاس پینے کو دیا۔اس نے سسکیاں بھرتے ہوئے پانی کا گلاس پیا

"آپ کو میرا نام کیسے معلوم؟"وجیہہ نے استفہامیہ انداز میں پوچھا

"میں آئینہ۔۔۔" اس نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا تھا

" آئینہ۔۔"کچھ سوچتے ہوئے کہا" مگر معاف کیجیے میں نے آپ کو پہنچانا نہیں۔۔"اس کے سامنے بیٹھ کر پوچھا

"بیٹا کیا ہوا تمہیں؟تم ایسے رو کیوں رہی ہو؟کیا ہوا؟" شگفتہ بی بی بھی سامنے بیٹھ چکی تھیں۔دونوں کے چہرے پر کئی سوال تھے جواب صرف آئینہ کے پاس تھے مگر اس کی آواز صرف سسکیوں کے نذر ہو رہی تھی

''میں آئینہ ہوں۔۔ جہاں آپ جاب لینے آئی تھیں، اُس دن۔۔'' وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

وجیہہ نے ذہن پر زور ڈالا ''جو اُس دن سر کے کیبن میں آپ کے ساتھ گئی تھی۔۔''اس بار اسے یاد آگیا۔ یہ وہی تھی۔ وجیہہ نے غور سے اس کی طرف دیکھا لباس بدل چکا تھا۔ اس نے عریاں لباس آج عبائے میں محفوظ تھا۔ دودھیا رنگت آج سیاہی کے اندر محصور تھا۔ چہرے پر پرکشش ہنسی آج کہیں غائب ہو چکی تھی۔ اس نے ایک بار پھر آئینہ کے وجود کو ٹٹولا وہ بدل چکی تھی۔

'' تم آئینہ ؟ کیا ہوا تمہارے ساتھ ؟''اس نے حیرت سے استفسار کیا

'' آپ نے صحیح کہا تھا اُس دن عورت کا حسن نمودو نمائش کے لئے نہیں ہوتا۔ باہر اپنے حسن کا اظہار صرف گناہ کی دعوت عام ہے۔ کاش میں اُس دن آپ کی بات کو سمجھ سکتی۔۔'' ایک بار پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے

'' آئینہ۔۔ روتے نہیں، مجھے سکون سے بتاؤ آخر کیا ہوا ہے ؟''

'' وہ۔۔ اس نے میرے ساتھ۔۔''آنسوؤں کا ضبط ٹوٹ گیا۔ بپھرے ہوئے سمندر کی طرح آنسو بہتے جا رہے تھے

'' مجھے انصاف چاہئے۔''اس نے روتے ہوئے وجیہہ سے التجا کی تھی۔ ڈھکے چھپے الفاظ میں اس نے وجیہہ کو سچائی سے روشناس کروایا جسے وہ فوراً سمجھ گئی

'' آئینہ۔۔۔ سنبھالو اپنے آپ کو۔۔''وجیہہ نے اٹھ کر اس کے کندھوں کو ہلکا سا تھپتھپایا

'' دیکھو بیٹا! عورت کا مطلب ہی چھپانے والی چیز ہے اور اس کا حسن صرف اس کے شوہر کے لئے ہوتا ہے۔ اوروں کے سامنے اپنے وجود کو ظاہر کرنا صرف برائی کو ہی دعوت دیتا ہے۔ جس لڑکی مین جتنا حسن ہوتا ہے اس کے لئے اتنی ہی احتیاط ضروری ہوتی ہے۔''شگفتہ بی بی نے سمجھانے کی کوشش کی تھی

'' میں سمجھ چکی ہوں۔۔۔ میں غلط تھی جو اوروں پر اپنے آپ کو عیاں کرتی رہی اور اس کی سزا اُس نے مجھے۔۔۔''ایک بار پھر آنسو بے قابو ہوگئے۔

''وجیہہ آپ میری مدد کریں گی ناں۔۔ مجھے انصاف چاہئے۔۔'' اس نے ہاتھ جوڑ کر اس کے سامنے منت سماجت کی

''میں تمہاری مدد کرونگی مگر۔۔''وجیہہ نے اثبات میں سر تو ہلایا مگر پھر ایک سوچ نے نظر ثانی پر مجبور کیا

"پلز آپ انکار مت کرنا۔ آپ کے علاوہ کوئی اسے سزا نہیں دلا سکتا۔ کل اس کی پیشی ہے پلز آپ یہ کیس لڑیں پلز۔۔" وہ روتے ہوئے اس کے سامنے منتیں کر رہی تھی
" دیکھو آئینہ۔۔۔میں تمہارا کیس ضرور لڑتی مگر مین عدالت کی چوکھٹ پر قدم بھی نہیں رکھنا چاہتی۔۔"
" دیکھیں میں آپ کے پاس بڑی امید لے کر آئی ہوں۔۔" وہ اس کے قدموں میں بیٹھ گئی
" آئینہ۔۔ اٹھو۔۔ یہ کیا کر رہی ہو۔۔؟" اس کو کندھوں سے پکڑ کر اٹھایا
" پلز میری مدد کریں۔۔" آئینہ کے بار بار اصرار پر وہ کچھ سوچنے لگی
"اچھا۔۔ میں تمہیں اپنی ایک دوست کا نمبر دیتی ہوں۔ وہ تمہارا یہ کیس ضرور لے گی۔"وجیہہ نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا
" لیکن۔۔۔" وجیہہ کے انکار پر اسے مایوسی ہوئی
"تم فکر نہ کرو۔۔وہ تمہارا کیس اچھے طریقے سے ہنڈل کرے گی" وجیہہ کی یقین دہانی پر اسے کچھ حوصلہ ہوا۔کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد وہ وہاں سے چلی گئی
"حالات انسان کو کیسے بدل دیتے ہیں؟ اُس دن کی آئینہ اور آج کی آئینہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔" جاتے ہوئے اس کے وجود کو دیکھتی رہی
"وقت چیز ہی ایسی ہے، ہر شے کو بدل کر رکھ دیتی ہے لیکن انسان بھی کتنا ڈھیٹ ہے جب تک خود ٹھوکر کھا کر نہ گرے، نہیں سنبھلتا۔۔"شگفتہ بی بی نے حسرت بھرے لہجے میں کہا
"کاش ! انسان دوسروں میں بھی سیکھ سیکھتے۔۔"سرد آہ بھرتے ہوئے وجیہہ نے آنکھیں بند کر کے ضرغام کے بارے میں سوچا۔جو خود بھی انہی مراحل سے گزر رہا تھا
" کاش ! ضرغام بھی سدھر جائیں۔۔"دل نے کہا تھا

* * * *

" پھپو یہ لیجیے گرما گرم ناشتہ۔۔"ایک ٹرے میں چائے اور بریڈ رکھے وہ رضیہ بیگم کے کمرے میں آئی تھی
" پھپا جان کہاں گئے۔۔؟"ٹرے رکھنے کے بعد اس نے کمرے میں دیکھا تو علی عظمت کو نہ پا کر سوال کیا
" وہ تو فریش ہو رہے ہیں لیکن تم بتاؤ تم کو اتنا تکلف کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ہم خود آجاتے باہر۔۔"موڑے کو سرکا کر ابیڈ کے سامنے کیا اور اس پر بیٹھ گئی

" اب اس میں تکلف کی کیا بات ہے؟ آپ کا خیال رکھنا تو میری ذمہ داری بنتی ہے ناں۔۔" پیار سے مسکراتے ہوئے کہا
"لیکن جسے رکھنا چاہئے وہ تو بے خبر ہے۔" آنکھوں میں نمی آگئی
"پھپو۔۔ آپ کو میرے ہوتے ہوئے فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔۔ چلیں اب ناشتہ کریں سب کچھ بھول کر۔۔۔" اپنے ہاتھ سے انہیں ناشتہ کرانے لگی۔اُن کو تو حوصلہ دے دیا مگر دل میں خود بخود آنسو تیرنے لگے۔ سوچا تھا کہ شادی کے بعد شاید وہ اپنا مقام انمول کی نظروں میں بنالے گی مگر کچھ وقت نے ساتھ نہ دیا اور کچھ عندلیب نے۔ہمیشہ اس کی راہ میں رکاوٹ بنی رہی
"اپنے کام سے کام رکھا کرو۔۔ کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں انمول کے آگے پیچھے منڈلانے کی۔۔"
حجاب انمول کے لئے شرٹ کو آئرن کر کے اس کے کمرے میں آئی تھی
"لیکن میں تو۔۔" اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی عندلیب نے اس کے ہاتھ سے شرٹ چھین لی
"زبان درازی کرنا بند کرو اور جا کر اپنا کام کرو۔۔۔" بے رخی سے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔ وہ جیسے ہی پلٹی تو انمول کو واش روم سے باہر آتے ہوئے دیکھا۔ گیلے بدن کو وہ بے نیازی سے ٹاول کے ساتھ صاف کر رہا تھا
"انمول میری جان۔۔ یہ لو شرٹ۔۔ تمہارے لئے اپنے ہاتھوں سے آئرن کی ہے۔۔" اپنے ہاتھوں سے وہ انمول کو وہ شرٹ پہنانے لگی مگر وہ تو جانتا تھا مگر بھی جان بوجھ کر انجان بنا رہا اور وہ آنسوؤں کو ضبط کرتے ہوئے باہر چلی آئی۔ صرف ایک بار اس کی تذلیل نہ ہوئی۔ جب جب موقع ملتا دونوں اس کی تذلیل کرتے
"میرے آگے پیچھے مکھیوں کی طرح منڈلانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔" وہ غصے میں غرایا تھا
" لیکن میں تو آپ کے ناشتہ۔۔" اس کی آواز کے ساتھ ہچکیاں بھی شامل ہو گئیں
" ناشتہ۔۔۔" اس نے اچھال کر ناشتے کی پلیٹ کو ہوا میں اڑا دیا اور وہ دیکھتی رہ گئی
"کر لو اب خود ناشتہ۔۔" یہ کہہ کر وہ پاؤں پٹختا ہوا چلا گیا اور وہ روہانسی دیکھتی رہ گئی۔
" کیا ہوا کن خیالوں میں گم ہو؟" وہ بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے آنکھیں بند کئے بیٹھی تھی کہ وجیہہ کی آواز نے اسے چونکا دیا
" آپی آپ؟" وہ ایکدم اپنے خیالوں سے باہر آئی
"ہاں جی میں۔۔ کن خیالوں میں گم ہیں حجان انمول

عظمت۔۔؟" اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے اس نے چھوٹی سی پھلجڑی چھوڑی تھی مگر یہ پھلجڑی اس کے چہرے پر مسکراہٹ لانے کی بجائے اداسی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی

"کیا ہوا حجاب؟ تم اداس ہو؟" اس کے چہرے کے رنگ کو بدلتے دیکھ کر پوچھا

" نہیں آپی! ایسی بات نہیں ہے۔۔" اس نے بناوٹی مسکراہٹ کو چہرے پر پھیلاتے ہوئے کہا

" ایسی بات نہیں ہے تو کیسی بات ہے؟ ہاں" شکیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا

"نہیں آپی! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ پہلے یہ بتائیں اتنے دن بعد کیسے آنا ہوا؟ وہاں جا کر تو جیسے آپ ہمیں بھول ہی گئیں۔۔" اس نے جھٹ بات کا رخ بدلا

"تم چھوٹی ہو تو چھوٹی ہی بن کر رہو۔۔ بڑی بننے کی کوشش مت کرو۔۔۔"اس کی چوری پکڑتے ہوئے وجیہہ نے کہا تھا

" میں نے کیا کیا؟" نظریں چراتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی

"تم نے کچھ نہیں کیا مگر تمہاری نظروں نے مجھ سے بہت کچھ کہہ دیا۔ ادھر بیٹھو۔۔"ہاتھ پکڑ کر اسے بٹھانا چاہا

" نہیں آپی۔۔ میں آپ کے لئے کچھ لے کر آتی ہوں۔۔" ایک بار پھر بات ٹالنے کی کوشش کی

" میں نے کہا ناں! ادھر بیٹھو۔۔"ہاتھ پکڑ کر زبردستی بٹھایا اور دائیں ہاتھ سے اس کے جھکے ہوئے چہرے کو اپنی طرف کیا

" تم انمول کی وجہ سے پریشان ہو ناں؟" اس کے چہرے سے اس کو پریشانی کو پڑھتے ہوئے وجیہہ نے کہا تھا مگر وہ خاموش رہی

"میں جانتی ہوں حجاب کہ انمول اس وقت تمہیں پسند نہیں کرتا اور شاید تمہیں دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔ لیکن یہ مسئلے کا حل نہیں ہے کہ تم آنکھیں یہ چرا لو۔۔"اس نے پیار سے حجاب کو سمجھایا

"لیکن آپی۔۔" اس کی آواز بھر آئی تھی

" میں جانتی ہوں حجاب تمہیں بہت تکلیف ہوتی ہوگی، تمہیں ہی نہیں ہر لڑکی کو تکلیف ہوتی ہے جب اس کا شوہر اس کے ساتھ بے اعتنائی برتے۔"

ایک پل کے لئے وہ اپنے ماضی میں چلی گئی

"جس کی خاطر لڑکی اپنا سب کچھ چھوڑ کر آتی ہے اگر وہی آپ کو کہہ دے کہ اس کا اور آپ کا کوئی رشتہ نہیں۔ آپ اس کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ ابھی زمین پھٹ جائے اور ہم اس میں دھنس جائیں

مگر۔۔" اس نے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے مزید کہا

" مگر حجاب زندگی یہ نہیں ہے۔ زندگی تو نام ہی کسوٹی کا ہے۔ ایک کے بعد ایک کسوٹی انسان کا انتظار کر رہی ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑی کسوٹی نکاح ہے اور اس کا نبھانا ہے۔" اس نے پیار سے اس کا چہرہ اپنی طرف کیا

"تم جانتی ہو حجاب شادی کے بعد ہمیشہ ایک لڑکی کو ہی پل صراط سے گزرنا پڑتا ہے۔ اپنے شوہر کی محبت حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ اسے ہی تگ و دو کرنی پڑتی ہے۔ اسے اپنا بنانے کے لئے ہمیشہ اُس کی ہاں میں ہاں ملانی پڑتی ہے۔ تم جانتی ہو حجاب! ایک شوہر کبھی یہ پسند نہیں کرنا کہ اس کی بیوی اس پر ہمیشہ حکم چلاتی پھرے۔ اسے ہمیشہ ایسی بیوی پسند ہوتی ہے جو اس کی ہاں میں ہاں ملائے۔ اس کے ہر حکم کو بن کہے بجالائے۔ ایسی ہی بیویاں ہوتی ہیں جو ایک وقت آتا ہے اپنے شوہروں کی آنکھوں کا تارا بنتی ہیں۔ ایک مرد کو کبھی چت نہیں کیا جاسکتا ماسوائے محبت کی مار کے۔ مرد کی ذات میں ہمیشہ ایک تشنگی برقرار رہتی ہے۔ دنیا کی کوئی شے اس تشنگی کو ختم نہیں کر سکتی ماسوائے عورت کی محبت کے۔ ایک مرد کو ہمیشہ محبت کے زریعے ہی پچھاڑا جاسکتا ہے اور اپنا بنایا جا سکتا ہے۔۔"

" لیکن محبت بھی تو جب ہی کی جائے گی ناں جب وہ آپ کو اپنے پاس آنے دے۔۔" درد بھرے لہجے میں حجاب نے کہا تھا

"نہیں حجاب۔ وہ محبت نہیں ہوتی محبت تو احساس کا نام ہوتا ہے، ایک دوسرے کی ضروریات کے خیال رکھنے کا نام ہوتا ہے۔ بن کہے ایک دوسرے کا دکھ سکھ سمجھ لینے کا نام ہوتا ہے۔"

" لیکن آپی! وہ تو مجھے اپنے کسی کام کے ہاتھ ہی نہیں لگانے دیتے۔۔"

"تو کیا ہوا۔۔ تم پھر بھی اس کا ہر کام کرو۔۔ یہ میں اس لئے نہیں کہہ رہی کہ وہ میرا بھائی ہے بلکہ اس لئے کہہ رہی ہوں کہ تم میری بہن ہو اور ایک بہن ہمیشہ اپنی بہن کو صحیح سیکھ ہی دیتی ہے۔۔" پیار سے اس کے چہرے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا

"ایسا تبھی ہوگا ناں جب عندلیب نامی دیوار ڈھلے گی۔۔" بے رخی سے اس کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا

"نہیں حجاب۔۔ کبھی کسی کے بارے میں برا نہیں کہتے۔ ہر ایک نے اپنے اعمال کا جواب دہ خود ہونا ہے۔ جو شخص جو بوتا ہے بعد میں وہی کاٹتا ہے اگر اس نے برا کیا تو وہ برا کاٹے گی مگر تم اس کا برے الفاظ میں ذکر کر کے اپنی زبان کیوں میلی کر رہی

ہو۔ زبان سے ہمیشہ محبت اور دعائیہ کلمات نکلنے چاہئے۔"وجیہہ کی باتیں اس کے دل پر آہستہ آہستہ اثر کرنے لگی تھیں۔

* * * *

"ایک نئے ٹوپک کے ساتھ اگلے ہفتے پھر ملاقات ہو گی تب تک کے لئے اپنے پسندیدہ شو لازوال کے ہوسٹ ضرغام عباسی کو اجازت دیں۔ اللہ حافظ۔۔"آج پہلی بار اسے اللہ حافظ کہہ کر شو کا اختتام کیا تھا۔ سب اس کے اس انداز پر حیران تھے۔ سٹیج سے اترنے کے بعد وہ شہزاد کے پاس آیا اور سب سے روایتی بات چیت میں مصروف ہو گیا

"خیریت تو ہے ضرغام ؟ آ ج کل بہت تبدیلی رونماہوتی جا رہی ہیں تم میں۔۔۔"شہزاد نے چھیڑتے ہوئے کہا تھا

" آخر بیوی آئی ہے گھر۔۔ کچھ تو تبدیلی لائے گی ناں۔۔"عنایہ نے بے رخی سے کہا

"ارے تم کب آئی؟"ضرغام اس کی طرف بڑھنے لگا مگر وہ اس کو اگنار کرتی رہی

"شہزاد بھائی میرے مارننگ شو کا کیا بنا؟ میں نے کہا تھاناں کہ میں کچھ دن تک شو نہیں کر سکتی۔۔" وہ شہزاد صاحب سے گویا تھیں

" تم نے مجھے نہیں بتایا؟"ضرغام نے حیرت سے پوچھا تھا

" آپ نے بتایا نہیں شہزاد بھائی۔۔" عنایہ نے ضرغام کو نظر انداز کر دیا

" نیو ہوسٹ آئی تو تھی آج۔۔ آڈیشن تو کر لیا ہے اب دیکھتے ہیں کیا بنتا ہے۔۔"انہوں نے کچھ حوصلہ دیتے ہوئے کہا

" ٹھیک۔۔۔ لیکن ہوسٹ ایسی ہونی چاہئے جو میرے شو کی ریٹنگ گرنے نہ دے۔۔ یہ بات میں صاف صاف کہہ رہی ہوں۔"اس نے بے باک کہا تھا

" اس کی تو فکر ہی نہ کرو۔۔" شہزاد صاحب نے دلاسا دیا

"لیکن میں نے کچھ پوچھا ہے۔۔" اس عنایہ کو کندھوں سے پکڑ کر اپنی طرف کرنا چاہا مگر اس نے اس کے ہاتھ جھٹک دیئے

"اور شمائل نظر نہیں آرہی۔۔ آپ نے دیکھا ہے اسے۔" جان بوجھ کر ادھر ادھر تانک جھانک کرتے ہوئے کہا

" وہ تو نہیں آئی آج۔۔" شہزاد نے کہا

" مجھے اس سے ڈریس لینی تھی۔۔" اس نے افسوس کرتے ہوئے کہا

" میں نے کچھ پوچھا ہے عنایہ؟" اس نے ایک بار

پھر اس کا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے کہا تھا
"اچھا پھر میں اب چلتی ہوں۔۔" اپنا پرس اٹھاتے ہوئے کہا
"عنایہ۔۔۔ میری بات سنو۔۔" وہ جھلاتے ہوئے اس کے پیچھا کرنے لگا مگر وہ اس کو اگنار کرتی رہی
"کیا ہے۔۔؟" کار کے پاس پہنچ کر اس نے روکھے انداز میں پوچھا
"تم مجھے اگنار کیوں کر رہی ہو؟ آخر کیا کیا میں نے؟"
"تم نے تو کچھ نہیں کیا۔۔سب کچھ تو میں نے کیا ہے۔۔" بناوٹی لہجے میں اس کا مذاق اڑایا
"ٹھیک ہے نہیں کرنی تو نہ کرو۔۔ مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے تم سے بات کرنے میں۔۔" پاؤں پٹختے ہوئے اس نے کار کا دروازہ کھولا اور پھر آناًفاناً وہاں سے غائب ہو گئی۔ ضرغام کو عنایہ کی یہ حرکت ذرا پسند نہیں آئی
"سمجھتی کیا ہے؟ وہ اپنے آپ کو؟ وہ سمجھتی ہے کہ میں کیا اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ جب چاہے نکھرے دیکھائے اور میں برداشت کرتا رہوں گا۔۔ ایسا کبھی نہیں ہو گا۔۔" اس نے زوردار آواز کے ساتھ بیڈ روم کا دروازہ کھولا تھا

"ہنہ۔۔ اگر وہ مجھے اگنار کر رہی ہے تو میں کیوں اس کی فکر کروں۔۔۔" منہ بنا کر اس نے ایک زور دار لات بیڈ کے رسید کی
"وجیہہ میرے لئے گرین ٹی لاؤ۔۔" وہ بنا ادھر ادھر دیکھے بڑبڑاتا جا رہا تھا
"اب جب تک وہ مجھ سے بات نہیں کرے گی ناں۔۔۔ تب تک میں اس سے بات نہیں کرنے والا۔۔"
"وجیہہ۔۔۔" وہ چلایا مگر کوئی نہ آیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا تو وہاں وجیہہ نہیں تھی۔ اس کا لہجہ دھیمہ ہو گیا۔ اس نے واش روم میں دیکھا وہ وہاں بھی نہیں تھی
"وجیہہ۔۔ تم کچن میں ہو؟" کچن مین دیکھا مگر وہ وہاں بھی نہیں تھی۔ اس کے چہرے ہر پریشانی کی اثرات نمایاں ہو گئے۔
"وہ کہیں بھی نہیں ہے۔۔ کہاں جا سکتی ہے مجھے بتائے بنا۔۔" پہلی بار اسے وجیہہ کی کمی کا احساس ہو رہا تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی اپنا اس کو چھوڑ کر چلا گیا ہو۔
"امی۔۔" اس نے دروازہ کھولا تو شگفتہ بی بی کو نمازِ عشاء ادا کرتے ہوئے پایا۔ وہ خاموشی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا اور صوفے پر ایک طرف بیٹھ

گیا۔ شگفتہ بی بی نے سلام پھیر کر صوفے پر دیکھا تو ضرغام کو اونگھتے ہوئے پایا۔ وہ اٹھ کر اس کے پاس گئی اور دم کر کے اس پر پھونکا۔

" امی۔۔ آپ نے پڑھ لی نماز۔۔" ماں کی ہونٹوں سے نکلی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے اس کی آنکھ کھل گئی۔

"خیریت تو ہے یہاں آکر سو رہے ہو؟ طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟"

" طبیعت تو ٹھیک ہے۔ میں یہ پوچھنے آیا تھا کہ وجیہہ کہاں ہے؟ نظر نہیں آرہی۔" وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا

"وہ تو اپنے میکے گئی ہے۔۔" اٹھ کر جائے نماز ایک طرف رکھا

"میکے؟ مگر اس نے مجھے تو کچھ نہیں بتایا۔۔" وہ زیر لب بڑبڑایا تھا

"مجھے بتا کر گئی ہے۔ تمہارا فون ٹرائے کرتی رہی مگر تمہارا فون آف جا رہا تھا۔" انہوں نے وجہ بتائی۔ ضرغام نے جینز سے اپنا موبائل نکالا تو وہ واقعی آف تھا

" اوہ شٹ۔۔۔ بیٹری پھر ڈاؤن ہو گئی۔۔ لیکن امی میرے آنے کا انتظار تو کر سکتی تھی ناں وہ۔۔" اس کے چہرے پر ناگواری کے اثرات ابھرے تھے

"کچھ نہیں ہوتا بیٹا۔۔ اتنے دنوں کے بعد تو گئی ہے وہ۔۔"

" ایسے کیوں کچھ نہیں ہوتا۔۔" وہ بڑبڑاتا ہوا دروازے کے قریب گیا

" اب تم کہاں جا رہے ہو؟" حیرانی سے اس کی طرف دیکھا

"اسے لینے جا رہا ہوں۔۔۔" یہ کہہ کر اس نے زوردار آواز سے دروازہ بند کیا۔ ضرغام کی یہ حرکت دیکھ کر انہیں پہلی بار غصے کی جگہ پیار آیا تھا۔ اس کے دل میں وجیہہ آہستہ آہستہ اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہو رہی تھی

" خدا دونوں کی جوڑی سلامت رکھے۔۔ دونوں ہمیشہ خوش رہیں۔۔" دل ہی دل میں شگفتہ بی بی نے دعا دی

* * * * *

"انمول میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔۔ تمہیں انصاف سے کام لینا ہو گا۔ اب تم پہلے کی طرح آزاد نہیں ہو۔ تم ایک شوہر ہو اور وہ بھی دو دو بیویوں کے۔۔ تمہیں دونوں کے ساتھ انصاف کے ساتھ کام لینا ہو گا۔ عندلیب کے ساتھ ساتھ حجاب کو بھی اس کا حق دینا ہو گا۔۔" انمول ٹی وی لاؤنج میں بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا جب وجیہہ نے اس کو سمجھانا شروع

کیا۔ شروع میں وہ ہنہ ہاں کرتا رہا مگر بعد میں اس کے چہرے پر ناگواری کے اثرات ابھرنے لگے

"تو میں کیا کروں۔۔" اس نے روکھے پن سے کہا تھا

"تمہیں عندلیب کے ساتھ ساتھ حجاب کے حقوق کا بھی خیال رکھنا ہو گا۔ صرف تمہارے اوپر عندلیب کا ہی حق نہیں ہے۔ حجاب بھی تمہاری ذات پر ویسا ہی حق رکھتی ہے جیسا کہ عندلیب رکھتی ہے۔ تمہیں ان دونوں کو ان کا جائز حق دینا ہو گا انمول۔۔"

"اگر نہ دوں تو۔۔" اس نے جھلاتے ہوئے کہا

"تو تم گنہگار ہو گے۔ دیکھو انمول۔ دو دو شادیاں کرنا بہت آسان ہے مگر ان کو نبھانا بہت مشکل۔۔۔ اگر وہ شخص جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ صرف ایک ہی کی طرف جھک جائے تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک جسم کا ایک حصہ جھڑا ہوا ہو گا۔۔"

"آج پھر نصیحتیں کرنے آئی ہو کیا۔۔" اس نے کندھے جھٹکتے ہوئے ٹی وی کو بند کیا

"میں نصیحتیں کرنے نہیں صرف تمہیں سمجھانے آئی ہوں کہ ابھی بھی وقت ہے کہ سنبھل جاؤ ایک طرف نہ جھکو۔ حجاب بھی تمہاری بیوی ہے۔ اس کو بھی اس کا حق دو۔۔ جس طرح تمہاری محبت کی حقدار عندلیب ہے بالکل اسی طرح حجاب بھی تمہاری بیوی ہونے کے ناطے تمہاری محبت کی دعوی دار ہے۔۔" وجیہہ کی باتیں سن کر اس کے کان پکنے لگے تھے

"اگر کوئی اور بات کرنی ہے تو کرو ورنہ چلتی بنو پلز۔۔" اس نے باہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا تو اس کی انگلی ضرغام کی طرف جا کر ٹھہر گئی۔ وجیہہ نے پلٹ کر دیکھا تو دروازے پر ضرغام کھڑا تھا

"ضرغام آپ؟" وہ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ انمول کی جانب یک ٹک دیکھے جا رہا تھا۔

"اندر آئیں۔۔" وہ خراماں خراماں آگے بڑھنے لگا مگر نظروں کو انمول کے چہرے کی جانب سے نہیں ہٹایا۔ ایک پل کے لئے انمول بھی ٹھٹک کر رہ گیا اور اپنی نظریں چرا لیں.

"بے فکر رہو۔۔ میں اسے یہاں سے لینے ہی آیا ہوں۔۔" جبڑے بھینچتے ہوئے کہا

"بڑا احسان ہوگا۔" اس نے زیر لب کہا تھا

"ضرغام آپ یہاں۔۔ کیسے آنا ہوا؟" وہ بات کو بدلنے کی کوشش کرنے لگی

"وہ تم مجھے بتا کر کیوں نہیں آئی۔۔ تمہیں پتا بھی ہے جب بھی میں گھر آتا ہوں تو تمہیں دیکھنے کی مجھے عادت ہوگئی ہے اور تم پھر بھی مجھے بغیر بتائے یہاں آگئی۔۔" وہ ایک پل کے لئے سب کچھ بھول کر آنے کی وجہ بتانے لگا

"لیکن امی کو بتایا تو تھا۔۔"

"امی کو بتایا تھا لیکن مجھے تو نہیں ناں۔۔ تم میری بیوی ہو۔ مجھ سے پوچھ کر آنا چاہئے تمہیں۔۔" اس نے مصنوعی غصہ دیکھا

"ارے ضرغام بیٹا! تم؟" علی عظمت ٹیرس سے آئے تھے

"السلام علیکم ابو۔۔" آگے بڑھ کر اس نے ادب سے سلام کیا تو وجیہہ کو بہت اچھا لگا۔ ضرغام کو یوں سلام کرتا دیکھ کر انمول جل بھن کر رہ گیا۔

"تم کب آئے بیٹا! وجیہہ تم نے کھانے پینے کا بندو بست کیا؟" علی عظمت نے وجیہہ سے پوچھا

"جی ابو وہ۔۔" اس سے پہلے وہ کچھ کہتی اتنے میں حجاب کچن سے چائے لے کر آموجود ہوئی

"آپ کی بیٹی تو یہاں آکر سارے کام کرنا بھول گئی اس لئے آپ کی بہو کو ہی مجبوراً چائے بنانا پڑی۔۔" ہنستے ہوئے اس نے چائے سب کو سرو کی

"آپ نہیں لے گیں ۔۔۔" سب کو چائے سرو کرنے کے بعد وہ انمول کے پاس گئی مگر اس نے ہاتھ بڑھانا بھی مناسب نہیں سمجھا

"مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔" گردن جھٹکتا ہوا وہ وہاں سے چلا گیا

"اس کا کچھ نہیں ہو سکتا۔۔" علی عظمت نے انمول کو جاتا دیکھ کر زیر لب کہا تھا

"ویسے چائے اچھی بنائی ہے آپ نے۔۔" ضرغام نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا

"شکریہ۔۔۔ اگر پسند آئی تو اور لا کر دوں۔۔" فوراً ایک نئے کپ کی پیشکش کر دی جسے ضرغام نے فورا مسترد کر دیا

"اب اتنی بھی اچھی نہیں بنائی کہ ایک کپ مزید پی کر اپنے آپ کو شوگر کا مریض کر لوں۔۔۔" اس چٹکلے پر سب ہنس پڑے۔ کافی دیر بات چیت کرنے کے بعد ضرغام اچانک گویا ہوا

"تو اب چلیں وجیہہ۔۔۔" اٹھتے ہوئے وجیہہ کو کہا تو وجیہہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا

"چلیں؟ مگر کہاں؟"

"کہاں کا کیا مطلب ہے؟ گھر نہیں جانا کیا؟" انجان بنتے ہوئے کہا

"لیکن آج تو آئی ہوں میں۔۔۔" استفہامیہ انداز میں ضرغام کی طرف دیکھا

"تو کیا ہوا؟ مل تو لیا ناں سب سے۔۔اب چلتے ہیں۔۔" اس کا ہاتھ پکڑ کر لے جانا چاہا تو وجیہہ کو کچھ عجیب سا لگا اس نے فوراً ضرغام کا ہاتھ جھٹک دیا

"مگر۔۔" اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی علی عظمت گویا ہوئے

"بیٹا! اگر ضرغام ضد کر رہا ہے تو چلی جاؤ ناں۔۔پھر کبھی آجانا رہنے کے لئے۔ ویسے بھی شوہروں کی بات ٹالا نہیں کرتے۔۔" ہلکا سا مسکراتے ہوئے کہا

"لیکن ابو۔۔" اس کے چہرے پر ہلکی سی ناگواری تھی

"لیکن چھوڑو۔۔ ہمیں کوئی اعراض نہیں ہمارے لئے یہی خوشی کی بات ہے کہ تم اپنے گھر میں خوش ہو۔۔" دونوں کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"چلیں اب۔۔۔" ضرغام نے معنی خیز نگاہوں سے وجیہہ کو دیکھا تو اس کی مقناطیسی نگاہوں کی حدت کو برداشت نہ کر سکی اور پلکیں خود بخود جھک گئیں۔

* * *

"پہلے کم تھی مصیبتیں جو تمہاری بہن بھی آموجود ہوئی تھی۔۔" عندلیب نے منہ بسورتے ہوئے کہا

"چلو اچھا ہوا چلی گئی۔۔۔ ورنہ جب تک رہتی نصیحتوں کی بوچھاڑ کرتی رہتی۔۔۔ ہنہ۔۔" لیٹتے ہوئے کہا

"اچھی بات ہے۔۔ویسے تم سے ایک بات کرنی تھی کہ۔۔۔" اس نے کچھ کہنا چاہا مگر انمول نے اس کی بات کو ان سنا کر دیا

"مجھے نیند آرہی ہے۔۔ باقی باتیں کل کریں گے۔۔" انمول کی بات پر وہ یک ٹک اسے دیکھتی رہی مگر مگر یہ سمجھ کر خاموش ہو گئی کہ شاید وہ تھک گیا ہے مگر وہ تو تھکا نہیں تھا۔ وہ تو وجیہہ کی باتوں پر سوچ و بچار کر رہا تھا

"کیا وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔۔۔" اس نے سوچا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں

* * * *

"جلدی کرو دیر ہو رہی ہے۔۔"لپ لائینر لگاتے ہوئے وہ ایک ثانیے کے لئے رکی اور انمول کو تنبیہہ کر کے دوبارہ لپ لائینر لگانے میں لگی۔

"آرہا ہوں۔۔ تھوڑا سا انتظار تو کرو۔۔۔"واش روم سے انمول کی آواز آئی تھی

"آرہا ہوں۔۔" ہاتھ روک کر اس نے تمسخرانہ کہا اور دوبارہ لپ لائینر چیک کی۔ دونوں ہونٹوں کو مس کر کے اس نے لپ لائینر کو سیٹ کیا۔ اس ے بعد آنکھوں میں کاجل لگانے لگی

"یار عندلیب یہ شرٹ بٹن کا ٹوٹ گیا ہے۔ ذرا ٹانکا لگا دو۔۔۔"واش روم سے باہر آیا تو وہ اپنا بٹن ہاتھ میں لئے ہوئے تھا۔ اس کے گریبان کو ایک بٹن ٹوٹا ہوا تھا

"میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔۔ تم خود لگا لو۔۔"اس نے بے نیازی سے جواب دیا

"کیا کہا تم نے میں خود لگاؤں۔۔؟؟"اس نے حیرت سے عندلیب کی طرف دیکھا

"تو اس میں بڑی بات کیا ہے؟ خود لگا لو یا پھر کوئی اور شرٹ پہن لو۔۔"اس نے جھلا کر کہا تو انمول کو ایک پل کے لئے غصہ آیا مگر اس نے اپنے آپ کو کنٹرول کیا

حجاب ادھر آؤ۔۔" اس نے دروازے کی طرف دیکھا تو وہاں سے حجاب گزر رہی تھی۔ اس نے عندلیب کو جلانے کی خاطر اسے وہاں بلایا

"میں؟؟" اسے یقین نہیں آیا کہ انمول نے اسے بلایا تھا۔ اس نے باہر سے ہی تصدیق چاہی تھی

"ہاں تم۔۔۔ ادھر آؤ۔۔" اس نے ترچھی نگاہوں سے عندلیب کی طرف دیکھا جو اپنے میک اپ میں محو تھی

"جی۔۔" اس نے نیچی نظروں سے پوچھا تھا

"میرا یہ بٹن لگاؤ۔۔"اس کے ہاتھ میں بٹن پکڑاتے ہوئے اس نے کہا۔ بٹن کو پکڑتے ہوئے حجاب کے ہاتھ کانپنے لگے

"مم مم میں؟"

"کیوں تمہیں لگانا نہیں آتا؟"عندلیب نے دونوں کو لمحہ بھر کے لئے گھورا

"نن نہیں آتا۔۔ "ہکلاتے ہوئے اس نے کہا تھا

"تو پھر لگاؤ۔۔۔"حجاب نے دراز سے سوئی دھاگا لیا اور شرٹ پہنے ہوئے ہی بٹن ٹانکنے لگی۔ عندلیب دونوں کو گھورتی رہی مگر انمول کو کوئی فرق نہ پڑا۔

وہ بے دھیانی سے سامنے دیوار کی طرف دیکھتا رہا جبکہ حجاب کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔ آج پہلی بار وہ انمول کا کوئی کام اپنے ہاتھوں سے کر رہی تھی۔

"یہ لیجیے۔۔" بٹن ٹانکنے کے بعد وہ پیچھے کو ہٹی اور سوئی دھاگا واپس دراز میں رکھا

"شکریہ۔۔" بٹن کو چیک کرتے ہوئے انمول نے کہا تھا۔ یہ سنتے ہی وہ باہر کو چل دی

"تمہیں کیا ضرورت تھی اُس سے بٹن لگوانے کی؟" حجاب ابھی دروازے سے دو قدم ہی ہٹی تھی کہ عندلیب کی آواز کان میں گونجی

"وہ میری بیوی ہے، میری مرضی میں اس سے جو چاہے کام کرواؤں۔۔" اس جملے نے تو اس کو ہوا میں اڑانے کا کام کیا۔ چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ چھا گئی۔ وہ بھاگتے ہوئے اپنے کمرے میں گئی اور آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے آپ کو دیکھا

"مرد ہمیشہ محبت کی مار ہی کھاتا ہے۔" وجیہہ کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجنے لگی

* * * *

"کب آئے گا تمہارا وہ دوست؟" دونوں کو وہاں بیٹھے تقریباً ایک گھنٹہ بیت چکا تھا۔

"بس آنے ہی والا ہے۔۔" عندلیب بار بار گھڑی کی طرف دیکھتی اور پھر پارکنگ ایریا پر نظر دوڑاتی جو ان کی ٹیبل کے سامنے ہی تھا۔ انمول کو انتظار کرتے کرتے تھکان ہو چکی تھی۔ وہ اب آرام کرنا چاہتا تھا مگر عندلیب کے بار بار کہنے پر وہاں رکا رہا

"دیکھو تم پچھلے بیس منٹو ں یہی کہہ رہی ہو۔۔" انمول نے جھلاتے ہوئے کہا اور کھڑا ہو کر ایک طرف کو چلا گیا

"بس پانچ منٹ مزید۔۔۔ وہ بس آتا ہی ہو گا۔۔"

اس نے انمول کو منانے کی بجائے انتظار پر اکتفا کیا اور وہیں بیٹھی پارکنگ ایریا کی طرف دیکھتی رہی

"جلدی آجاؤ پلز۔۔۔" اس نے دل میں کہا تھا اتنے میں ایک کار نے پارکنگ ایریا میں آکر بریک لگائی۔ عندلیب پچھلے ایک گھنٹے میں پہلی بار کھڑی ہوئی ور انمول کی طرف بڑھنے کی بجائے پارکنگ ایریا کی طرف بڑھی

"وہ آگیا۔۔" اس نے زیر لب کہا مگر انمول نے سن لیا اور فوراً پلٹا۔ ایک خوبرو شخص کار سے اترا اور ان

کی ٹیبل کی جانب بڑھنے لگا۔انمول اور عندلیب کی نظریں اس آنے والے کے اوپر تھیں۔ سکائے بلیو شرٹ اور کریمی رنگ کی ڈریس پینٹ میں ملبوس وہ ہاتھوں سے اپنے بال کو سیٹ کرتا ہوا بالکل ان کے قریب آپہنچا

''ہیلو ڈیئر!'' آتے ہی اسے عندلیب سے ملنے کے لئے ہاتھ بڑھائے تھے۔ جسے عندلیب نے فوراً قبول کرلیا اور گرمجوشی سے اس کے ہاتھوں کو پکڑ کر ہلکا سا جھولایا۔ انمول یک ٹک اسے دیکھتا جارہا تھا۔ آج تک اس نے صرف اپنے آپ کو ہی حسین مانا تھا اور سب کو اپنے سے کم تر لیکن اس آنے والے میں تو حسن اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر تھا

''کہاں تھے تم اتنا عرصہ فہیم؟'' جھٹ اس نے سوال داغا تھا

''بس کالج کی ایجوکیشن ابھی ختم ہی کی تھی کہ موم ڈید کے اصرار پر میں امریکہ چلا گیا پھر وہاں سے کینیڈا اور پھر دبئی بس کچھ دن پہلے ہی واپس آیا تھا کہ مہتاب اور منیر سے ملاقات ہوگئی اوراُن سے تمہارے بارے میں سنا اس لئے تم سے ملنے چلا آیا۔ لیکن تم بتاؤ تمہیں تو بڑی ہی جلدباز نکلی۔۔ کچھ عرصہ تک میرا انتظار نہیں کرسکی۔ جھٹ شادی کروالی۔۔'' وہ دونوں انمول کی موجودگی کو فراموش کر چکے تھے

''بس کیا کروں۔۔ تم نے تو پلٹ کر میری طرف دیکھا ہی نہیں بندہ فون پر ہی رابطہ قائم کرلیتا ہے مگر تمہیں تو وہاں جاکر جیسے پر لگ گئے تھے۔ مجھے تو بھول ہی گئے پھر بھلا میں کیوں تمہارا انتظار کرتی؟''اس نے ایک ادا سے اپنے بالوں کو جھٹکتے ہوئے کہا

''ویسے کہاں ہیں تمہارے میاں نامدار؟''

''اوہ۔۔۔ میں تو بھول ہی گئی۔۔'' انمول کی جانب بڑھ کی'' یہ ہیں میرے انمول۔۔ میرے شوہر۔۔''اس کے لہجے میں انتہا کا تکلف تھا۔ جیسے وہ اس کے سامنے اپنی بڑئی جتلارہی ہو

''ہیلو۔۔آئی ایم انمول۔۔''انمول نے بناوٹی مسکراہٹ کے ساتھ ہاتھ آگے بڑھائے تو مجبوراً اسے بھی مصافحہ کرنا پڑا۔

''ویسے برا ماننے کی تو کوئی بات نہیں ہے عندلیب ۔۔۔میں اب بھی تمہارے شوہر سے زیادہ حسین ہوں۔'' اس نے فرضی کالر کھڑے کئے

"یہ تو تم نے بالکل ٹھیک کہا بھلا تمہارا کوئی مقابلہ کر سکتا ہے؟" عندلیب نے معنی خیز لہجے میں کہا اور پھر دونوں ٹیبل جا بیٹھے۔ انمول نے ایک ثانیے کے عندلیب کو گھورا اور پھر چپ چاپ دونوں کے ساتھ ٹیبل پر جا بیٹھا۔ وہ دونوں آپس میں بات چیت کے دوران انمول کو مسلسل نظر انداز کر رہے تھے۔ ایسا زندگی میں پہلی بار ہوا تھا کہ انمول کسی محفل میں تھا اور اس کے وجود کو کوئی اہمیت نہیں دی جا رہی تھی۔ یہ بات اس کے لئے نہایت بے عزتی کی تھی

"ویسے انمول تم نے اچھا نہیں کیا میری عندلیب کو مجھ سے چرا کر۔۔" بظاہر وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا مگر اس کی بات کمان سے نکلے تیر کی طرح اس کے دل پر لگ رہی تھی

"میں کسی دوسرے کی چیز پر قابض نہیں ہوتا ہمیشہ وہی لیتا ہوں جو میرا اپنا ہوتا ہے۔" جلے کٹے لہجے میں کہا

"لگتا ہے ہمارے یہاں ہونے سے آپ جل رہے ہیں؟" تمسخرانہ کہا

"کیا بات کر رہے ہو فہیم؟ بھلا انمول تم سے کیوں جلنے لگا؟" اس سے پہلے کہ انمول کچھ کہتا عندلیب نے بات کو رفع دفع کیا

"بھئی۔۔اس سے زیادہ خوبرو جوان اس کی بیوی سے بات کر رہا ہے۔ جلن کا پیدا ہونا تو یقینی امر ہے۔۔" قہقہ لگاتے ہوئے کہا

"جی نہیں! میرا انمول اتنا نیرو مائنڈڈ نہیں ہے۔۔" جھٹ اس نے تردید کر دی

"اچھا جی! چلو انمول تم ہی بتاؤ کیا میرے اس طرح بے تکلف ہونے پر تمہیں تو کوئی اعتراض نہیں۔۔" اس نے انمول کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔۔" بناوٹی لہجے میں جواب دیا

"بس میں نے کہا تھا ناں۔۔!!" کندھے اچکاتے ہوئے عندلیب نے کہا

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے پھر تو مجھے تم سے بات کرنے میں کوئی آڑ محسوس ہی نہیں ہو گی۔" اپنا ہاتھ عندلیب کے ہاتھوں پر رکھتے ہوئے اس نے کہا تھا۔ جسے دیکھ کر انمول کے تن میں جیسے آگ بھڑک اٹھی۔ دل چاہا ابھی اس کا گلا دبوچ ڈالے مگر اپنے غصے کو کنٹرول کرتے ہوئے وہ صرف اپنی مٹھیاں ہی بھینچ سکا

"ویسے بندے کو براڈ مائنڈڈ ہی ہونا چاہئے۔۔ یہ کیا

اپنی بیوی کو صرف اپنی ہی ملکیت سمجھتا رہے بندہ۔ آخر دوستوں کا بھی تو کوئی حق ہوتا ہے ناں۔۔"وہ اپنی انگلی عندلیب کے ہتھیلی پر پھیرتے ہوئے کہہ رہا تھاجو انمول کے ناقابل برداشت تھا

"میرے خیال سے اب ڈنر شروع کر دینا چاہئے کیوں عندلیب؟" اس نے جبڑے بھینچتے ہوئے بناوٹی مسکراہٹ کو لبوں پر بکھیرتے ہوئے کہا

"بالکل ٹھیک۔۔" عندلیب نے فہیم کی طرف دیکھا تو اس نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا

"تو پھر کیا کھانا پسند کریں گے آپ؟"انمول کا لہجے ابھی بھی بناوٹی تھا

"جو میری جان جگر کھانا پسند کریں گی۔۔" فہیم نے رومانوی انداز میں اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری۔جو انمول کے بھڑکتے وجود پر تیل کا سا کام کرنے لگا

"جانِ جگر؟"جبڑے بھینچتے ہوئے اس نے زیر لب کہا تھا

"ہاں جان جگر۔۔کالج میں میں عندلیب کو جان جگر ہی کہا کرتا تھا۔۔"اس نے بڑی بے شرمی کے ساتھ اپنا راز افشاں کیا۔عندلیب بھی حسرت کے ساتھ اس کی طرف دیکھ رہی تھی

"وہ لمحے بھی کیا لمحے تھے۔۔" سرد آہ بھرتے ہوئے ماضی کی یادوں میں کھوتے ہوئے کہا "بہت یاد آرہے ہیں آج تم دونوں کو ماضی کے وہ دن۔۔"طنزیہ انداز میں انمول نے کہا تھا

"ہاں۔۔یاد تو بہت آرہے ہیں۔۔" اتنے میں ویٹر اکھانا سرو کر کے چلا گیا۔عندلیب نے ہاتھ قورمے کی پلیٹ کی طرف بڑھایا۔اور پھر اپنے ہاتھوں سے کھانا فہیم کو سرو کیا

"کاش وہ دن لوٹ آئیں جب ہم ایک ہی پلیٹ میں لنچ کیا کرتے تھے۔۔" فہیم نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا

"کر تو اب بھی سکتے ہیں۔۔"عندلیب کے اس جملے پر انمول اپنا آپا کھو بیٹھا تھا۔اس نے ہڑبڑاتے ہوئے پانی کا گلاس ٹیبل پر گرادیا جو ریستا ہوا انمول کی ہی پینٹ پر آگرا

"اوہ۔۔آئی ایم سوری۔۔میں ابھی آتا ہوں۔۔" بناوٹی انداز میں کہہ کر وہ فوراً اٹھ کر چلا گیا۔

"ویسے اس بہانے ہمیں اکیلے بات کرنے کا موقع مل گیا۔۔" فہیم کی آواز نے اس کی آنکھوں کو مزید دہکا دیا۔وہ واش روم میں جانے کی بجائے سیدھا

پارکنگ ایریا کی طرف گیا اور گھر چلا آیا

* * *

عندلیب کا فہیم کی قربت میں رہنا انمول کو ایک آنکھ نہیں بھا رہا تھا اور اس رات ڈنر سے بنا بتائے انمول کا واپس چلا آنا بھی عندلیب کو پسند نہ آیا۔ دونوں میں اس بات کو لے کر آئے دن تکرار ہونے لگی

''لمٹ میں کر اس نہیں کر رہی آئی بات سمجھ میں۔۔ وہ میرا دوست ہے اور کچھ نہیں۔'' نائیٹ ڈریس میں وہ ابھی واش روم سے ہی نکلی تھی کہ اس نے انمول کی باتوں کا جواب دینا شروع کر دیا۔ انمول بڑے ہی دھیمے لہجے میں اسے سمجھا رہا تھا کہ فہیم سے دور رہنا چاہیے مگر اس نے بات کا الٹا مطلب نکالا

''کیا کہا دوست؟ اُس رات وہ دوستوں کی طرح بات کر رہا تھا؟ تمہاری ہتھیلی پر انگلی پھیرنا اور پھر تمہیں جانِ جگر کہنا۔۔ دوستی میں ہی سب کچھ ہوتا ہے کیا؟'' بیڈ پر دھڑام سے بیٹھتے ہوئے کراخت لہجے میں کہا تھا

'' دیکھو۔۔ مجھ سے اونچی آواز میں بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اونچا مجھے بھی بولنا آتا ہے اور تم کیا اس کے اور میرے بیچ کے رشتے کو لے کر بیٹھ گئے ہو۔ وہ میرا ایک اچھا دوست ہے اور بس ۔۔۔ تم کیوں مڈل کلاس شوہروں کی طرح شک کر رہے ہو؟'' بے رخی دیکھاتے ہوئے وہ اس کے ساتھ بیڈ پر آبیٹھی اور اس کی پشت انمول کی جانب تھی

''کیا کہا تم نے مڈل کلاس شوہر۔۔۔ میں تمہیں مڈل کلاس شوہر لگتا ہوں؟ اگر مڈل کلاس شوہر بن کر دکھایا ناں تو تمہارے اندر اتنی ہمت بھی نہیں رہے گی کہ گھر سے باہر قدم بھی رکھ سکو۔۔''

''اس کے علاوہ تم کر بھی کیا سکتے ہو۔۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا میں فہیم سے ہمیشہ ملتی رہوں گی۔ چاہے تمہیں اچھا لگے یا برا۔۔'' اس نے پلٹ کر عجلت سے کہا اور پھر تکیہ کانوں پر رکھ کر لیٹ گئی

''میں بھی دیکھتا ہوں کہ تم کیسے ملتی ہو اس سے؟'' لائیٹ آف کر کے وہ بھی جھٹکے سے بیڈ پر اس کی جانب پشت کئے لیٹ گیا۔ دونوں کی آنکھوں میں بے اعتنائی چھلک رہی تھی۔ محبت و انس نامی مادہ کہیں کھو کر رہ گیا تھا۔

'' ہنہ۔۔'' گردن جھٹکتے ہوئے عندلیب نے اپنی آنکھیں بند کر لیں

* * *

'' کل آپ دونوں کا جھگڑا ہوا تھا۔۔'' حجاب کھانے کی میز پر انمول کو بریڈ اور چائے سرو کر رہی تھی۔ اس کی آواز میں کپکپاہٹ تھی مگر وہ ابھی تک غصے

میں تھا اور حجاب کی بات پر مزید چڑ گیا اور عندلیب کا غصہ اس پر اتارنے لگا

"تمہیں اس سے مطلب؟ اپنے کام سے کام رکھا کرو۔۔" کراخت لہجے میں جواب دیا اور چائے کا کپ ایک آواز کے ساتھ ٹیبل پر رکھا

"سوری میرا ارادہ آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا میں تو بس یہی کہنا چاہتی تھی کہ آپس میں جھگڑنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ صرف دوریاں بھی بڑھتی ہیں ۔اگر عندلیب کی کوئی بات آپ کو اچھی نہیں لگی تو آپ کو برداشت کرنا چاہئے تھا۔اسے جھڑکنا نہیں چاہئے تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ ایسی لڑکی نہیں ہے جو کسی کی کوئی بات برداشت کر سکے۔کچھ لوگ صرف محبت کی زبان ہی سمجھتے ہیں۔آپ کو بھی محبت بھرے لہجے میں اسے سمجھانا چاہئے تھا۔" حجاب کی باتوں پر اسے غصہ ضرور آیا مگر سچ یہی تھا۔خاموشی سے ناشتہ کرتے ہوئے وہ حجاب کی باتوں کو سنتا جا رہا تھا۔

"دیکھیں! میاں بیوی کا رشتہ صرف محبت سے جڑا ہوتا ہے ۔ بہت سے معاملات ایسے ہوتے ہیں جو صرف پیار و محبت کے ذریعے ہی سلجھائے جا سکتے ہیں۔آپ کو بھی ایک بار یہ طور اپنانا چاہئے" یہ کہہ کر وہ کچن میں چلی گئی اور وہ خاموشی سے ناشتہ کرتا رہا

* * * *

"آپ کا بہت بہت شکریہ! آج آپ کی بدولت ۔۔۔"اس کی آواز بھر آئی تھی

" [illegible] آئینہ۔۔۔اس میں ہمارا کوئی ہاتھ نہیں۔۔۔بس آئندہ دھیان رکھنا۔"وجیہہ اس کے ساتھ کرسی پر بیٹھی تھی جبکہ شگفتہ بی بی ان کے سامنے بیٹھی تھیں

"دیکھو بیٹا!عورت کی خوبصورتی اس کے لئے سب سے بڑی آزمائش ہوتی ہے۔ اس خوبصورتی کا اصل حق دار اس کا شوہر ہوتا ہے لیکن اگر وہ اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور پر اپنی خوبصورتی کو عیاں کرتی ہے تو نتائج انہی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ دیکھو بیٹا! مرد ہمیشہ انہی لڑکیوں کے قرابت میں خود کو عیاں کرتے ہیں جو اُن کے سامنے اپنے وجود کو عیاں کرتی ہیں۔ایک مرد کا قدم پھسلانے میں سب سے اہم کردار خود ایک عورت ہی کرتی ہے۔جب جب عورت کسی نامحرم کے سامنے اپنے جسم کے کسی بھی حصے کو عیاں کرتی ہے تب تب وہ جسم کا حصہ اس نامحرم کے دل میں ایک حرص کو جنم دیتا ہے اور پھر ایک وقت ایسا آتا ہے جب یہ حرص زور پکڑ لیتی ہے اور پھر گناہ جنم

لیتا ہے۔" شگفتہ بی بی نے احسن انداز سے اس کو سمجھایا تھا

"جی آنٹی ۔۔آپ نے ٹھیک کہا۔ساری غلطی ہی میری تھی ۔ وجیہہ نے اس دن مجھے تنبیہہ بھی کی تھی مگر میں اتنی نادان تھی کہ ڈھکے چھپے الفاظ کا مطلب نہیں سمجھ سکی۔لیکن اب سمجھ چکی ہوں۔ اب ہمیشہ خیال رکھوں گی۔"

" مجھے خوشی ہے کہ تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔۔"وجیہہ نے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں رکھتے ہوئے کہا

"اور اب آپ کی کہی گئی ہر نصیحت پر عمل کروں گی۔۔" اس بات پر وجیہہ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آگئی

"آپ جیسی لڑکیاں ہی اس معاشرے کا اصل سرمایہ ہیں۔"

" اور تم جیسی نوجوان لڑکیاں اس معاشرے کی ضرورت۔۔ مجھے امید ہے کہ اب تم اپنے دائرے میں رہ کر کام کرو گی۔۔" یہ سن کر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا

* * *

"ضرغام! یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔۔"وہ اپنے ہاتھ میں موبائل میں تصویروں کو دیکھتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی

"تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔"اس نے موبائل کو صوفے پر اچھال دیا اور آنکھیں بند کر کے صوفے سے ٹیک لگالی۔

" تم صرف میرے ہو اور میرے علاوہ کسی کا کوئی حق نہیں پہنچتا تمہیں چھونے کا۔۔" وہ بڑبڑاتی جا رہی تھی

"اگر تم سیدھی طرح میرے نہ ہوئے تو میں کچھ بھی کر سکتی ہوں۔۔۔مجھے صرف تم چاہئے صرف اور صرف تم۔۔۔" وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور وارڈروب کی طرف بڑھ کی ایک ڈائری نکالی

" مجھے تمہاری کمزوری اچھی طرح معلوم ہے۔۔۔ تم چاہ کر بھی مجھ سے دور نہیں جا سکتے ضرغام۔۔"اس کے چہرے پر شاطرانہ مسکراہٹ تھی۔ وہ ڈائری کے ورقوں کو پلٹتی جا رہی تھی اور مسکراتی جا رہی تھی۔کافی دیر ورقے پلٹنے کے بعد بھی اسے مطلوبہ نمبر نہ ملا تو ڈائری کو فرش پر دے پھینکا اور ایک دوسری ڈائری نکال کر اس میں کچھ ڈھونڈنے لگی

"کہاں گیا۔۔۔!!" پیشانی پر شکن نمودار ہو گئے مگر اس نے ہار نہیں مانی تھی۔ ایک ایک ورق کو اچھی طرح جانچا اور آخر کار اسے ایک فون نمبر مل ہی

گیا۔اس نمبر کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ ابھری

" بس اب تمھیں میرا ہونے سے کوئی روک نہیں سکتا۔۔"وہ صوفے کی طرف بڑھی اور فون اٹھا کر نمبر ڈائل کیا۔ بیل کی آواز دوسری طرف سے واضح طور پر سنائی دے رہی تھی

" ہیلو۔ آئی ایم مسٹر کاشف۔۔" دوسری طرف سے تعارف کروایا گیا تھا

" ہیلو مسٹر کاشف میں عنایہ بول رہی ہوں۔۔"ڈائری کو ایک طرف پھینکا اور خود صوفے پر بیٹھ کر فون پر باتیں کرنے لگی۔باتیں کرنے کے دوران اس کے چہرے پر ایک عجیب سے کشش تھی ۔

* * * *

"ضرغام کو اگنار کیا تھاناں تم نے ضرغام کو۔۔۔اب تمھیں پتا چلے گا کہ ضرغام عباسی کو اگنار کرنے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔۔" اس کے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ تھی۔وہ بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے ہاتھوں کو سر کے نیچے رکھے ہوئے تھا

"اب تم خود میرے پاس چل کر آؤ گی عنایہ۔۔"آنکھیں بند کیے وہ بڑبڑا رہا تھا

" آپ نے کچھ کہا؟"وجیہہ کی آواز پر وہ چونک کر اٹھ بیٹھا۔وہ ابھی ابھی کمرے میں آئی تھی۔ہاتھوں میں پانی کا جگ تھا۔ جسے اُس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا

" میں نے تو کچھ نہیں کہا۔۔ تم یہاں آکر بیٹھو ذرا۔۔"وہ جیسے ہی جگ رکھ کر پلٹنے لگی تو ضرغام نے رومانوی انداز میں اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور آہستہ سے کھینچ کر اپنی طرف کیا

"چھوڑیں پلز۔۔۔" اُس نے شرماتے ہوئے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی

"سوچ لو۔۔۔یہ تو تم بھی جانتی ہو اسلام کیا کہتا ہے۔ شوہر اگر بلائے اور بیوی نہ آئے تو۔۔۔" اس نے بڑے ہی معنی خیز انداز میں وجیہہ سے کہا تھا۔وجیہہ ضرغام کی اس بات کو سن کر ٹھٹک کر رہ گئی۔اسے ایسا لگا جیسے وہ ابھی نافرمانی کرنے لگی تھی مگر ضرغام نے اسے بچا لیا۔وہ کچھ سوچتے ہوئے اس کے پاس آبیٹھی

"میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں آج ساری رات تم سے باتیں کروں۔۔"

" اچھا جی!اگر ساری رات باتیں کریں گے تو سوئیں گے کب؟"ترچھی نظروں سے اس نے ضرغام کی طرف دیکھا

" کہہ تو ٹھیک رہی ہو۔۔۔چلو ادھر تو آؤ ناں پہلے۔۔" اس نے وجیہہ کو اپنے ساتھ بٹھایا۔اور اپنا

بازو وجیہہ کی کمر کے پیچھے سے حمائل کر لیا۔ وجیہہ نے بھی اپنا سر ضرغام کے کندھے پر رکھ لیا

”وجیہہ تم جانتی ہو میں مجھے ہمیشہ سے رومانس پسند ہے۔ بچپن سے آج تک ہمیشہ رومینٹک فلمیں ہی پسندیدہ رہی ہیں۔“ اس نے پہلی بار اپنے دل کی بات کہی تھی

”لیکن ضرغام یہ تو کھلے عام فحاشی ہے۔ بے حیائی ہے۔ چار دیواری میں ہونے والی باتوں اور احساسات کو پوری دنیا کے سامنے بیاں کرنی اچھی بات نہیں ہوتی۔ اس سے تو ہمارا دین بھی منع کرتا ہے۔“ اس نے پلٹ کر کہا

”خیر جو بھی ہو میں اس وقت بحث کے موڈ میں نہیں ہوں۔ میں بس اسی طرح ساری رات گزارنا چاہتا ہوں۔۔“ وجیہہ نے تھوڑا سا ترچھا ہو کر ضرغام کے چہرے کی طرف دیکھا۔ جو یک ٹک دیوار کی طرف دیکھ رہا تھا پھر اس نے دوبارہ اپنا سر ضرغام کے کندھے پر رکھ لیا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ کافی دیر یونہی گزر گئی۔ دونوں نے کوئی حرکت نہ کی۔ ضرغام کی نظروں نے وجیہہ کے وجود کو دیکھا جو بے جان سا پڑا تھا۔ اس نے اپنی نگاہوں سے وجیہہ کے چہرے کو ٹٹولا جو گہری نیند میں تھا۔ یہ دیکھ کر اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ چھائی۔

اس نے آہستہ نے بائیں طرف رکھے موبائل کو اٹھایا اور چند تصاویر بنا کر سینڈ کیں۔ پھر آہستہ سے وجیہہ کا چہرہ سرکا کر سرہانے رکھا

”اب ہوا میرا کام پورا۔۔“ ہاتھوں کو جھاڑتا ہوا اٹھا اور دروازہ بند کر کے باہر چلا گیا

* * * *

رضیہ بیگم کی حالت سدھرنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ ہر گزرتا دن ان کے کمر درد میں شدت پکڑتا جا رہا تھا۔ اب تو تھوڑا سا چلنے میں بھی انہیں تھکان ہونے لگتی تھی۔ حجاب اپنی تئیں پوری کوشش کر رہی تھی انہیں آرام پہنچانے کی مگر اولاد کی طرف سے دیئے گئے دکھ کا مداوا بھلا کون کر سکتا ہے؟

” علی عظمت! انمول کو کبھی اپنی غلطی کا احساس ہو گا؟“ ایک رات جب حجاب انہیں دوا دے کر چلی گئی تو کروٹ بدلتے ہوئے انہوں نے کہا تھا

” امید کی جا سکتی ہے۔۔“ سرد آہ بھرتے ہوئے جواب دیا

”ویسے وجیہہ ٹھیک کہتی تھی، میرے ہی لاڈ پیار نے اسے بگاڑا ہے، میری ہی غفلت نے اسے آج مجھ سے دور کر دیا ہے۔ نہ میں اسے اتنا دنیا کے قریب رکھتی، نہ وہ دنیا میں اتنا کھوتا۔۔“ آنکھوں سے

اشک بن بلائے مہمان کی طرح بہنے لگے

''اب کیا کیا جا سکتا ہے؟جو ہونا تھا سو ہو گیا۔۔''

'' لیکن ایک بات کی خوشی ہے کہ کم سے کم وجیہہ تو صحیح راستے پر ہے۔امی کی پرورش کی بدولت ہمارا مان تو رکھتی ہے۔اگر وہ بھی میرے پاس رہتی تو شاید آج وہ بھی۔۔'' ان کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں

'' یہ کیا بیگم۔۔آپ اتنی بزدل نکلیں۔۔۔!!'' ان کے قریب ہوتے ہوئے شانوں پر ہاتھ رکھ کر حوصلہ دیا

''بزدل ہی تو ہوں میں جو اپنے بیٹے کو صحیح راستے پر نہ لا سکی۔۔ صحیح پرورش نہ کر سکی۔ہمیشہ امی کو برا بھلا کہتی رہی کہ انہوں نے ہماری وجیہہ کو ہم سے دور کر دیا ہے۔ہمیشہ انہیں ہی کوستی رہی۔یہ تک نہ سمجھ سکی کہ انہوں نے اسے ہم سے دور نہیں بلکہ ہماری روح کے قریب کیا ہے۔'' آنکھوں سے آنسو مسلسل رواں تھے

''بیگم۔۔حوصلہ رکھو۔۔یہ وقت رونے کا نہیں ہے''

وہ مسلسل ان کا شانہ تھپتھپا رہے تھے

''امی مجھے معاف تو کر دیں گی ناں۔۔''انہوں نے ہچکیاں بھرتے ہوئے علی عظمت کی طرف حسرت بھری نگاہ سے دیکھا

'' ہاں۔۔ ضرور۔۔'' انہوں نے اثبات میں سر ہلاتے ایک بار پھر اس کو دلاسا دیا

* * *

انمول نے کئی بار کوشش کی کہ وہ حجاب کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق عندلیب سے بات کرنے کی کوشش کرے مگر عندلیب اسے کوئی موقع ہی نہیں دے رہی تھی۔ وہ جب جب اس سے بات کرنے کی کوشش کرتا۔وہ جانے انجانے میں فہیم کا ذکر کر کے انمول کے غصے کو ہوا دے دیتی اور بات بات پر یہ جتلانے کی کوشش کرتی کہ اس نے فہیم جیسے خوبرو شخص کا انتظار نہ کر کے غلطی کی ہے

'' یہ تم بار بار میرے سامنے اس فہیم کا نام مت لیا کرو۔۔''اس نے آج دو ٹوک کہہ دیا تھا

''کیوں نہ لوں نام اُس کا؟ میں لونگی۔۔ وہ میرا دوست ہے اور ہمیشہ رہے گا اور دوست ہونے کے ناطے میں ہمیشہ اس کا نام لیتی رہونگی۔'' انمول کی باتوں ہر وہ مزید بھڑک جاتی

''تو پھر جا کر اس کے ساتھ ہی کیوں نہیں رہ لیتی۔۔ میرے ساتھ یوں رہنے کا کیا جواز بنتا ہے۔۔''محبت کا رنگ اترنا شروع ہو گیا تھا۔ چار دن کی چاندنی کے بعد اندھیری رات نے ان دونوں کی زندگیوں میں قدم رکھ لیا تھا۔انمول تو اس اندھیری رات میں بھی چراغ ڈھونڈنے کی سعی کر رہا تھا مگر عندلیب تو جیسے

سارے دیئے ہی بجھا دینا چاہتی تھی۔ کوئی ایک دیا بھی جلتا رہے ایسا وہ چاہتی ہی نہیں تھی۔ اسی لئے انمول کی برابری کرتی رہی۔ وہ جس بات سے چڑتا۔ بڑھ چڑھ کر وہی بات، وہی کام اس کے سامنے کرتی

''میں تو کب کی چھوڑ کر بھی چلی جاتی تمہیں اگر ۔۔۔'' کچھ مجبوریاں تو جو اس کو حد سے تجاوز کرنے سے روکتی تھی۔ وہ مجبوری میکہ کی مجبوری تھی۔ اس کے ڈیڈ کی مجبوری تھی

''اگر کیا؟'' انمول نے جھلاتے ہوئے پوچھا تھا

''اگر میں پہلے اس سے رشتے کے لئے ناں نہ کرتی تو۔۔'' اتنا بڑا سچ سن کر تو جیسے اس کے سر پر کسی نے بم پھوڑا تھا۔ وہ ہکا بکا اسے دیکھتا جا رہا تھا۔ اور وہ آنکھیں پھیرے آئینے میں خود کو دیکھ رہی تھی

'' کیا کہا تم نے؟ تم پہلے اس سے شادی کرنے والی تھی؟'' انمول نے عندلیب کے شانے جھنجوڑتے ہوئے پوچھا تھا

'' ہاں۔۔ کرنے والی تھی اُس سے شادی۔۔'' جبڑے بھینچتے ہوئے آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بڑی بے نیازی سے کہہ رہی تھی۔ اپنے پاؤں پر خود ہی کلہاڑی مار رہی تھی

''یہ بات تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتائی؟'' اس نے جھلا کر پوچھا تھا

''میں نے ضروری نہیں سمجھا۔۔'' واقعی پہلے ضروری نہیں تھا مگر ضروری تو اب بھی نہیں تھا مگر وہ پھر بھی بتا رہی تھی شاید اس رشتے کی ڈگر کو وہ اب مزید چلانا ہی نہیں چاہتی تھی

''کیوں۔'' وہ غرایا تھا

'' تمہارے ہر سوال کا جواب دینا میں ضروری نہیں سمجھتی۔۔ آئی بات سمجھ میں۔۔'' اس کے دونوں ہاتھوں کو جھٹک کر پیچھے کیا اور پاؤں پٹختی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔

'' عندلیب۔۔۔!!'' اس نے پہلی بار حقارت سے اُس کا نام لیا تھا مگر وہ سننے سے قاصر تھی۔ اس نے ایک زوردار لات بیڈ کی ٹانگ پر رسید کی۔ اور کشن اٹھا کر آئینے پر مار کر اپنا غصہ کم کرنے کی کوشش کی۔

*　　　*　　　*

وجیہہ صفائی کرنے کمرے میں آئی تو ضرغام کا موبائل بجتا ہوا پایا۔ ایک ایم ایس آیا تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا مگر ضرغام کہیں نہیں تھا۔

'' لگتا ہے آج اپنا موبائل گھر ہی بھول گئے۔۔'' زیر لب کہا اور پھر جھک کر سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھایا

'' کس کا میسج ہے۔۔!!' ' بے نیازی سے موبائل چیک کیا تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ایک

پل کے لئے تو وہ جیسے سانس لینا ہی بھول گئی۔ اوپر کی سانسیں اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئیں۔ہاتھوں سے موبائل خوبخود نیچے گر گیا
" ضرغام ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟" اسے جیسے ابھی بھی یقین نہیں آرہا تھا
"وہ ہماری تصاویر۔۔۔۔ نہیں۔۔" وہ مزید سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ آنکھوں سے آنسو خوبخود بہنے لگ گئے۔ وہ زمین بوس ہوتی گئی۔چہرے کی چمک دمک ایک سیکنڈ میں خزاں میں تبدیل ہو گئی۔وہ اس لمحے کے بارے میں سوچنے لگی جب ضرغام نے خود اسے اپنے پاس آنے کو کہا تھا۔ وہ ضرغام کی نیت کو اسی وقت کیوں نہیں بھانپ سکی تھی۔اس لئے کہ وہ اس کا شوہر تھا۔ اسے اپنے شوہر پر پورا یقین تھا مگر اب وہ یقین کہاں گیا تھا؟اس کا سارا یقین کرچی کرچی ہو چکا تھا۔موبائل پر تصاویر خوبخود تبدیل ہو رہی تھیں۔ مختلف زاویوں سے لی گئی تصاویر اس کے سامنے تھی۔ جس میں وہ اور ضرغام تھے۔وہ اتنا بے حیا کیسے ہو سکتا ہے؟ کیسے اپنی اور میری تصاویر کو دوسروں کو سینڈ کر سکتا ہے۔ بھیجنے والا ایک انجان تھا۔جسے وہ نہیں جانتی تھی
"تم کیا سمجھتے ہو ضرغام یہ تصاویر بھیج کر تم مجھ سے دور چلے گئے ہو۔۔ نہیں ۔۔ تم مجھ سے دور کبھی نہیں جاسکتے۔۔ تم ہمیشہ میرے پاس تھے اور ہمیشہ میرے پاس ہی رہو گے۔میرے اور تمہارے درمیاں نہ ہی تمہاری بیوی آسکتی اور نہ ہی کوئی اور ۔۔۔تم ہمیشہ سے میرے تھے اور میرے ہی رہو گے۔میں تمہیں کبھی کسی اور کا نہیں ہونے دونگی۔۔اور ایک بات یاد رکھنا اگر تم میرے نہ ہو سکے تو کبھی کسی کے بھی نہیں ہو سکو گے۔۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا۔۔ کسی کے بھی نہیں ہو سکو گے۔۔"

* * * *

"کیوں بلایا ہے مجھے۔۔۔"ضرغام نے بے رخی دیکھتے ہوئے پوچھا تھا
"ابھی تک غصہ ہو؟" اس کے بازوؤں کو اپنے گرد حمائل کرتے ہوئے اس نے دلفریب انداز میں کہا تھا
"جس کام کے لئے بلایا ہے وہ بتاؤ۔۔" اس نے فوراً اس کے ہاتھ جھٹک دیئے
"اتنی بے رخی اچھی صحت کے لئے اچھی نہیں ہوتی بے بی۔۔" پیار سے اس کے چہرے کو اپنی طرف کرتے ہوئے کہا تھا
"آئی تھِنک تم نے ڈرنک کی ہے ، اس لئے اپنے

ہوش میں نہیں ہو، میں جا رہا ہوں۔۔" وہ جیسے ہی باہر جانے لگا تو اس نے پیچھے سے ضرغام کا ہاتھ پکڑ لیا "مذاق بھی نہیں سمجھتے تم تو۔۔" ایک زور دار قہقہ فضا میں گونجا۔ ضرغام نے ترچھی آنکھوں سے اس کی طرف استفہامیہ انداز میں دیکھا اور پھر منہ بگاڑ کر گویا ہوا

"یہ مذاق تھا تو بہت گھٹیا مذاق تھا۔۔"

"اوہ بے بی۔۔۔ادھر آؤ۔۔ مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے بیڈ روم میں لے گئی۔

"جو بات کرنی ہے۔۔یہی کرو۔۔۔" وہ کہتا رہا مگر اس نے ضرغام کی ایک نہ سنی۔ کمرے میں پہنچتے ہی ضرغام نے عنایہ کا ہاتھ ایک جھٹکے سے دھکیلا

"کیا بات کرنی ہے تم نے؟" وہ تقریباً غرایا تھا

"جسٹ چِل بے بی! اتنا غصہ نہیں کرتے۔۔ تم سنو گے ناں خوشی سے پھولے نہیں سماؤ گے۔۔" اس نے معنی خیز لہجے میں کہا تھا

"اچھا۔۔پہلو بتاؤ تو صحیح کہ آخر کیا بات ہے جسے سن کر میں اپنا آپا کھو دوں گا۔" تیکھی نظروں سے اس نے عنایہ کی طرف دیکھا

"پہلے بیٹھو تو صحیح۔۔۔" اسے ایک جھٹکے سے بٹھایا تو اس اچانک حملے سے نہ بچ پایا اور دھڑام سے بیڈ پر جا بیٹھا۔ نرم و ملائم گدے میں وہ دھنستا ہی جا رہا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو سہارا دینے کے لئے ہاتھ کو پیچھے کیا تو اس کی انگلیاں فوم کے اندر تک دھنس گئیں۔

"تم عروج چاہتے ہو۔۔" معنی خیز نگاہوں سے اس نے ضرغام کی طرف دیکھا تھا۔ اس کی نگاہیں نہ جانے کیا سمیٹے ہوئے تھیں کہ ضرغام ان نگاہوں کی تابناکی کو برداشت نہ کر سکا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" اس نے اپنی نظروں کو چراتے ہوئے کہا مگر اس طرح نظریں چرانا عنایہ سے برداشت نہ ہوا۔ وہ آگے بڑھی اور ضرغام کے ٹھوڑی کو پکڑ کر ااپنی طرف کی

"یوں میری آنکھوں [illegible] آنکھیں ڈال کر بات کرو۔۔۔" اس کی ہر ادا میں ایک جادو سا تھا۔ ہر ادا معنی خیز تھی۔ وہ ضرغام کو مائل کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی مگر ہمیشہ کی طرح آج بھی ایک اوٹ اسے عنایہ کے فریب سے بچائے ہوئے تھی۔ پہلے تو صرف ایک ماں کی دعا تھی اب تو ماں کی

دعا کے ساتھ ساتھ ایک بیوی کا اعتماد بھی تھا۔ جو نہ چاہتے ہوئے بھی وہ توڑنا نہیں چاہتا تھا

"دور رہ کر بات کرو۔۔" بے دردی سے اس کی کلائی نوچ کر پیچھے کی مگر وہ اس کی اس ادا پر بھی جاں نثار تھی۔ اس کی طرف سے دیئے گئے درد کو بھی ہنسی خوشی برداشت کرنے کو تیار تھی

"اتنا دور چلے گئے ہو مجھ سے کہ پاس آنے کا موقع بھی نہیں دو گے۔۔" ہنستے ہوئے اس نے اپنی کلائی کے اس حصے کو محسوس کرنے کی کوشش کی جہاں سے ضرغام نے اسے چھوا تھا

"بس یہی بات کرنے کے لئے بلایا تھا۔۔" وہ اٹھنے لگا تو عنایہ نے آگے بڑھ کر ایک دھکا دیا تو وہ اپنا توازن کھو بیٹھا اور ایک بار پھر دھڑام سے بیڈ پر جا گرا۔ فوم اس قدر نرم تھا کہ وہ تقریباً دو بار اچھلا تھا۔ ہوا میں اس کے بال، اس کی شرٹ سب معلق تھے۔ اس کی جسامت کے مطابق فوم اندر تک دھنس چکا تھا۔ سانسوں کی روانی تیز ہوتی جا رہی تھی۔ عنایہ کی نظروں کا نشا بڑھتا جا رہا تھا۔ ممکن تھا کہ وہ اپنے حواس کھو دیتا اور عنایہ کے بہکائے گئے راستے پر چل نکلتا مگر چند آوازوں نے اسے روک دیا

"آپ کو معلوم ہے ضرغام! رسول اکرم ﷺ جب معراج پر تشریف لے کر گئے تھے تو آپ نے دیکھا کچھ مرد اور خواتین ایسے ہیں جن کے سامنے دو قسم کے گوشت ہیں۔ ایک پکا ہوا اور خوشبودار اور دوسرا کچا اور بدبودار۔ وہ مرد و خواتین اس لذیذہ اور خوشبودار گوشت کو چھوڑ کر اس بدبودار گوشت کو لینے کے لئے آگے بڑھتے ہیں اور پھر اسی گوشت کو کھاتے ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے حضرات جبرائیل علیہ السلام سے وجہ دریافت فرمائی تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حلال راستہ چھوڑ کر حرام راستہ اپنا کر اپنی خواہشات پوری کیا کرتے تھے۔ یہ وہ مرد ہیں جو اپنی پاک اور حلال بیویوں کو چھوڑ کر حرام کی طرف جاتے تھے۔"

"ضرغام آپ جانتے ہیں سب سے حرام کام شرک ہے اور شرک سے بھی بڑا گناہ زنا ہے۔ اسی لئے تو اللہ نے خود فرمایا ہے: 'زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یہ بے حیائی اور برا راستہ ہے۔' اب آپ خود دیکھیں ضرغام اللہ تعالیٰ نے زنا کرنے سے تو روکا ہی ہے بلکہ ساتھ ساتھ یہ بھی فرما دیا اس راستے کے پاس بھی

مت جانا۔اب آپ خود اس کی قباحت کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ کتنا بڑا گنا ہ ہے"
"آپ جانتے ہیں ضرغام جو شادی شدہ آدمی اس گھناؤنے کام کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کی سزا دنیا میں سنگسار کر دینا ہے۔"
"ضرغام! آپ جانتے ہیں کہ زنا ایک قرض کی مانند ہے جو پلٹ کر واپس ضرور آتا ہے یعنی بہن، بیٹی کی صورت میں۔۔اس لئے اس گناہ سے ہر ممکن بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھیے کہ عزت زندگی میں صرف ایک بار ملتی ہے اگر ایک بار چلی جائے تو ساری زندگی کا پچھتاوا بھی اس کھوئی ہوئی عزت کو واپس نہیں لا سکتا۔اور یہ عزت صرف عورت کے لئے ہی مخصوص نہیں۔مرد و عورت دونوں کی عزت اسی زمرے میں آتی ہے۔"
ایک کے بعد ایک وجیہہ کی باتیں اس کے کانوں میں رس گھولنے لگیں۔سامنے عنایہ تھی۔وہ لیٹا تھا۔ بیچ میں نفس تھا۔مگر کانوں میں وجیہہ کی باتیں اور چاروں طرف ماں کی دعائیں۔ گناہ بالکل تیار تھا فاصلہ انتہائی کم تھا۔ ذہن تھا کہ مفلوج ہو رہا تھا مگر وجیہہ کی باتیں مسلسل اپنا رس گھول رہی تھیں۔وہ بالکل قریب آگئی۔اس کے اوپر تقریبا جھک گئی۔ ضرغام کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر اپنے پشت پر حمائل کرنا چاہا ہی تھا کہ وہ ایک زور دار جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ حملہ اتنا اچانک تھا کہ عنایہ کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملا۔وہ نیچے فوم پر گر پڑی۔اب فوم پر عنایہ تھی، سامنے ضرغام کھڑا تھا۔ مگر نیتوں میں فرق تھا۔اس کی آنکھیں دہک رہی تھیں۔ اس کی آنکھوں سے رومانیت چھلک رہی تھی
"تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے ساتھ ایسی گھناؤنی حرکت کرنے کی۔ تمہیں شرم نہیں آتی عورت ہو کر اپنی عزت کے ساتھ ایسا کھلوار کرنے کی۔ تمہیں شرم سے ڈوب مرنا چاہئے۔ایک عورت کے لئے تو اُس کی عزت ہی سب کچھ ہوتی ہے اور تم اپنے ہی ہاتھوں سے ا]نی عزت سر عام نیلام کرنے پر تُلی ہوئی ہو۔۔"وہ اس پر اپنا غصہ اتار رہا تھا۔زندگی میں پہلی بار اس کو اُس راستے کی ہولناکیوں کا احساس ہوا تھا جس پر اس کے قدم گامزن تھے۔اسے پہلی بار اس راستے کی وحشت کا احساس ہوا تھا۔ اسے ایسا لگا تھا جیسے وہ ایک ایسی راہ پر نکل پڑا تھا جہاں پر منزل گمنام تھی۔راستے سب ایک جیسے تھے مگر سب کے

سب پر خطر تھے۔کانٹے ہر سو بکھرے ہوئے تھے۔صرف چند آوازیں ہی تھیں جو اسے ان راہوں سے باہر لے آئیں۔ اس نے پہلی بار اپنے آپ کو وجیہہ کا شوہر مانتے ہوئے سوچا تھا۔ جس پر وہ اس کا شکر گزار تھا کہ اُس جیسی لڑکی اس کی زندگی میں آئی اور اسے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آئی

''ضرغام۔۔۔'' وہ قہقہے لگا کر ہنستی جارہی تھی۔ بیڈ پر چت لیٹی اس کی نظریں ضرغام پر مرکوز تھیں۔وہ استہزائیہ انداز میں ضرغام کو دیکھ رہی تھی۔ضرغام اس کی آنکھوں کا مقصد سمجھ نہیں پارہا تھا

''اب پاگلوں کی طرح کیا ہنس رہی ہو'' پہلی بار اس کی آواز میں عنایہ کے سختی تھی

''تمہاری حالت پر ہنس رہی ہوں۔۔'' وہ قہقہے لگاتے ہوئے کھڑی ہوئی تھی

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' وہ سچ میں عنایہ کو ابھی تک سمجھ نہیں پایا تھا۔

''تم کیا سمجھے میں تمہارے ساتھ۔۔۔ اوہ ۔۔۔'' اس نے انگلی سے پہلے اپنی طرف اور پھر ضرغام کی طرف اشارہ کیا اور پھر دوبارہ ایک زوردار قہقہہ ہوا میں گونجا

''تو پھر کیا تھا یہ؟'' ضرغام نے کراخت لہجے میں پوچھا تھا

''یہ تو میں تمہیں تیار کر رہی تھی۔۔''

''تیار کر رہی تھی۔۔۔۔۔۔ مطلب؟'' ضرغام نے سپاٹ لہجے میں استفسار کیا

''مطلب۔۔۔ مطلب ابھی سمجھاتی ہوں۔۔'' وہ اپنے قہقوں کو ضبط کرتے ہوئے وارڈ روب کی طرف بڑھی اور ایک نیلے رنگ کی فائل نکال کر لائی اور اسے ضرغام کے ہاتھوں میں تھمادی

''کیا ہے یہ؟'' ضرغام نے فائل سے زیادہ اس کی نظروں پر اکتفا کیا

''تم خود ہی دیکھ لو۔۔۔'' عنایہ کے کہنے پر اس نے فائل کھولی تو سارے شکن غائب ہوتے گئے۔یاس کی جگہ امید چھاگئی۔ نفرت کی جگہ محبت نے لے لی اور جہاں کچھ دیر پہلے غصہ تھا اب ایک مسکراہٹ تھی

''یہ سچ ہے؟''اس نے لاشعوری طور پر تصدیق چاہی تھی

”ہاں سچ ہے۔۔اسی لئے تو تمہیں بلایا تھا۔۔“عنایہ اپنے قہقہوں کو ضبط کر چکی تھی

”عنایہ۔۔عنایہ۔۔۔میں بتا نہیں سکتا میں کتنا خوش ہوں۔۔“وہ خوشی میں جو کچھ ہوا تھا سب بھول گیا اور مسکراہٹ کے ساتھ اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا

”چلو۔۔۔تم خوش ہو ناں۔۔۔تو میں بھی خوش ہوں۔۔“طمانت کے ساتھ اس نے ضرغام کو دیکھا

”میرا ہمیشہ سے ڈریم تھا کہ میں فلم میں کام کروں۔۔۔اور تم نہیں جانتی کہ تم نے اس فلم کی کاسٹ میں میرا نام ڈال کر مجھ پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔۔“

”اور وہ بھی ایک ہیرو کے طور پر۔۔۔“ عنایہ نے فوراً ٹوکا

”ہاں ہاں۔۔ ہیرو کے طور پر ۔۔۔ تھینک یو ۔۔۔تھینک یو سوچ عنایہ۔۔تم نے ہمیشہ میری ہلیپ کی ہے۔زندگی کو پانے میں تم نے جتنا ساتھ دیا اتنا تو شاید کسی اپنے نے بھی نہیں دیا۔۔“وہ خوشی میں اس کے احساس جتلا رہا تھا

”بس بس۔۔ اب بس۔۔“ اس کے جذبات کو ٹھہراؤ دیتے ہوئے کہا

”لیکن۔۔۔“ اس کے بہار سے کھلے چہرے پر ایک دم خزاں نے قدم جمانے شروع کر دیئے۔

”لیکن کیا؟“عنایہ کو کھٹکا سا ہوا

”اور یہ جو حرکت تم نے ابھی کی تھی۔اُس کا اس پروجیکٹ سے کیا تعلق؟“ اس کے کانوں میں عنایہ کہ وہ الفاظ گونجنے لگے جو اس نے ابھی ابھی کہے تھے کہ وہ اسے تیار کر رہی تھی

”وہ۔۔۔۔“ کچھ سوچتے ہوئے اس نے بات کو ٹالنے کی کوشش کی

”وہ کیا۔؟ مجھے بتاؤ؟“ اس بار ضرغام کو کھٹکا سا ہوا تھا

”وہ تم خود پیج نمبر سولہ پر دیکھ لو۔۔۔“ عنایہ نے یہ کہہ کر آنکھیں چرا لیں۔ضرغام نے فی الفور ورقے پلٹے اور عنایہ کے بتائے ہو ورق پر پہنچا۔شروع سطر کو پڑھتے ہی اس کے چہرے کے رنگ فق ہوگئے۔انگلی پھیرتا جارہا تھا۔ نظریں حرکت کرتی جارہی تھیں۔شروع سے درمیان اور پھر صفحہ کی آخری سطر تک پہنچا اور پھر اگلا ورق اور پھر اس سے اگلا۔چہرے پر اڈتی بہار غائب ہوگئی۔ وہی جلال

وہی غصہ وہی دبدبہ ایک بار پھر غالب آگیا

''اور جو لوگ لوگوں کو بے حیائی کی طرف بلاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب تیار ہے''

''ضرغام! برائی کر کے دوسروں کو دیکھانا بھی ایک برائی ہے۔ جس طرح ایک صدقہ جاریہ ہوتا ہے جس سے انسان کو مسلسل نیکیاں ملتی رہتی ہیں اسی طرح کچھ گناہ ایسے ہوتے ہیں جو ہمارے جسم سے تو ایک بار سرزد ہوتا ہے مگر اس کا گناہ ہمیں تسلسل کے ساتھ ملتا رہتا ہے۔''

''عنایہ۔۔۔''اس نے فائل کو ہوا میں اڑا دی اور عنایہ کو اپنی طرف کھینچ کر ایک زور دار طماچہ اس کے دائیں رخسار پر رسید کیا

''ضرغام۔۔'' ضرغام کے اچانک وار سے وہ نہ بچ سکی اور اس کے قدم بوکھلا گئے وہ ہکا بکا اسے دیکھنے لگی

''تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے ایسی فلم میں کاسٹ کرنے کی۔۔جس میں،۔۔۔'' وہ بولتے بولتے رک گیا

''جس میں کیا ضرغام؟ جس میں کیا؟''اس بار وہ دھاڑی تھی

''جس میں اتنے بولڈ سین ہوں۔۔۔''اس نے حقارت بھرے لہجے میں کہا تھا

''تو اس میں اتنا غصہ ہونے کی کیا بات ہے؟'' وہ جھلائی تھی

''تمہیں یہ معمولی سی بات لگتی ہے جو تم ایسے ری ایکٹ کر رہی ہو؟'' دونوں کندھوں سے پکڑ کر اس کو جھنجوڑا تھا

''تو اس میں اتنی بڑی بھی کیا بات ہے؟ آج کل سب ایسے سین کر رہے ہیں اور اگر تم بھی کر لو گے تو ایسی کیا بڑی با ہو جائے گی؟''اس نے ضرغام کو سمجھانے کی کوشش کی

''عنایہ۔۔۔ اپنی لمٹ میں رہو۔۔ایسے گندے فعل کرنے سے بہتر ہے کہ میں ایسی جاب کو لات ماروں۔۔'' اس نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا تھا

''اس سے بہتر کوئی تمہیں فلم آفر بھی نہیں کرنے والا۔ تمہیں تو شکر منانا چاہئے کہ میں نے ڈائریکٹر سے بات چیت کر کے تمہیں یہ رول دینے پر آمادہ کیا اور تم اس کی ناقدری کر رہے ہو۔۔ شرم تو تمہیں آنی چاہئے''

''مجھے شرم آتی ہے تو اسی لئے اس فلم کو ٹھکرا رہا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

ہوں۔۔"اس نے صاف گوئی سے کام لیا

"لیکن آخر برائی کیا ہے ان سین میں؟سب کرتے ہیں،سب کو معلوم ہے یہ کچھ ہوتا ہے۔۔"اس نے پیار سے اس کے چہرے کو اپنی طرف کرنے کی ناکام کوشش کی

"ہاں۔۔ یہ سب جانتے ہیں اور سب کو معلوم ہے کہ ایسا ہوتا ہے مگر یہ سب بند کمرے کی باتیں ہوتی ہیں۔اور بند کمرے کی باتوں کو اظہار تم جانتی ہو کتنا بڑا گناہ ہے۔تم مجھے اس گناہ میں شریک کرنا چاہتی ہو ۔۔ لیکن میں کبھی تیار نہیں ہونگا ۔۔۔ سنا تم نے۔۔۔ مجھے ایسی فلم نہیں چاہئے جس سے لوگ گناہ سیکھیں اور اس کا وبال مجھ پر آئے۔۔سنا تم۔۔ نہیں چاہئے مجھے ایسی فلم۔۔"چیخ چیخ کر اس نے اعتراف کیا۔

"لیکن یہ بات یاد رکھو اگر تم نے اس فلم کو رد کیا ناں تو نہ صرف اس فلم سے ہاتھ دھو بیٹھو گے بلکہ لازوال بھی تم سے چھین لیا جائے گا۔۔ تمہارا سارا کریئر ایک منٹ میں ختم ہو جائے گا۔ یہ مت بھولو میں تمہیں اس فیلڈ میں لائی ہوں تو اس فیلڈ سے نکال بھی سکتی ہوں۔۔۔"

"مجھے دھمکی دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔"

"یہ دھمکی نہیں ہے میں کر کے دیکھاؤں گی۔۔۔"اس نے چیلنج کیا

"ہمت ہے تو چھین لو مجھ سے میرا کریئر۔۔۔لیکن تم کیا چھینو گی میں خود تمہارے اس دیئے گئے کریئر پر تھوکتا ہوں۔۔"اس نے حقارت بھری نگاہوں سے عنایہ کو دیکھا تھا۔

"ضرغام۔۔" وہ چلائی

"چلاؤ مت۔۔" وہ دھاڑا

"تم پچھتاؤ گے۔۔"عقابی نظروں سے اسے گھورا

"پچھتاتا وہ ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہو۔۔ اور میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس پر مجھے پچھتاوا ہو۔۔۔"اس نے گھورتے ہوئے کہا

"یہ تو وقت بتائے گا۔۔۔" چٹکی بجاتے ہوئے چیلنج کیا

"دیکھیں گے۔۔۔" حقارت آمیز لہجے میں کہتا ہوا وہ وہاں سے چلا آیا

* * * *

"عندلیب مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔۔"

عندلیب ابھی ابھی باہر سے آئی تھی۔ جسے حجاب نے

کچن سے دیکھ لیا تھا۔ اس لئے فوراً کچن نے نکل کر باہر ٹی وی لاؤنج میں آگئی

''کیا ہے؟'' اس نے بے رخی سے جواب دیا

''وہ آپ کے اور انمول کے درمیان جو مس انڈرسٹینڈنگ چل رہی ہے وہ۔۔۔''حجاب ابھی اپنا جملہ آدھا ہی کہہ سکی تھی کہ عندلیب نے مداخلت کی

''اوہ۔۔!!بات تم تک پہنچ گئی اب۔۔۔'' اس نے تمسخرانہ کہا تھا

''عندلیب۔۔۔ حالات کی نزاکت کو سمجھنے کی کوشش کرو۔۔وہ تمہارا شوہر ہے''پہلی بار وہ عندلیب سے دھیمے لہجے میں بات کر رہی تھی۔وجیہہ کی باتوں نے اس کے دل میں گھر کر لیا تھا۔وہ انہی پر عمل کرنے کی کوشش کر رہی تھی

''مجھے سمجھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں۔۔ آئی بات سمجھ میں۔۔۔'' وہ اس کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے بے رخی سے سیڑھیوں کی جانب بڑھی تھی

''عندلیب اگر تم ہی کچھ نہیں سمجھو گی تو پیچیدگیاں مزید بڑھیں گی۔۔ رشتے مزید الجھے گیں۔۔''وہ اس کا پیچھا کرتے ہوئے مسلسل اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی مگر وہ سننے کو تیار ہی نہیں تھی۔ پاؤں پٹختی ہوئی کمرے کی طرف جا رہی تھی

''عندلیب۔۔'' اس نے اُس کا ہاتھ پکڑنا چاہا مگر اس نے اتنے برے طریقے سے جھٹکا کہ حجاب اپنا توازن کھو بیٹھی اور گرنے ہی والی تھی کہ انمول نے اسے بچالیا۔

''عندلیب۔۔۔'' وہ غصے میں غرایا تھا

''اب اس کی خاطر تم مجھ پر غصہ کرو گے۔۔''پلٹ کر جواب دیا۔ اتنے میں علی عظمت اور رضیہ بیگم بھی اپنے کمرے سے باہر آگئے

''بات اس کی نہیں صحیح اور غلط کی ہو رہی ہے۔ یہ تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہی ہے اور تم اسی کو دھکا دے رہی ہو۔۔''حجاب کا بری طرح ہانپ رہی تھی

''انمول۔۔۔اس دو ٹکے کی لڑکی کی خاطر تم مجھ سے الجھ رہے ہو؟'' وہ انمول کو آنکھیں دیکھانے لگی

''یہ دو ٹکے کی لڑکی میری بیوی ہے۔۔۔''وہ غصے میں دھاڑا تھا مگر اس دھاڑنے کی آواز حجاب کے لئے انتہائی شیریں تھی۔اس کا سانس بحال ہونا

شروع ہوگیا۔ اس نے ایک کشش کے ساتھ انمول کے چہرے کی طرف دیکھا۔ علی عظمت اور رضیہ بیگم کے چہرے پر بھی خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ رضیہ بیگم نے ایک مسکراہٹ کے ساتھ علی عظمت کی طرف دیکھا

''آئندہ اپنی لمٹ میں رہنا۔۔''چٹکی بجاتے ہوئے اس کو چیلنج کرتے ہوئے کہا تو وہ دہکتی آنکھوں سے اسے گھورتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

''ان۔۔'' وہ ابھی اس کا نام پورا بھی نہیں لے پائی تھی کہ وہ بھی بنا اس کی طرف دیکھے چلا گیا مگر اس بار اس کی بے رخی نے اسے دکھ نہیں پہنچایا۔ اس کی بے رخی میں بھی ایک عجیب سی کشش تھی۔ ایک عجب سا احساس پنہاں تھا۔ جسے وہ محسوس کر رہی تھی۔

''پھپو۔ آپ۔۔نے دیکھا۔۔'' رضیہ بیگم کے پاس آکر وہ ہکلاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''ہاں بیٹا۔۔ دیکھا۔۔''اثبات میں سر ہلاتے ہوئے انہوں نے تائید کی تھی

''دیکھنا آج تو صرف زبان سے اقرار کیا ہے۔ ایک وقت آئے گا جب دل سے بھی وہ تمہیں اپنی بیوی مان لے گا۔۔''حجاب کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے علی عظمت میں نے کہا تھا۔

* * * *

''امی ٹھیک کہتی تھیں میں جس راہ پر گامزن ہوں وہ صحیح نہیں ہے۔اُس راستے پر صرف شر ہے صرف شر۔ اس راستے پر چلنے سے صرف کانٹے ہی ملتے ہیں۔ برائی ہی ملتی ہے۔ نیکی کا راستہ ہی انسان کے لئے فلاح کا راستہ ہے۔ دنیا میں ہر شے کو زوال ہے۔ کوئی مقام ایسا نہیں جس کو زوال نہ ہو اور میں ۔۔۔میں پاگل اس مقام کو پانا چاہتا تھا جو لازوال ہو۔ کیوں بھول گیا تھا کہ ایسا لازوال تو صرف اللہ رب العزت کی ذات ہے۔ صرف خدا کی شان کو عروج حاصل ہے۔اس کے علاوہ جس کو وہ چاہے عروج بخشے جس کو چاہے زوال کے کنویں میں دھکیل دے۔'' وہ لان میں ٹہلتا ہوا مسلسل سوچ رہا تھا

''انسان کو لازوال صرف سنت رسول ﷺ ہی بنا سکتی ہے۔ صرف خدا کے احکام اور رسول کی سنتیں ہی وہ طریقہ ہے جس کے ذریعے انسان کو دوام ملتا ہے۔ فلاح ملتی ہے ورنہ دنیا میں کوئی شے ایسی نہیں جو انسان کو عروج بخشتی ہے۔۔''خراماں خراماں

قدموں سے ٹہلتے ہوئے اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے اس کے بال اٹکھیلیاں کر رہے تھے۔شرٹ بھی ہوا کے پروں پر سوار جھوم رہی تھی۔پتوں کی سرسراہٹ کانوں میں ایک عجیب سا رس گھول رہی تھی۔ آج پہلی بار وہ اپنے ضمیر کی آواز سن رہا

''انسان جب ضمیر کی آواز سنتا ہے تو اسے پتا چلتا ہے کہ اس نے کیا برا کیا؟ کیا اچھا؟ انسان کا سب سے بڑا جج خود اس کا ضمیر ہے۔اگر انسان اپنے ضمیر کی سن لے تو اسے کبھی کسی دوسرے کی سننی نہیں پڑتی۔انسان کو اپنی غلطیوں کا احساس دلانے کے لئے اس کا ضمیر ہی کافی ہوتا ہے۔'' رضیہ بیگم کی نصیحت آج اسے سمجھ آ رہی تھی

''خواہشوں کی تکمیل کبھی نہیں ہوتی۔ایک خواہش مکمل نہیں ہوتی دوسری پروان چڑھنے لگتی ہے۔انسان کی خواہشیں صرف قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔'' بچپن میں اکثر شگفتہ بی بی اس کو اپنی گود میں لئے اسے نصیحتیں کرتی رہتی۔وہ خاموشی سنتا رہتا۔اس وقت کہاں سمجھ تھی اور جب سمجھ آئی تو دنیا میں اتنا محو ہو گا کہ سوجھنے بوجھنے کی صلاحیت ہی مفلوج ہو کر رہ گئی

''ضرغام انسان کی کامیابی صرف نماز میں ہے۔انسان کو اگرچہ یہ نماز گراں گزرتی ہے مگر یقین جانیے نماز گراں نہیں ہے اُن لوگوں کے لئے جنہیں اللہ سے ملنے کی امید ہے۔اور آپ ہمیشہ سے عروج کو پانا چاہتے ہیں اور اسی عروج کی خاطر آپ اپنی ہر حدوں کو پار کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن ضرغام انسان کا عروج تو نماز میں پنہاں ہے۔ آپ نے نہیں سنا کہ نماز کو مومن کی معراج کہا گیا اور آپ جانتے ہیں کہ معراج کا مطلب عروج ہے۔ بظاہر انسان اپنی پیشانی کو اپنے رب کے سامنے جھکاتا لیکن اس عاجزی کے بدلے اللہ پاک انسان کو جو عروج بخشتا ہے اس کا اندازہ انسان کی سوچ لگا ہی نہیں سکتی۔۔'' وجیہہ کی باتیں آج اسے سمجھ میں آ رہی تھیں۔بادلوں نے آسمان کو ڈھکنا شروع کر دیا۔چاند کی چاندنی آہستہ آہستہ اپنے ماخذ کی طرف سمٹ گئی۔اس نے ایک نظر آسمان کی طرف اٹھائی

''شیطان ہمیشہ انسان کے پاس چار راستوں سے آتا ہے۔ آگے سے پیچھے سے، دائیں سے اور بائیں

غرض ہر طرف سے شیطان انسان کو گمراہ کرنے کے لئے تیار ہے لیکن دو سمتیں ایسی ہیں جہاں سے وہ کبھی حملہ آور نہیں ہو سکتا۔ یہی دو سمتیں انسان کو اپنے رب سے ملا دیتی ہیں۔ انہی دو سمتوں سے انسان کو اپنے رب کی رحمت ملتی ہے۔ ایک سمت نیچے ہے اور ایک سمت اوپر ہے۔ یعنی انسان جب اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اس کے آگے سجدہ ریز ہوتا۔ اپنی پیشانی کو اس کے آگے جھکاتا ہے تو اس کی رحمت دوڑ کر اپنے بندے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ اور جب انسان امید کے ساتھ اوپر کی طرف دیکھتا ہے تب بھی انسان کو نجات کی راہ مل جاتی ہے۔ یہ دو سمتیں ان چاروں سمتوں پر حاوی ہیں جہاں سے شیطان انسان کو گمراہ کر دیتا ہے۔'' بظاہر اندھیرا اپنے جوبن پر تھا۔ ہر شے اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی مگر اس اندھیرے میں بھی اسے روشنی کی کرنیں صاف نظر آرہی تھیں۔ رات کی سیاہی میں بھی اس کا چہرہ منور تھا۔ وہ آنکھیں بند کئے آسمان کی طرف چہرہ کئے ہوئے تھا۔ ٹپ ٹپ بوندیں اس کی آنکھوں سے گرنے لگیں۔ پلکوں پر چمکتے آنسو بوندوں سے مل گئے۔ آنکھیں کھول کر اس نے آسمان کی طرف دیکھا تو ایک کے بعد ایک بوند اس کے چہرے کو بوسہ دینے لگی۔ دونوں ہاتھوں کو کھول کر اس نے فضا کو اپنے اندر سمونے کی کوشش کی۔ ہوا میں اس کا وجود لہرا رہا تھا۔

''انسان جب اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے اور اس کے آگے سر بسجود ہو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے تو اس کے اندر سے ہر قسم کا میل دور ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو آسمان پر اڑتے ان پرندوں کی طرح محسوس کرتا ہے جو ہوا کے جھونکوں کے ساتھ اپنا رخ موڑ لیتے ہیں۔'' بارش نے اس کے پورے وجود کو گیلا کر دیا تھا۔ آسمان پر بجلی چمک رہی تھی۔ اندھیری رات میں ہو روشنی کا چراغ اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ وہ آہستہ آہستہ زمین بوس ہوتا گیا۔ ہوا میں لہراتے ہاتھ آہستہ آہستہ سمٹتے چلے گئے۔ پنجوں کے بل وہ گھاس پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر تھے۔

''اللہ مجھے معاف کر دے۔۔'' آنکھوں کے آنسو بارش کے قطروں میں بھی اپنی شناخت برقرار رکھے ہوئے تھے۔ بھیگی آنکھوں کا وجود بارش میں بھی اپنی

حیثیت رکھتا تھا

"میں تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں۔۔ مجھے معاف کردے۔" دل کی آواز فضاؤں میں گونج رہی تھی۔ درختوں کے پتے جھڑ کر اس کے وجود کو چھو رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ بھی اس کے جسم سے مس ہو کر اپنے آپ پر فخر محسوس کر رہے ہوں

"میں اپنے کئے پر نادم ہوں۔۔ شرمندہ ہوں۔۔۔" بارش کے قطرے اور موتی نما آنسو دونوں گھاس پر گر رہے تھے۔ بظاہر دونوں کی اصل ایک تھی۔ مگر دونوں کی حیثیت الگ تھی

"میں بھٹک گیا تھا۔۔ سیدھے راستے سے۔۔۔ تیرے بتائے ہوئے راستے سے۔۔" چمکتا ہوا موتی اب آہستہ آہستہ پگھل رہا تھا۔ بارش کی بوندیں اس کے وجود کو تحلیل کر رہی تھیں

"میں واپس آنا چاہتا ہوں مجھے قبول فرمالے۔۔۔" اس کے پورے وجود پر ایک رقت طاری تھی۔ جھکا ہوا سر اپنی اوقات بتا رہا تھا۔ اپنے آقا کی بڑائی بیان کر رہا تھا۔ بارش تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ ہوا کے جھونکے درختوں کو جھومنے پر مجبور کر رہے تھے مگر اس کا وجود ساکت تھا۔ کوئی جنبش نہ تھی مگر اس سکوت میں بھی اس کے چہرے پر ایک طمانت تھی۔

* * * *

جاری ہے آخری قسط دسمبر کے شمارے میں

کچھ جلتے دیئے یادوں کے

دوسری قسط

یہ تھے ہوئے بیٹھے میں حصے پچھلے کے کالج وقت اس دونوں وہ
جھاڑیوں دار خار بجا جا تھا سنسان خاصا نسبت کی کالج باقی حصہ
کافی بھی گھاس یہاں تھا پڑا اٹا سے پودوں چھوٹے چھوٹے اور

گیی کی نہی زحمت کی کاٹنے سے مہینوں کیی کو جس تھی بڑی بڑی
حالت کی اس تبھی شاید تھا کم جانا انا کا لوگوں طرف اس تھی
تھی ٹھکانہ کا سٹوڈنٹس ان عموماً یہ تھا اتا نہی رحم کو کسی پر زار
کے ہونے اوجھل سے نظروں کی ٹیچرز اور کرتے بنک جو کلاسز
پہ سائڈ اس بھی مالی تو میں حالات عام ورنہ تھے بیٹھتے یہاں لیے
تھے اتے ہی کم

بیٹھے پر بینچ اٹے سے گرد بوسیدہ ایک وقت اس دونوں وہ

دینا لینا کوبی ان سے گردونواح اپنے تھے مصروف میں رازونیاز
اپنے بیٹھے بھی سٹوڈنٹس اور چند کے طرح کی ہی ان تھا نہی
تھے ارہے نظر مگن میں سنانے قصے پرانے

"تم نے اپنے گھر والوں سے بات کی ہمارے بارے میں" افشاں نے چوتھی بار زین کو مخاطب کیا جو کب سے اوٹ پٹانگ باتوں میں لگا ہوا تھا وہ اس کا دیہان اپنی طرف کرنے کی کوشش کر رہی تھی مگر ہر بار ناکام ہو جاتی اس نے اب بھی ڈرتے ڑرتے اسے مخاطب کیا مبادا وہ غصہ نا ہو جایے اس کا مزاج بھی بلکل دھوپ چھاؤں جیسا تھا

"یار کر لوں گا نا اتنی بھی کیا جلدی ہے ایسی باتوں کے لیے ساری عمر پڑی ہے" اس کی بات پہ زین نے برا سا منہ بناتے ہویے کہا اسے دل ہی دل میں غصہ بھی ارہا تھا بات کے پیچھے ہی پڑ جاتی تھی وہ کب سے ٹال مٹول سے کام لے رہا تھا مگر وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی وقفے وقفے سے بات کو پھر چھیڑ دیتی

"تمہیں نہی ہے مگر مجھے ہے کیونکہ میرے گھر والے اج کل مجھے ٹھکانے لگانے کا سوچ رہے ہیں اور کبھی بھی کچھ بھی ہو سکتا کسی کے بارے میں بھی فیصلہ ہو سکتا ایسے میں کسی قسم کا رسک نہی لینا چاہتی میں اس لیے تم بھی میری بات کو سیریس لو۔۔۔ اور اگر ٹائم پاس کر رہے ہو تو بھی بتا دو" افشاں نے ناراضگی سے کہتے ساتھ ہی منہ پھیر لیا تو مقابل ایک دم گڑبڑ گیا بازی الٹی پڑتی معلوم ہوئی اسے کیسے بھی کر کہ اسے سنبھالنا تھا

ایک تو یہ لڑکیاں بھی ناہر وقت شادی کے خواب نینوں میں سجایے رکھتی ہیں۔۔۔ وہ دل ہی دل میں تاو کھاتے ہوئے سوچنے لگا

"یار فضول باتوں کو کیوں دماغ میں جگہ دے رہی ہو تمہیں مجھ پہ بھروسہ نہی کیا"... زین کی سمجھ میں نہی ارہا تھا کہ اس چڑیا کو کیسے مطمئن کرے یہ سونے کی چڑیا اگے چل کے اس کے بہت کام انے والی تھی وہ اسے پوری طرح جھال میں پھانس چکا تھا اور اسے امید تھی کہ وہ اب اس کی قید سے تب ہی ازاد ہو گی جب وہ چاہے گا مگر کبھی کبھی وہ جزبات کی رو میں اکہ پھڑ پھڑانا شروع کر دیتی اور اسی وقت وہ کچھ ڈر جاتا تھا اور اس کے ہاتھ سے نکل جانے کا خدشہ اسے جنجھنوڑنے لگتا

"بھروسہ تو ہے مگر کبھی کبھی ڈر بھی لگتا۔۔۔ اور اجکل میری خالہ مجھ پہ دل و جان سے فدا ہے انہوں نے مجھے اپنی بہو کہ روپ میں دیکھنا شروع کر دیا۔۔۔ جبکہ ان کا جاہل اور نالائق صاحبزادہ مجھے ایک انکھ نہی بھاتا ۔۔۔ اب تم ہی بتاو کہ میں کیا کروں" بات کرتے کرتے وہ کچھ افسردہ سی ہو گیی جبکہ زین کا ذہن تو صاحبزادے پہ ہی اٹک گیا تھا وہ حیران پریشان سا اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا

"یہ صاحبزادہ کون ہے اب" اس نے شکی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے جواب طلب کیا

"یہ کزن ہے میرا تمہیں یاد ہو گا میں نے پہلے بھی بتایا تھا تمہیں اس کے بارے میں کہ یہ میرے پیچھے پڑا ہوا۔۔۔ اور اس دن کالج کے باہر بھی جو لڑکا تھا وہ یہی تھا" افشاں نے اسے چند دن پہلے پہلے کا حوالہ دیتے ہویے بتایا جب وہ اپنے چند اوارہ دوستوں کے ساتھ کھڑا لڑکیاں تاڑ رہا تھا

زین کے ذہن کے پردے پر ایک ہلکی سی جھلک واضح ہوئی
"اچھا چلو تم پریشان مت ہو میں کروں گا بات گھر میں موقع دیکھ کہ" زین نے اسے تسلی دینے والے انداز میں کہا اس کا ذہن بہت تیزی سے کچھ سوچ رہا تھا اسے جلد سے جلد اپنی پلاننگ پر عمل کرنا تھا اب اس سے پہلے کہ دیر ہو جاتی اور اسے پچھتانا پڑتا

* * * *

چہرہ سپاٹ بلکل ۔۔۔۔وہ ہوئی جنبش میں ہونٹوں کے ان "ہنی"
سے زور زور دل کا ان تھی رہی دیکھ جانب کی دونوں ان لیے
ہو متنفر سے ان ہنی کہ تھی چاہتی نہیں کبھی لگا۔۔۔۔وہ دھڑکنے
میں سمج کی ۔۔۔ان تھی سہارا کا جینے کے ان جان کی ان ۔۔۔وہ
تو گی کرے سوال کا قسم کسی سے ان وہ اگر اب کہ تھا ارہا ہی
یقین پر بات کی ان کیاوہ اور گی کریں مطمئن کہ کہہ کیا اسے وہ
لے امتحان اتنے کیوں سے ان زندگی ۔۔۔۔ناجانے گی لے کر
تھی رہی مل کیوں بڑی اتنی سزا کی غلطی ہر کو ۔۔۔ان تھی رہی
نے رشتے ۔۔۔ہر تھا کو ٹھکرایا ان پر قدم ہر نے ۔۔۔۔زندگی

تھا لیا سہہ سے خاموشی کچھ سب نے ---انہوں دیا دھوکا کو ان
---وہ تھی سکتی سہہ نہی صورت کسی ناراضگی کی ہنی وہ مگر
کیا کے اس کرتی ایکٹ ری کیسے جانے نا کے جان سچ سارا
یا ٹھراتی الزام مورد کو کاں اپنی میں سب ان وہ ہوتے تاثرات
---وہ کیا کے ساتھ ان سب وہ نے جنہوں کو لوگوں ان
تھیں رہی جا بہتی ساتھ کے لہر کی سوچوں

"بیٹا اپ وہاں کیوں کھڑی ہیں یہاں میرے پاس ائیں" بڑے بھیا نے ساکت کھڑی ہنی کو مخاطب کیا تو اس کے بے جان وجود میں حرکت ہوئی وہ دھیمے دھیمے قدم اٹھاتی ہوئی ان کے پاس چلی ائی اس کے چہرے سے اس کے اندرونی تاثرات کا اندازہ لگانا مشکل تھا

"کیسی ہیں اپ" وہ کچھ توقف اس کی طرف دیکھنے کے بعد بولے "اپ کی پڑھائی کیسی چل رہی ہے" انہوں نے سر جھکایے انگلیاں مڑوڑتی ہنی کی طرف دیکھنے طرف دیکھتے ہوئے پوچھا

"اچھی جا رہی ہے" وہ مختصر بولی

"کوئی مسئلہ وغیرہ تو نہی نا پڑھائی میں" ان کی بات پر وہ نفی میں سر ہلا گیی اور اپنے سامنے رکھی ڈش میں سے بریانی نکالنے لگی ----دونوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا بڑے بھیا نے انکھوں ہی انکھوں میں انہیں یقین دہانی کروائی اور خاموش رہنے کا بھی اشارہ کیا ---وہ کچھ دیر اس کی طرف دیکھتی رہیں جو بلکل نارمل سے انداز میں کھانا کھا رہی تھی ---ان کے دل کو کچھ تسلی ہوئی اور بے دلی سے کھانا نکالنے لگیں

* * * *

دبایے میں منہ گل کا سگریٹ لیٹا پہ چارپائی تلے آسمان کھلے وہ
افشاں مرکز کا سوچوں کی اس وقت اس اور تھا مگن میں سوچوں
میں آنکھوں کی اس جانا کیا انداز نظر کا دن اس تھا گرد کے
سرپھری اس تھا رہا چاہ دل کا اس تھا رہا چب طرح کی مرچوں
گولہ کا توپ کونسا کو خود ناجانے جو دے رکھ کہ جنجھوڑ کو لڑکی
کے اس سے بچپن وہ رہتی اگلتی شعلے وقت ہر تھی سمجھتی
ہے لڑکی طبع خاموش اور معصوم بہت وہ کہ تھا ارہا سنتا قصیدے
بعد کے ملنے بار ہا سے اس اب مگر ہے کرتی عزت بہت کی سب
تھی گئی ہو دور تو فہمی غلط یہ کی اس کم از کم

کمرے سے باہر اتی رضیہ بیگم نے ایک نگاہ اس پہ ڈالی اس کے چہرے پہ چھائی فکر مندی کی لکیروں نے ان کو پریشان کر دیا وہ خاموشی سے دبے پاؤں چلتی ہوئی اس تک ان پہنچیں ان کے ہاتھ میں کپڑوں کی گھٹڑی تھی جس میں دھلے ہوئے کپڑے تھے جنہیں وہ تہہ کرنے کی غرض سے لائی تھیں

"کیا بات ہے امتیاز کیوں پریشان ہے اور چھٹکی بتا رہی تھی تو نے کھانے کو بھی منع کر دیا طبیعت تو ٹھیک ہے نا تیری" انہوں نے اس کے سامنے ہی رکھی دوسری چارپائی پر بیٹھتے ہوئے کہا---امتیاز نے نظریں اٹھا کہ ان کی جانب دیکھا جو اب گھٹڑی کھولے کپڑے تہہ کر رہی تھیں

"اماں تم کب بات کر رہی ہو پھر خالہ سے میری اور افشاں کی شادی کی---اب تو میں کام پر بھی لگ گیا ہوں پھر اب دیر کس بات کی ہے ---کہیں ایسا تو نہی کہ تو نے اب اپنا ارادہ ہی بدل لیا" وہ ان کی بات کو سرے سے ہی نظر انداز کر گیا تھا اس نے سیدھے ہوتے ہوئے پوچھا اور ساتھ ہی سیگریٹ دور اچھال دیا جو اب ٹھنڈا پڑ کہ اپنے اخری مراحل کو پہنچ گیا تھا اس کی کچھ راکھ مسلسل ہاتھ میں دبانے سے اس کے ہاتھ پر بھی گر گئی تھی جسے اس نے چارپائی کہ ساتھ رگڑ کہ صاف کر لیا

"اے باولا ہو گیا کیا تو جو ایسی باتیں سوچ رہا---ارے اتنی جلدی نا بخشوں گی میں اس چڑیل کو---بڑے ڈاکے مارے ہیں اس نے میرے حق پہ اسے تو قیامت کے دن بھی میں نہی چھوڑوں گی" بولتے ساتھ ان کا لہجہ زہر الود ہو گیا ناگواری کی واضح لہریں ان کے چہرے پر دکھائی دینے لگیں

"تو پھر اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے اور یہ سنہری موقع ہمارے ہاتھ سے نکل جائے تو رشتہ مانگ لے خالہ سے" امتیاز نے ان کی طرف جھکتے ہوئے رازدانہ لہجے میں کہا تو وہ سوچ میں پڑ گییں شاید اب وقت اگیا تھا

تمام خیالات کو عملی جامہ پہنانے کا ان کو اپنا جال پھینک دینا چاہئے تھا اب مزید دیر نقصان کا باعث بن سکتی تھی

"چل پھر تو کل کام سے چھٹی کرلے شہر چلیں گے "انہوں نے پر سوچ انداز میں جواب دیا تو امتیاز سر ہلا کہ رہ گیا

امتیاز نے کچھ کہنے کہ لیے لب وا کیے ہی تھے کہ دروازے سے اندر اتی پڑوسن خالہ بلقیس کو دیکھ کہ چپ ہو گیا اماں بھی ان کی طرف متوجہ ہو گیئں تو اس کی بات ادھوری رہ گیی وہ کچھ دیر بیٹھا ان کی باتیں سنتا رہا پھر اٹھ کہ باہر چلا گیا

* * * *

وہ کچن میں داخل ہوئی بڑی مامی وہاں کسی کام میں مصروف تھیں وہ ان کے پاس چلی ائی کھٹکے کی اواز پر انہوں نے مڑ کے دیکھا اور پھر اسے دیکھ کی مسکرا ییں۔۔۔

"کیسی ہے میری بیٹی "انہوں نے پیار سے اس کے صبیح چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا

"بہت اچھی ہے "وہ مختصر بولی

"جی وہ تو مجھے پتہ ہے کہ بہت اچھی ہے۔۔ اچھا یہ بتاو اج چھٹی کیوں کی "انہوں نے پیالے میں دوایی والی پڑیا ڈالی اور اسے چمچ سے ہلانے لگیں

"سر میں درد تھا اس لیے نہی گیی۔۔ یہ اپ کیا بنا رہی ہیں "اس کا اشارہ اس پیالے کی جانب تھا

"یہ مٹھو کہ لیے دوایی ہے۔۔۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں نا اس لیے "انہوں نے چمچ ہلاتے ہوئے کہا

"مٹھو کو کیا ہوا ہے "وہ حیرانگی سے دریافت کرنے لگی

"اس کی طبیعت ٹھیک نہی۔۔۔ نویان کے جانے سے اداس ہے کچھ کھاتا تو ہے نہی اس لیے طبیعت خراب ہو گیی "ان کی بات پر وہ سر ہلا کر رہ گیی

"میں اپ کا فون یوز کر لوں۔۔۔ مجھے اپنی دوست سے بات کرنی ہے "اس نے شیلف پہ پڑے ان کے سیل فون کی جانب دیکھتے ہوئے سوالیہ انداز میں پوچھا

"کیوں نہی گڑیا بلکل یوز کر سکتی ہو۔۔۔ اپ جب چاہو لے سکتی ہو مجھ سے پوچھے بغیر بھی۔۔۔۔ میں اپ کے ماموں سے کہوں گی وہ اپ کو نیا سیل فون لے دیں۔۔ تب تک اپ میرا فون استعمال کر سکتی ہیں "انہوں نے اپنا فون اس کی جانب بڑھاتے ہوئے مسکراتے لہجے میں کہا

"تھینک یو "وہ مشکور انداز میں کہتی ہوئی کچن سے نکل گیی۔۔۔

لاونج میں اکہ وہ صوفے پر بیٹھ گیٔ ٹانگیں سامنے میز پر رکھ لیں فون کو لاک نہی لگا ہوا تھا لہزا اسے کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہی کرنا پڑا تھا اس نے جو لیا کا نمبر ڈائل کیا۔۔۔ بیل جا رہی تھی۔۔۔۔ اس کے دل کو زرا اطمینان ہوا چلو اس کا نمبر تو کھلا تھا نا۔۔۔ وہ کال ریسیو کرنے کا ویٹ کرنے لگی۔۔۔ مگر مسلسل بیل جانے پر بھی کال ریسیو نہی ہو رہی تھی اس نے کتنی ہی دفعہ کوشش کر لی مگر کوئی فائدہ نا ہوا۔۔۔ نا جانے کدھر مر گیٔ ہے یہ فون ہی نہی اٹھا رہی۔۔۔ اس نے کوفت سے سوچا۔۔۔ شاید بزی ہو کچھ دیر بعد کروں گی دوبارہ۔۔۔۔ اس کے دل میں خیال ایا

اس نے سیل فون سامنے میز پر رکھ دیا اور ٹی وی ان کر لیا کیی چینل بدلنے پر بھی اسے کچھ بھی دلچسپ چیز نظر نا ایی جو اس کی توجہ اپنی جانب مبزول کرواتی اس نے بے دلی سے ٹی وی اف کر کہ ریموٹ رکھ دیا۔۔۔۔ فون کو دوبارہ ہاتھ میں لے کی وہ بلاوجہ اس پر انگلیاں چلانے لگی۔۔۔۔ گیلری کے اپشن کو اس نے کچھ سوچ کہ پریس کیا اندر کافی ذیادہ تصویریں تھی وہ انہیں دیکھنے لگی ان میں سے ذیادہ تر چہرے اس کے لیے انجان تھے جنہیں اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا اچانک ایک تصویر پہ اکہ اس کا ہاتھ ساکت ہوا۔۔۔ ارمی یونیفارم میں فوجی ہیر کٹ کہ ساتھ اپنی تمام تر وجاہت لیے وہ کھڑا تھا چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔۔۔۔ اس کے ساتھ ارمی یونیفارم میں کوئی اور بھی کھڑا تھا۔۔۔ مگر اس

کی نظریں تو اسی چہرے میں الجھ کر رہ گئی تھی وہ یک ٹک اسکرین کی جانب دیکھتی رہی یہاں تک کہ اس کی آنکھیں چندھیانے لگیں اور ان میں پانی بھر ایا۔ اسکرین پہ اندھیرا چھا گیا۔۔۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے دوبارہ ٹچ کیا وہ مسکرا رہا تھا ہنی سے اس کی آنکھوں میں دیکھنا دوبر ہو گیا۔۔۔ اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔۔ وہ اپنی بھوری آنکھیں اس پر جمایے ہوئے تھا۔۔

"ہنی جانو بات سنو" وہ موم کی واز پر اچھل پڑی سیل فون گرتے گرتے بچا۔۔ اس کی ساری محویت ٹوٹ گئی موم اس کو پکار رہی تھیں اس نے جلدی سے سیل فون اف کر کہ وہیں رکھا اور اپنے دھڑکتے دل پر قابو پاتی وہاں سے اٹھ گئی

* * * *

نظر انداز مسلسل وہ تھا رہا بج سے دیر کافی فون رکھا میں لاونج نہی کیوں فون کوئی سب تھے کہاں ۔۔۔ ناجانے تھی ہوئے کیے ہورہی ڈسٹرب سے بیل ہوتی سے وقفے وقفے ۔۔ وہ تھا رہا اٹھا نہی ہی صبر تھا ڈھیٹ ہی بہت شاہد بھی والا کرنے فون مگر تھی جارحانہ کہ پھینک پہ قالین کو کتاب رکھی میں گود وہ تھا رہا کر کی والے کرنے فون ارادہ بڑھی جانب کی فون لیے تیورات تھا کا کرنے صاف طبیعت

"جی فرمائے" لٹھ مار انداز میں پوچھا۔۔ دوسری طرف ایک دم خاموشی چھا گئی

"اب بولیں بھی۔۔۔ پچھلے پندرہ منٹ سے بیل پہ بیل دیے جا رہے ہیں۔۔ کونسی افت ٹوٹ پڑی ہے اپ پہ" اس نے بنا سوچے سمجھے بول دیا دوسری طرف چھائی خاموشی اسے زچ کر رہی تھی

"ماما کہاں ہیں" مدھم سے لہجے میں پوچھا گیا تھا وہ ساکت ہوئی۔۔ اسے امید نہیں تھی کہ وہ ہو گا۔۔۔ اسے اپنی بد تمیزی کا بھی احساس ہوا ۔۔۔ ناجانے وہ کیا سوچ رہا ہو گا اس کے بارے میں

"وہ اپنے کمرے میں ہیں شاید۔۔۔ اپ ویٹ کریں میں بلاتی ہوں ۔۔۔ اس نے اہستگی سے کہا

"نہی رہنے دو میں دوبارہ فون کر لوں گا" اس نے کہتے ساتھ ہی کال کٹ کر دی۔۔۔ ہنی کچھ دیر کھڑی فون کو دیکھتی رہی اور پھر اہستگی نیچے رکھ دیا

"تمہاری فرسٹ کزن ہے یا سیکنڈ کزن یہ" اس نے فون بند کیا تو شاہ زر پوچھ بیٹھا

"فرسٹ ہے" اس مختصراً جواب دیا اور فون چارجنگ پہ لگانے لگا

"پیاری ہے کیا" وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد گویا ہوا تو نویان افندی حیرانگی سے ان کی طرف دیکھنے لگا

"ہو گی۔۔۔ میں نے کبھی غور نہی کیا" اس نے انجان بنتے ہوئے کہا تو شاہ زر کے چہرے پر ایک مسکراہٹ در ائی۔۔۔

"یار تم اس کو بتا کیوں نہیں دیتے کہ تمہیں اس سے پیار ہو گیا شاہ زر کی بات پر اس کے ہاتھ ساکت ہوئے وہ اسے گھورنے لگا مگر مقابل زرا برابر بھی اثر نا ہوا

فضول بکواس مت کرو ۔۔۔ میں کوئی پیار نہی کر تا اس سے اور ویسے بھی وہ ابھی بہت چھوٹی ہے۔۔۔ ایسی فضول باتیں نہی کر سکتا میں اس کے ساتھ" اس نے درشتگی سے جواب دیا تو ایک لمحے کے لئے شاہ زر بھی چپ ہو گیا

"کیا عمر ہے اس کی کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے دوبارہ سوال کیا

"اٹھارہ سال" وہ اس کی طرف دیکھے بنا بولا اس کا دیہان ابھی بھی اپنے فون کی جانب تھا

"اتنی بھی چھوٹی نہی ہے۔۔۔ اسے سب پتہ ہو گا۔۔ اور ویسے بھی جس ملک میں وہ رہ کہ ائی ہے وہاں کی لڑکیوں کے اس عمر میں کئی بوائے فرینڈ ہوتے ہیں۔۔ تم کس جہان میں رہتے ہو کیپٹن۔۔ اج کل کی

لڑکیوں میں معصومیت نامی چیز نہی پائی جاتی۔۔۔وہ اپنی عمر سے ذیادہ چالاک ہوتی ہیں۔۔۔اور وہ بھی ان سب سے مختلف نہی ہے" شاہ زر نے طنزیہ انداز میں کہا

"مائینڈیور لینگویج۔۔۔وہ ایسی نہی ہے۔۔پھوپھو نے اس کی پرورش بہت الگ طریقے سے کی ہے جیسی فضول بکواس تم کر رہے ہو ویسی وہ بلکل نہی اور کسی کو جانے بغیر اس کے بارے میں کسی طرح کی بھی رائے قائم کرنا غلط ہے۔۔۔ائندہ ایسی فضول بات مت کرنا"نویان افندی نعضے سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اسے شاہ زر کی بات حد سے ذیادہ ناگوار گزری تھی۔۔۔۔

"سوری یار میرا یہ مطلب نہی تھا شاہ زر نے معزرت کرنی چاہی مگر وہ اٹھ کہ باہر نکل گیا۔۔۔شاہ زر کو اندازہ ہوا کہ اس نے کتنی غلط بات کہہ دی تھی۔۔۔۔اور اب وہ اس سے ناراض ہو چکا تھا وہ ہر گز اسے دکھ نہی پہنچانا چاہتا تھا مگر نا جانے کیسے اس نے کہہ دیا بنا سوچے سمجھے

* * * *

ویسے تو میں جنوری تھی رہی جا بڑھتی بدن دن خنکی میں موسم بھی شدت کی سردی تو بار اس ہوتا۔۔۔اور زور کا سردی ہی سے گھر میں ایسے رہتی پڑی دھند دن پورا پورا تھی ذیادہ بہت چیر کو چادر کی دھند دھوپ بعد دن کیی اج تھا ہوا بنا دشوار نکلنا کو مزاج کے ایک ہر نے دھوپ چمکیلی سنہری تھی نکلی باہر کر کیی وہ تھی ابیں بازار کے لے کو ہنی اج وہ تھا دیا بنا خوشگوار کی بات اس موسم مگر تھی رہی کر ضد کی شاپنگ سے دنوں لاپی زبردستی کو ان بھابھی بڑی بھی اج تھا رہا دے نہی اجازت تھا خوشگوار بہت موڈ کا ہنی تھیں تیار نہی بھی ابھی وہ ورنہ تھیں میں شروع تھی رہی جا ڈھالتی کو خود میں ماحول کے یہاں وہ تھی مطمئن اور خوش کافی وہ اب مگر تھی ہوئی مشکل کافی اسے اب وہ طرح کی پہلے تھا بہتر کافی ساتھ کے سب بھی رویہ کا اس مگر تھی ہوتی نہی فری تو ذیادہ بہت وہ تھی کرتی نہیں بھی ضد طرف کی اس اب وہ تھی کرتی بات سے طریقے اچھے سے سب کھانا حد کافی وہ کہ رہ ساتھ کے بھابھیوں تھی مطمئن کافی سے بھی میں کاموں کے گھر دوسرے اور تھی چکی سیکھ بھی بنانا کافی اب وہ تھی شکار کا گھٹن جس وہ سے بچپن تھی لیتی دلچسپی تھیں گیی بہل کافی اکہ یہاں بھی وہ خود تھی رہی ہو ختم تک حد جلد تو کیا نے انہوں جو تھا رہا لگ درست اب فیصلہ اپنا کو ان تھے ارہے سامنے اثرات مثبت کے اس اب مگر تھا ہی میں بازی وہ مگر ہیں رہی ہو ختم اب تکلیفیں کی ان کہ تھا رہا لگ کو ان ہے امتحان ہی نام کا اس ہے زندگی یہ کہ تھی گئ بھول شاید کیا لیے کے ان ۔۔۔۔تقدیر ہے لیتی ازمایشیں یہ پر قدم قدم ابھی موڑ نیا کا زندگی تھی انجان سے اس وہ تھی رہی کر پلاننگ تھا ایا نہی

"مام یہ شرٹ کتنی پیاری ہے۔اس کا کلر تو سب سے مختلف ہے ۔۔۔دیکھیں زرا"ہنی نے ان کا دیہان ایکنو بصورت شرٹ کی طرف دلایا تو وہ اس طرف دیکھنے لگیں وہ واقعی بہت خوبصورت تھی۔۔

"جی بہت پیاری ہے مگر بیٹا یہ اپ تو نہی لے سکتی نا یہ تو لڑکوں کے لیے ہا نہوں نے شرارتی سے انداز میں کہا تو وہ کچھ جھینپ سی گئی...

"کاش میں بھی لڑکا ہوتی تو ایک سیکنڈ سے بھی پہلے لے لیتی۔۔۔مگر اب تو میں لڑکی ہوں سو نہی لے سکتی"اس نے منہ بناتے ہوئے کہا تو وہ ہنسنے لگیں اور ہلکی سی چپت اس کے سر پہ لگائی

ہنی اب کسی اور سوٹ کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔۔۔اچانک ایک خیال ان کے دماغ میں گردش کرنے لگا۔۔۔یہ شرٹ اگر ہنی نہی پہن سکتی تھی تو نویان تو پہن سکتا تھا نا۔۔۔اور جنوری کے آخر میں اس کا برتھ ڈے بھی ارہا تھا اگر ہنی اسے گفٹ کرے گی تو اسے بہت اچھا لگے گا ۔۔۔انہوں نے کچھ سوچ کر وہ شرٹ پیک کروالی۔۔۔۔

"ابھی اور کتنی شاپنگ کرنی ہے بھئ۔۔۔جلدی کرو مجھے تو بہت بھوک لگی ہے۔۔۔"بڑی مامی نے اسے اسے رنگ برنگے دوپٹوں کی جانب

متوجہ دیکھا تو اس کے نزدیک اتے ہوئے بولیں وہ جو بڑے مگن سے انداز میں ایک خوبصورت ست رنگی دوپٹے کو دیکھ رہی تھی چونکی

"بس ختم ہو گئی" مسکراتے ہوئے گویا ہوئی

"یہ والا لے لو بہت سجے گا اپ پہ" انہوں نے اس دوپٹے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا جسے کچھ دیر پہلے وہ دیکھ رہی تھی

"ہنی نے ان چہرے کی جانب دیکھا جو اب وہ دوپٹہ پیک کروا رہی تھیں وہ کتنی آسانی سے اس کے دل کی بات سمجھ گئی تھی بلکل ویسے ہی جیسے اس کی ماما سمجھ جاتی تھی۔۔۔سب لوگ اس سے بہت پیار کرتے تھے اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ان کی اپنی کوئی بیٹی نہی تھی اور چھوٹے ماموں تو ویسے ہی اولاد کی نعمت سے محروم تھے لہزا وہ سب لوگ نویان کے ساتھ ساتھ اسے بھی بہت پیار کرتے تھے

"او میں اپ کو اب گول گپے کھلاتی ہوں۔۔۔یہاں کہ گول گپے پورے شہر میں مشہور ہیں دور دور سے لوگ کھانے اتے ہیں" انہوں نے اس کا ہاتھ تھاما اور دوکان سے باہر نکل ائیں

گول گپے واقعی بہت اچھے تھے اور ان کے ساتھ املی والا کھٹا اور چٹ پٹا پانی تو اس کو بہت مزے کا لگا۔۔۔وہ پیالی میں موجود پانی پی رہی تھی جب اس کی نظر روڈ کراس کرتی اس عورت پہ پڑی۔۔۔گول گپے والا چونکہ سڑک کنارے تھا لہزا وہ اس عورت کا چہرہ آسانی سے دیکھ چکی تھی ۔۔۔اس عورت کو اس نے پہلے بھی کہی دیکھا تھا۔۔مگر کہاں۔۔۔یہ تو وہی عورت تھی جسے اس دن چوکی دار نے دھکے دے کہ گھر سے نکالا تھا ۔۔۔وہ اج بھی وہی میلے کپڑے پہنے ہوئے تھی سر پہ موجود دوپٹے میں جگہ جگہ چھید تھے اتنی سردی میں ان کا وجود کسی بھی قسم کی جرسی یا سویٹر وغیرہ سے ازاد تھا
"سنیے پلیز رکیے" وہ پیالی وہی پھینک کہ ان کی جانب دوڑی وہ عورت سڑک پار کر چکی تھی۔۔۔اس نے بنا سوچے سمجھے ان کے پیچھے ہی سڑک پار کرنی چاہی۔۔۔مگر وہ تیز رفتار گاڑی جو ہر لمحے قریب اتی جا رہی تھی ۔۔۔گاڑی والا چاہ کر بھی بریک نا لگا پایا۔۔۔وہ کئی فٹ دور گری کچھ دور پہنچ کر گاڑی کہ ٹائر چرچرائے مگر تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔۔۔۔وہ خون میں لت پت سڑک پر پڑی تھی

بڑی بھابھی کے منہ سے ایک چیخ بلند ہوئی تھی وہ سب کچھ وہیں پھینک کے اس کی جانب بڑیں جب کہ وہ تو اپنی جگہ پتھر کی ہو چکی تھیں ان کو لگا ان کا دل کسی نے چیر کہ رکھ دیا وہ پتھرائی ہوئی نظروں سے اپنے سے کچھ فاصلے پر اپنی بیٹی کے ساکت وجود کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔جس میں سے ہر گزرتے لمحے جان نکل رہی تھی۔۔۔۔ان کی گڑیا کو کسی نے بہت زور سے کچل دیا تھا اس کی سانس تک رک گیی۔۔۔۔

* * * *

کیوں نا اج پھر سے تجھے پکارا جائے
یہ دن تیری گلیوں میں گزارا جائے
کچھ بیتے پل بلایے جائیں
کچھ نیی یادوں کو سجایا جایے
کچھ باتیں تم سنانا کچھ باتیں ہم سے سننا
کچھ قصے اور بنائیں
کچھ پلوں کو چرایا جایے
جدا ہو گیے تھے کبھی جو دو نادان دل
پاس اکے ان کو پھر سے ملایا جایے
وہ رنجشیں اور نفرتیں
جو اب دلوں کا حصہ ہیں
پیار سے ان کو بلایا جائے
ہم تم ساتھ رہیں ہر پل
اور ان لمحوں کو مہکایا جایے
روٹھ گیے تھے جو کبھی تم ہم سے
پاس او تم ہمارے تمہیں پھر سے منایا جائے
یہ جو ضد پہ اڑا ہے پاگل دل
اسے پھر سے سمجھایا جائے
کیوں نا اج پھر سے تجھے پکارا جائے

نویان افندی نے لکھنے کے بعد پین ڈائری میں رکھ کہ اسے بند کر دیا ۔۔۔اس کا سر درد سے پھٹنے کو تھا۔۔۔دل بھی عجیب سے انداز میں گھبرا

رہاتھا۔۔کسی انہونی کاڈر دل میں کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔۔۔ایک بے چینی سی اس کے رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے تھی۔۔۔

شاہ زر کب سے اسے یونہی بے چین دیکھ رہا تھا۔۔۔وہ اس کی اندرونی کیفیات سے باخبر تھا۔۔۔اس کے اندر ہونے والی توڑ پھوڑ وہ سمجھ رہا تھا مگر اسے کیسے تسلی دے یہ بات اس کی سمجھ سے بالاتر تھی

"کیپٹن سو جاو اب رات بہت ہو گئی ہے پلیز" اس نے اسے ہلکے سے پکارا مگر وہ ہنوز اسی انداز میں بیٹھا رہا اس کی نظریں دور اندھیرے میں ناجانے کیا تلاش کر رہی تھی باہر سناٹے کا راج ہر طرف قائم تھا چاند کو بھی دھند کی چادر نے اپنے پروں میں چھپا لیا تھا۔۔۔اور وہ بھی مزے سے اس کی گود میں ارام کر رہا تھا ساری دنیا دن بھر کی مشقت کے بعد ارام فرما رہی تھی۔۔۔مگر اسے ناجانے کیوں نیند نہی ارہی تھی نیند کی دیوی اس سے شدید ناراض تھی اس نے اس کے پاس انا ترک کر دیا ہوا تھا۔۔۔کمرے میں کسی قسم کے ہیٹر کا انتظام نہی تھا مگر پھر بھی کمرہ گرم تھا۔۔۔اس کے باوجود بھی اس کا دل کانپ رہا تھا۔۔۔

"کیپٹن۔۔۔کیا ہو گیا یار" شاہ زر سے رہا نا گیا تو وہ اٹھ کہ اس کے پاس چلا ایا۔۔۔وہ ایک دفعہ سو کہ اٹھ چکا تھا

"کچھ نہی ہوا تم سو جاو جا کہ۔۔۔۔میری فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہی تمہیں" اس نے روکھے انداز میں جواب دیا۔۔۔شاہ زر کو برا تو لگا مگر وہ چپ رہا جانتا تھا وہ اس وقت پریشان ہے۔۔۔۔اور وہ اس سے کسی قسم کی بحث کر کہ اسے مزید پریشان نہی کرنا چاہتا تھا۔۔لہزا چپ چاپ واپس چلا ایا۔۔۔کچھ دیر بعد اس نے کمرے میں اندھیرا محسوس کیا تو چادر منہ سے اتار کہ دیکھا واقعی اندھیرا چھا چکہ تھا۔۔۔اس نے ٹیبل لیمپ اف کر دیا تھا۔۔۔۔مگر وہ جانتا تھا وہ اسی انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔۔۔۔اچھا خاصا تھا وہ بھی کبھی ہر فکر سے ازاد ہر وقت چہرے پر مسکان سجایے ہر کسی سے خوش دلی سے ملتا۔۔۔۔مگر اب تو جیسے وہ مسکرانا سرے سے ہی بھول گیا تھا۔۔۔سنجیدگی دن بدن اس کی ذات کا حصہ بنتی جا رہی تھی

جب سینے کے اندر سانس کے دریا ڈولتے ہیں
جب موسم سرد ہوائیں
چپ سی گھولتے ہیں
جب انسو
پلکیں رولتے ہیں
جب سب آوازیں اپنے بستر پہ سو جاتی ہیں
تب اہستہ اہستہ انکھیں کھولتے ہیں
اور پھر سارے دکھ بولتے ہیں

* * * *

بند آنکھیں وہ لگائے ٹیک سے دیوار پہ فرش بستہ یخ کے ہاسپٹل تھے رہے ہل مسلسل ہونٹ کے۔۔۔۔ان تھیں بیٹھی کیے۔۔۔انکا دیتی گرا کبھی کبھی بھی دانا کا تسبیح موجود میں۔۔۔ہاتھ کتنے ناجانے۔۔۔اج تھا گو دعا حضور کے رب اپنے رواں رواں تھیں ایں لوٹ واپس طرف کی ہستی اس سے پھر وہ بعد سالوں تھی ناراض سے اس وہ تھے شکوے ہزاروں انہیں سے۔۔۔جن ضرورت کی اس اج مگر تھا مانگا نہیں کچھ کبھی نے۔۔۔انہوں اپنی وہ پہ در کے جس تھا نہی کوئی ایسا سوا کے ہستی اس اور تھی نا ایک جائے بھٹک نا کیوں ہی کتنا۔۔۔انسان پھیلاتی جھولی اسے۔۔۔۔جب طرف کی رب اپنے اتا ہی لوٹ وہ دن ایک ستر وہ اور جاتا جھک اگے کے اس وہ تب دیتی نہی سجھائی راہ کوئی وہ لٹاتا مایوسنہی اسے کبھی والا کرنے پیار زیادہ بھی سے ماوں کی اس کو انسان پھر تو دیتا جب مگر ضرورلیتا امتحان کا اس ضرورت اج بھی کو۔۔۔۔ان دیتا نواز کے بڑ بھی سے اوقات مانگ زندگی کی بیٹی اپنی پھلایے ہاتھ سامنے کے اس۔۔۔وہ تھی رہی لڑ جھنگ سے موت اور زندگی میں یو سی ایی جو تھیں رہی تھی رہی چل سہارے کے مشینیوں صرف سانس کی جس تھی کی ان۔۔۔۔وہ تھا سکتا بجھ بھی کبھی دیا کا زندگی کی۔۔۔اس کر پوری سانسیں اپنی وہ لیے کے جس تھی سہارا واحد میں زندگی ۔۔۔۔ تھیں رہی

* * * *

یہ ہم تسلیم کرتے ہیں
کہ تمہیں فرصت نہی ملتی
ہمارے واسطے تم کو
کوئی ساعت نہی ملتی
ہماری سوچ کے محور
کبھی اک پل تو سوچو تم
تمہیں ہم یاد کرتے ہیں
اور اتنا یاد کرتے ہیں
کہ خود کو بھول جاتے ہیں

صبح بھی بہت اداس سی تھی بلکل اس کی طرح۔۔۔وہ درخت کے تنے سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔۔۔ہر طرف اداسی ڈھیرے جمایے ہوئے تھی۔۔۔رات مسلسل جاگنے سے اس کے پپوٹے سوجے ہوئے تھے ۔۔۔آنکھوں میں لالی بھی اتری ہوئی تھی۔۔۔کمر بھی مسلسل بیٹھے رہنے سے اکڑ گئی تھی۔۔۔

اج معمول سے ہٹ کہ دھوپ نے بھی کیی دنوں بعد اپنا دیدار کروا دیا تھا ۔۔۔ورنہ پہلے تو اس کا سارا دن آنکھ مچولیوں میں ہی گزر جاتا۔۔۔سنہری دھوپ چھن چھن کے کھڑکیوں سے اندر کمروں میں جا رہی تھی ۔۔۔اور یہی وجہ تھی کہ دیر سے سونے والے حضرات بھی جلدی جھاگ گیے تھے۔۔۔سردیوں کی دھوپ بھی کسی نعمت سے کم نہی ویسے اس نے دل میں سوچا۔۔۔دھوپ کی ہلکی ہلکی تپش سکون دے رہی تھی

"کیپٹن نویان افندی اپ کو میجر بابر نے اپنے افس میں طلب کیا" نواز اسے پیغام دے کہ چلا گیا۔۔۔اسے حیرانگی ہوئی۔۔۔ناجانے کیا وجہ ہے جو اس کی حاضری ہو رہی ہے نواز بھی چلا گیا تھا لہزا وہ اس سے جھجکھ نہی پوچھ سکتا تھا۔۔۔میجر بابر کسی کو یاد تب ہی کرتے تھے جب اس کی خاطر تواضع کرنی ہوتی۔۔۔

وہ ڈرتے ڈرتے اٹھ کہ ان کے افس کی طرف اگیا۔۔۔اس نے دروازہ ناک کیا جو حسب معمول ادھا کھلا ہوا تھا۔۔۔وہ اسے دیکھ چکے تھے لہزا اندر انے کا اشارہ کیا۔۔۔خود وہ فون پہ کسی کے ساتھ مصروف تھے

۔۔۔اس لیے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ کرسی کھینچ کہ بیٹھ گیا ان کا دیہان مکمل طور پر فون کی جانب مبزول تھا اس نے تب تک ان کے افس کا جائزہ لینا شروع کر دیا

"کیا مصروفیات ہیں اج کی" انہوں نے ریسیور کریڈل پہ رکھتے ہوئے پوچھا

"سر جو اپ کہیں" وہ مودب سے لہجے میں گویا ہوا اس وقت وہ تابعداری کے تمام سابقہ ریکارڈ توڑ رہا تھا

" ہممم۔۔۔اپ کچھ پریشان ہیں کیا" انہوں نے اچانک اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا

"نن نہی تو سر۔۔۔ایسا تو کچھ نہی۔۔۔اپ کو ایسا کیوں لگا" وہ ان کی بات پہ کچھ گڑبڑایا۔۔۔ان کو کیونکر یہ خیال ایا کہ وہ پریشان ہے وہ اب اپنے سامنے رکھی فائل کی ورق گردانی میں مگن تھے اب

"بس مجھے لگا تبھی تو پوچھ رہا ہوں۔۔۔تم اج کل بہت چپ چپ رہتے ہو۔۔۔کام کی طرف بھی تمہارا کوئی خاص دیہان نہی۔۔۔میرا خیال ہے کہ تمہیں لیو کی ضرورت ہے۔۔۔گھر جاو کچھ دن اور ریلیکس کرو کیونکہ فی الوقت تم کام کرنے کی پوزیشن میں نہی ہو۔۔۔میں نے بات کی ہے تمہاری لیو اپروو ہو گئی ہے لہزا تم اج گھر جا سکتے ہو" وہ بات اس سے کر رہے تھے مگر دیہان سامنے رکھی فایل کی جانب تھا جس کے ورق وہ وقفے وقفے سے الٹ پلٹ رہے تھے

نویان افندی کو سخت حیرت نے ان گھیرا۔۔۔میجر بابر عقابی نظر رکھتے ہیں یہ تو اس نے پہلے صرف سن رکھا تھا مگر اج دیکھ بھی لیا۔۔۔اس نے ان کی بات کا کوئی جواب نہی دیا تھا وہ خود یہی چاہتا تھا اس وقت وہ جس کشمکش میں مبتلا تھا اس سے چھٹکارے کے لئے یہی بہتر تھا کہ وہ کسی پر سکون جگہ پہ چلا جاتا اور گھر سے زیادہ پر سکون جگہ اسے اور کوئی نہی ہو سکتی

"اپ اب جاسکتے ہیں" انہوں نے سپاٹ لہجے میں کہا

"شکریہ سر" اس نے ممنون نگاہوں سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو وہ ہلکا سا مسکرائے۔۔۔وہ باہر نکل ایا

* * * *

دیا دے کو تم جو دل ایک تھا ملا
ہوتے لیے تیرے وہ تو ہوتے بھی ہزاروں

وہ بہت خوش تھا اور خوشی اس کے چہرے سے کرنوں کی طرح پھوٹ رہی تھی۔۔۔اسے دیکھنے کا اس سے ملنے کا احساس ہی اس قدر خوبصورت تھا کہ اس کے لب خود بخود مسکرا رہے تھے۔۔۔وہ گنگناتے ہوئے پیکنگ کر رہا تھا۔۔شاہ زر نے لیپ ٹاپ کی اسکرین سے سر اٹھا کہ اسے دیکھا۔۔۔وہ اج پھر سے خوش تھا بلکل پہلے کی طرح

"کب آو گے واپس" اس نے دوبارہ سے اپنی توجہ لیپ ٹاپ کی جانب کر لی اور سرسری سے انداز میں پوچھا

"ایک مہینے کی چھٹی ہے" وہ بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے بولا

"ہمممم۔۔۔۔سہی" شاہ زر نے ایک لمبا سا ہنکار بھرا

"اچھا سنو جلدی انے کی کوشش کرنا۔۔۔تمہیں پتہ نا میرا دل نہی لگتا تمہارے بغیر" شاہ زر نے افسردہ سے لہجے میں کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا

اس کا سیل فون بجنے لگا۔۔۔پاپا کالنگ کے الفاظ اسکرین پر جگمگا رہے تھے۔۔وہ کمرے سے باہر اگیا۔۔۔کال رسیو کر کہ فون کا سے لگا لیا

اج نا جانے کتنے دنوں بعد ان سے بات ہو رہی تھی۔۔۔۔وہ اسے کچھ پریشان لگے۔۔۔ان کا لہجہ بھی بھیگا بھیگا معلوم ہوا اس نے پوچھا مگر وہ ٹال گیے۔۔اس کا دل گھبرانے لگا۔۔۔کوئی بات تو تھی جو اس سے چھپائی جا رہی تھی۔۔۔۔

"کیا بات ہے پاپا پلیز بتائیں نا۔۔۔مجھے لگ رہا کہ کوئی بات ایسی ہے جو اپ مجھے نہی بتا رہے" اس نے دوبارہ پوچھا دل میں ایک انجانے سے خوف نے ڈھیرا ڈال لیا

"ہنی کا ایکسڈینٹ ہو گیا بیٹا۔۔۔وہ ائی سی یو میں ہے۔۔۔تمہاری پھوپھو کی طبیعت بھی ٹھیک نہی۔۔۔پلیز تم اجاو۔۔۔میں بہت اکیلا ہو گیا ہوں" بولتے بولتے ان کا لہجہ رندھ گیا جب کے وہ تو اپنی جگہ ساکت ہو کہ رہ گیا تھا دل بند ہونے کو تھا وہ اور بھی کچھ کہہ رہے تھے مگر اسے کچھ سنائی نہی دے رہا تھا۔۔۔۔۔

جاری ہے

جاری ہے آخری قسط دسمبر کے شمارے میں

کشمیر ھے جنت

کشمیر جنت نظیر اس کی وادیوں میں لہلہاتے سرو سمن خوشبو لٹاتے زعفرانی کھلیان . حسین نظارے .ہیں .پر ان سب سے بڑھ کر کشمیری عوام کا وہ جذبہ ھے جس کے اگے سب نظارے پھیکے ہیں کبھی غور سے دیکھا ھے ان کی آنکھوں میں چمکتی جرات ہمت ..ان کے چہرے پر دمکتی .عزم و شجاعت .زخمی چہرے پر سجی لازوال مسکراہٹ جو دشمن دیں کو پکار پکار کر کہتی ھے

دیکھو دشمنان دیں

ہم ہی ہیں وہ جن کے لیے اقبال نے فرمایا تھا

ے غازی ے تیرے پر سرار بندے

واقی ے پر سرار بندے ہیں جو قیام پاکستان سے اب تک غلامی میں ہیں . شہید ہو رہے ہیں لاکھوں زخمی ہوئے . بہنوں کی ردائیں لوٹیں گیں ..پر نہ ے جھکے نا بکے ..نا ان کے عزم و ہمت میں کمی ائی . آج بھی وہی حوصلہ ھے وہی جذبہ وہی دیوانگی ..سر دھڑ کی بازی اب بھی لگی ھے .اب بھی جان نثار کر رہے ہیں ...پاکستان میں رہ کر اس ملک کو لوٹنے والے .اس کی بنیادوں کو کھوکلا کرنے والوں .اس مٹی کا کھا کر ابیرون ملک عیش کرنے والے کرپٹ لوگوں .کچھ تو سبق سیکھا ہوتا ان مظلوم کشمیریوں سے جو اپنی اور تمہاری بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں ..وطن کے نام نہاد مخلص لوگوں کبھی سوچا ھے .ایک طرف سبز ہلالی پرچم کو جلانے والے .دوسری طرف اس کی حرمت پر سر کٹانے والے میرے کشمیری بھائی .کیا تمہارا ضمیر ملامت نہی کرتا جب ے نوجوان بچے بوڑھے .اس پرچم کو لہراتے ہیں .پاکستان زندہ باد کا نعرہ لگاتے ہیں ....اور ھدوستانی فوج کے غضب کا نشانہ بنتے ہیں ..جانے قربان کرتے ہیں .اور ہمارے ملک کے سیاستدان ٹھنڈے کمروں میں بیٹھ کر گرم گرم بیانات دیتے ہیں ....تصوریں بناتے ہیں اور

بھارت کو وارننگ دیدیتے ہہیں اور ان کا فرض ادا ہو جاتا ھے ..بھارت کہتا ھے کشمیر ہمارا اٹوٹ انگ ھے. کشمیر تمہارا اٹوٹ انگ ھے تبھی اس کو زخم زخم کر دیا ھے....پاکستان کے لوگ کہتے ہیں کشمیر ہماری شاہ رگ ھے ..تو مرے پیارے لوگوں شہ رگ ہی کٹ جائے گی تو زندہ کیسے رہو گے .. آج دشمن اس شہ رگ کو کاٹنے کے درپے ھے اور ہماری بقا اس کے سلامت رہنے میں ھے ...اب بھی وقت ھے چلو کے منزل بلا رہی ھے

ے سر بکف جو کھڑے ہیں تن کے

ے ہماری بقا کی خاطر لڑے ہیں جم کے

اب تقاضاے ملک ملت

سلامتی اور ندا ہے امت

کھڑے ہو جا کر صف اول

چلو کے منزل بلا رہی ھے....

فہمیدہ غوری

....

نام محمد تیمور خان

تحریر پچھتاوا.

احمد چوتھی کلاس میں پڑھتا تھا وہ ہر روز چھٹی کے بعد اپنے دوستوں کے ساتھ کرکٹ کھیلنے چلا جاتا تھا دو آدمی کی روز سے اس کا پیچھا کر رہے تھے آخر ایک دن انھوں نے احمد کو بلا کر اس سے سلام دعا کی اور پوچھا تم یہ کرکٹ کیوں کھیلتے ہو یہ کافروں ک کھیل ہے اللہ تعالیٰ نے تمھیں صحت دی ہے تم کتنے خوبصورت ہو ایسے کام کرو جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہو تم داڑھی رکھو اور یہ کافرون کا کھیل چھوڑ دو ایسے کام کرو جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہو گا اور تم جنت میں جاوگے کچھ دنوں بعد وہ دوبارہ آتے ہیں۔ تو احمد ان کے ساتھ چلا جاتا ہے اور اسے کہتے ہیں۔ ہماری کافروں سے جنگ ہے وہ ان کی باتوں میں آجاتا ہے کچھ دنوں بعد وہ اس کو ایک جگہ دھماکہ کرنے بھیجتے ہیں وہ تیار ہو جاتا ہے لیکن دھماکے والی جگہ پر پہنچ کر کیا دیکھتا ہے مسجد ہے وہ کہتا ہے کہ یہ مسجد ہے یہاں مسلمان نماز ہڑھتے ہیں میں دھماکہ نہیں کر سکتا اس کے ساتھی اسے کہتے ہیں۔ کافروں کا ساتھ دینے

والے کافر ہی ہوتے ہیں۔ تم ادھر دھماکہ کرو اور اس کے بدلے تمھیں جنت ملے گی احمد نہیں مانتا اور بھاگنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اس کے ساتھی اس کا پیچھا کرتے ہیں لیکن ان جے ہاتھ نہیں لگتا اور پولیس احمد کو پکڑ لیتی ہے وہ پولیس کو سب کچھ بتا دیتا ہے اور اپنے کیے پر بہت پچھتاتا ہے

....

افسانچہ

" بیان" از ماہوش طالب

"آج میں وہ سچ بیان کرنے آیا ہوں, جس نے برسوں تمہاری زندگی کو جہنم بنایے رکھا. اُس رات میں نے حقیقت معلوم ہونے کے باوجود اماں سے جھوٹ بولا کہ تم کزن کیساتھ باہر ہو, حالانکہ میں جانتا تھا تم سحری کی تیاری کر رہی ہو اور اماں گُھٹیا کی مریض اٹھ کر دیکھنے سے قاصر تھیں

تمہارے جانے کے بعد میں اور نیلم بھی کبھی خوش نہ رہ سکے, مجھے معاف کردو" وہ اپنی بیوی کی قبر پر آنسوؤں کا چھڑکاؤ کرتا رہا

....

گروی

کالو بھنگی کی زندگی میں اس وقت طوفان برپا ہو گیا جب اسکی اکلوتی بیٹی کو دمہ جیسی موزی بیماری نے آن گھیرا,

بڑی مشکل سے دو وقت کی روٹی کا انتظام ہوتا تھا اب اس بیماری نے اسکا ملنا بھی مشکل کر دیا تھا،

ایک چھوٹا سا ٹی وی پڑا تھا جو کوٹھی والے سیٹھ صاحب نے خوش ہی کر دیا تھا بڑی محنت کے بعد اسکو بیچ کہ ڈاکٹر کو چیک کروانے کے پیسے جمع ہوئے تھے.

ابھی کالو بھنگی پیسے لے کر گھر میں داخل ہی ہوا تھا کہ بیٹی کی طبعیت دوبارہ بگڑنے لگی،

جلدی سے ڈاکٹر کے پاس لے جایا گیا

ڈاکٹر نے چیک اپ کے بعد کچھ دوائیں لکھ کر دیں

اور ساتھ میں کہا !

اسکو ان ہیلر لگے گا .

کالو بھنگی دوا کا سن کر بہت پریشان ھو گیا اسکے پاس

جتنے پیسے تھے سب ڈاکٹر کے فیس پر خرچ ھو گی ئے

تھے ، دوسری طرف بیٹی کی طبعیت بہت زیادہ بگڑ

نے لگی تھی ، دونوں میاں بیوی سیٹھ صاحب کے

پاس روتے ہوے چلے گی ئے اور اپنی فریاد سنائی .

سیٹھ صاحب نے بڑی حقارت سے انکی طرف دیکھا

اور بولا !

پیسے ایسے نہی ملتے ہوتے کچھ گروی رکھنا پڑتا ہے ،

صاحب ہمارے پاس تو ایک پھوٹی کوڑی بھی نہی ہے

جو ہم آپ کے پاس گروی رکھ سکیں .

سیٹھ صاحب کی بیگم بڑی شیطانی مسکراہٹ کے

ساتھ بھنگی کی بی وی کی طرف دیکھتے ہوے کہا !

یہ جو تمہارے پیٹ میں بچہ ہے نہ اسکو گروی رکھ دو

!

کالو بھنگی اپنی بیٹی کی خاطر اپنے آنے والے بچے کو

پیدا ہونے سے پہلے غلام نہی بنانا چاہتا تھا ،

اسکی بیٹی مر گئی ،

لیکن کالو بھنگی کے ذہن میں یہ بات پختہ کر گئی ،"

" غریب کو بیمار نہی ہونا چاہیے بلکہ مر جانا چاہیے .

)از قلم وجاہت حسین(

....

مجھے ہے جس کی تمنا اگر وہ مل جائے

کبھی نہ ہاتھ دعا کے لیے اٹھائوں میں

عتیق سحر علیگڑھ

....

سنا ہے بہت ہی خون سستا ہے وہاں کا

اک بستی جیسے لوگ کشمیر کہتے ہیں

کشمیر 79 برسوں سے غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا

ہے۔ بھارت کے ظلم و ستم کے زیر ہے۔ بھارت کے

وزیر اعظم کا کہنا تھا کہ۔

ہم یقین دہانی کرواتے ہیں کہ جیسے ہی امن کی فضاء قائم ہو گی۔ہم اپنی تمام فوجیں کشمیر سے بکال لیں گے۔پھر یہ فیصلہ کشمیر کی عوام پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ بھارت یا پاکستان میں سے کس کا حصہ بننا چاہے گے۔

یہ بات وزیر اعظم صاحب کہہ کر یکسر فراموش کر گئے۔اور بھارتی عوام بھی۔اگر کشمیر کو رائے شماری کا حق دیا جائے تو بلاشبہ کشمیری عوام کا فیصلہ پاکستان کے حق میں ہی ہو گا۔

بھارت کے لاتعداد سپاہی کشمیری عوام پر مسلسل جبر و ظلم کر رہے ہیں۔ہر ہر طرح کا سخت رویہ اور جارحانہ انداز روا رکھا ہوا ہے۔کوئی بھی کشمیریوں کا پرستان حال نہیں۔کشمیریوں کی بہن بیٹی کی عصمت محفوظ نہیں۔بلاناغہ نجانے کتنے جوان۔بچے۔بوڑھے آزادی کے حصول کے لیے لڑتے لڑتے جام شہادت نوش فرمالیتے ہیں۔

کشمیری عوام تو جہد وجہد کرتے آرہے ہیں گزشتہ 79سالوں سے ظلم، جبر ،زیادتی، تشدد، کے خلاف لڑتے ہوئے اپنی قیمتی انمول جانوں کا نذرانہ پیش کرتے آرہے ہیں۔

سنا ہے بہت ہی خون سستا ہے وہاں کا

اک وادی جیسے کشمیر کہتے ہیں

بے گناہوں کا بے وجہ خون بہایا جاتا ہے۔ہماری حکومت ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی ہے۔سالوں سے بھارتی فوج نے کشمیریوں پر ظلم و ستم کی انتہا کی ہوئ ہے۔حکومت میں کسی نے بھی کوششیں نہ کی سنجیدگی سے کوئی اقدامات نہ کئے گئے۔کشمیر کو پاکستان کا حصہ نہ بنایا گیا،

جتنے بھی کشمیری آزادی کی جدوجہد حاصل کرنے کی لگن میں شہید ہو چکے ہیں۔ان کا نام تاریخ میں ہمیشہ جاوداں رہے گا۔

روزانہ شہید ہوتے کشمیری ہمت نہیں ہارتے۔روزانہ اپنے بھائی، بیٹے، کو سبز ہلالی پرچم میں لپیٹتے ہوئے کشمیریوں میں آزادی کا جذبہ شدت سے سر اٹھاتا ہے۔

یہی جذبہ آزادی کشمیریوں میں نئی امنگ و ترنگ بھر دیتا ہے۔

ہر پاکستانی کے دماغ میں یہ سوالات آتے ہیں۔

کشمیری عوام کب تک نہ حق شہید ہوتی رہے گی۔

کیا کوئی کشمیر کو بھارت کے شکنجے سے آزاد نہ کرا پائے گا۔کشمیر کی زمین کب تک اپنے باسیوں کا خون جذب کرتی رہے گی۔ کشمیر کی فضاؤں میں کب تک ماؤں۔ بہنوں۔ بچوں۔ کی سسکیاں اور آہیں گونجتی رہیں گئیں۔

مجھے اپنے رب العزت پر قوی یقین واعتماد ہیکہ کشمیر کی سرزمیں پر ان شاء اللہ بہت جلد آزادی کا سورج طلوع ہو گا،مایوسی،نہ امیدی کفر ہے۔اللہ پاک پاکستان کی پاک فوج۔پاک فضائیہ۔پاک بحریہ کی حفاظت فرمائے۔ دشمنوں سے ہمارے ملک کو محفوظ رکھے۔

ان شاء اللہ پاک بہت جلد اس مکالمے پر عمل درآمد ہو گا۔

وہ وقت دور نہیں۔

لے کر رہیں گے کشمیر

بن کر رہے گا پاکستان۔

کالم نگار

ریمانوررضوان

....

"

محبت اوس کی صورت"

اس کی ڈائری کے صفحات سوالوں سے بھرتے جا رہے تھے۔ ہر صفحے پر بنا ایک

"سوالیہ نشان؟"

کیوں لوگ دوسروں کی زندگیوں میں جھانکتے ہیں؟ کیوں انہیں جینے نہیں دیتے؟

کیوں ہمدردی سے کہے گئے جملوں میں کہیں تضحیک کہیں طنز چھپا ہوتا ہے؟

کیوں ایسی نظروں سے دیکھا جاتا ہے جو روح کو اندر تک چھید کے رکھ دیتیں ہیں؟

کتنے ہی صفحات ان انگنت سوالوں سے بھرے ہوئے ہوتے

جانے کیسی فرسٹریشن تھی جو ختم ہونے میں نہیں آرہی تھی

مگر اس فرسٹریشن میں بھی عبید کی محبت اس کے دل میں زندہ تھی تبھی تو جب بھی عبید آتا اسے لبوں پہ ایک سوال لئے منتظر پاتا!

"میرا قصور کیا تھا؟ کیوں مجھے یہ سزا ملی؟

کبھی چبھتے لہجے میں اسے زخمی کر دیتی "تمہیں تو مجھ سے کچھ نہیں پوچھنا؟"

وہ خاموشی سے سر جھکا لیتا وہ اسے دونوں ہاتھوں سے جھنجھوڑتی بولتی رہتی اور پھر کوئی جواب نہ پا کر تھک ہار کر قہقہے لگانے لگتی یا پھر ایک دم خاموش ہو جاتی اس کی خاموشی بھی اتنی گہری ہوتی کہ عبید کی آنکھوں میں نمی اتر آتی تھی۔

تبھی وہ اپنے نرم اور محبت بھرے لمس سے اسے پر سکون کرنے کی کوشش کرنے لگتا اور اپنے مخصوص دھیمے لہجے میں اسے بتاتا کہ وہ اب بھی اس کی زندگی ہے۔

اسے یقین تھا وہ جیئے گی ضرور جیئے گی زندگی کو تمام خوبصورتیوں اور رعنائیوں کے ساتھ۔۔۔

محبت یوں!

در دل پہ جب دستک دیتی ہے

وصل کی آس میں

زندگی کا چہرہ یوں!

نکھرتا جاتا ہے

کسی عروس کی صورت

"محبت اوس کی صورت"

عبید نے اس کی روح میں پیوست ایک ایک کانٹے کو اپنی پوروں سے چنا جس طرح سحر کے دھنک رنگوں میں پھولوں پہ بکھری اوس کے شفاف قطرے پھولوں کو تازگی اور تابناکی عطا کرتے ہیں بالکل اسی طرح عبید کی محبت نے عبیرہ کو ایسی

شفافیت بخشی کہ زندگی کے دھنک رنگوں نے اسے اپنے اندر سمیٹ لیا"

ارم فاطمہ

....

پرائیوٹ کالجز کے پروفیسرز بھی چند کاغذوں کے عوض اپنی عزت نفس و خودداری بھلائے بیٹھے ہیں۔بس سٹوڈنٹس کو رٹو طوطے بنا کر اپنے فرض سے سبکدوش ہوتے ہیں۔یہ بس ڈگری ہولڈرز کی کھپت تیار کر رہے ہیں۔بس ٹیچرز اپنے اپنے نصاب سے تیار کردہ لیکچرز دے دیتے ہیں۔یہ سوچتے ہی نہیں کہ وہ سکھا کیا رہے ہیں؟علم کی کیا روشنی پھیلا رہے ہیں؟اور ایسے فقط روزی کمانے والے ٹیچرز اس معاشرے کا کوئی بھلا نہیں کر سکتے۔
ڈگری حاصل کرنے کو ہی اپنا مقصدِ حیات سمجھنے والے پست ذہن ملکی تعمیروترقی میں کیا خاک حصہ لے سکیں گے؟ میں اعلی تعلیم حاصل کرنے کو غلط نہیں کہہ رہی ہوں بس سیکھنے و جاننے کے عمل پر سوال اٹھا رہی ہوں۔یہ لحہِ فکریہ ہے۔لحہِ فکریہ ہے ہمارے لئے کہ ہمیں اپنے مستقبل کو سنوارنا ہے یا اخلاق و کردار سے عاری مردہ ضمیر معاشرہ تشکیل دینا ہے؟
آج ہم طلباء کی تربیت سے پہلے ہمارے اساتذہ کی تربیت ضروری ہے۔ذرا نظر اٹھا کر دیکھئے ہمارے نبی کریم ﷺ معلم تھے۔بنی نوع انسان کے راہنما ہیں پر غور فرمایئے ان کا لقب "امی" تھا۔شیر خدا نے تو خود کو ایک لفظ سکھانے والے کو اپنا مالک قرار دے دیا۔خلیفہ ہارون الرشید کے بیٹے آپس میں استاد کی جوتی اٹھانے پر لڑتے ہیں کہ دونوں چاہتے ہیں کہ وہ اپنے استاد کی تکریم زیادہ سے زیادہ کر سکیں۔وہ استاد واقعی میں روحانی و علمی تربیت کرتے تھے۔بارِ امانت جانتے ہوئے اپنا علم منتقل کرنا اضل سمجھتے تھے۔
آج جس پستی کا شکار ہم ہیں اس کی وجہ واضح ہے۔اب یہ ہم پر ہے کہ اپنی بقاء کے لئے اپنا قبلہ درست کرنا ہے یا نہیں!

نوریہ مدثر....سیالکوٹ

اسکن پرابلم اوران کا حل

آج کل خواتین جس چیز کی وجہ سے پریشان رہتی ہیں،وہ ہے اسکن پرابلم کوئی ایکنی کی وجہ سے پریشان ہے کسی کو جلد خشک ہونے کی وجہ سے،کسی کو فیئرنس چاہئے کوئی چکنی جلد کی وجہ سے مسائل کا شکار ہے۔آج ہم آپ کو ان سب مسائل کا حل اور گھریلوں ٹوٹکوں سے اسکن کی دیکھ بھال کے بارے میں بتائیں گے۔سب سے پہلے اپنی چہرے کی دیکھ بھال کا خیال رکھیں۔صابن کا استعمال

کم سے کم کریں صابن کتنا ہی اچھا ہو اس میں کیمیکلز ضرور ہوتے ہیں جس کی وجہ سے آپ کی جلد مختلف مسائل کا شکار رہتی ہے آپ کوشش کریں کے کسی اچھی کمپنی کا فیس واش یوز کریں ضروری نہیں کہ فیس واش بہت مہنگا ہو بس کسی اچھی کمپنی کا ہو اور آپ کی اسکن کے مطابق ہو۔ آج کل ہر فیس واش ہر اسکن مثلاً ایکنی فیئرنس ،آئیلی ہر طرح کے دستیاب ہیں وہ آپ لیں جو آپ کے چہرے کو سوٹ کرتا ہو۔ اگر آپ کو ایکنی پرابلم ہے تو سب سے پہلے اپنا ٹاول الگ کریں کیونکہ آپ کی اسکن بہت سینسیٹو ہے تو جراثیم کا حملہ بہت جلد ہوتا ہے۔ اگر آپ کو بہت زیادہ ایکنی ہے تو آپ keymest 066 کریم استعمال کریں۔ دیسی علاج کے طور پہ ،اکاس بیل۔ سمندری جھاگ۔ روغن خمس، حسن یوسف۔ گل بابونہ ،ابٹن پیس کر عرق گلاب میں ملا کر چہرے پر لگائیں بہت آزمودہ نسخہ ہے۔ آج کل فورمولا کریم کا بہت رواج ہو گیا ہے ہر وقت ان کرمیوں کے ایڈ چل رہے ہوتے ہیں۔ یہ سب وقتی طور پر آپ کو گورا کرتی ہیں ان کے سائڈ فیکٹ بہت نقصان دہ ہیں۔ یہ کریم آپ ہر وقت استعمال کریں

اگر آپ نے کچھ عرصے کے لئے چھوڑ دیا تو آپ کا چہرہ پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو جائسے گا۔ اگر متواتر استعمال کیا تو کینسر کا بھی خطرہ ہے باجائے اس کے کہ آپ گورے ہونے کے لئے ان کریم کا استعمال کریں کوشش کریں جو آپ کی رنگت ہے اسی کو صحت منداور چمکدار بنائیں ویسے بھی آج کل گورا رنگ خوبصورتی کا معیار نہیں ہے بہت سی مشہور ماڈل ہیں جو گوری نہیں ہیں لیکن ان کی اسکن اتنی پرکشش ہے کہ وہ دنیا کی بیسٹ ماڈل ہیں تو آپ بھی احساس کمتری کا شکار ہونے کی بجائے اپنی اسکن کو نکھارے اس کے لئے زیادہ سے زیادہ پانی پیئیں ۔فریش جوس دودھ دہی کو اپنی خوراک کا لازمی حصہ بنائیں کچی سبزی سلاد کا استعمال کریں اگر پارلر نہیں جاسکتی تو گھر پر ہی ہلکا پھلکا فیشل کریں اگر آپ کی اسکن چکنی ہے تو پانی میں لیموں نچوڑیں اور اس کے کیوب جمادیں اس برف سے اپنے چہرے کا ٹکور کریں یہ عمل ہفتے میں ایک بار کیجئے۔ہاف لیموں لیں اس لیموں پر تھوڑی سی بالائی لگا کر ہلکے ہاتھ سے مساج کریں اس کے بعد ٹھنڈے پانی سے چہرہ دھولیں چہرہ کھل اٹھے گا۔خشک جلد کے لئے

بیسن میں بالائی عرق گلاب ملا کر ماسک بنا کر لگائیں خشک ہونے پر دھولیں۔ چکنی مٹی کا ماسک بھی اسی طریقے سے بنا کر لگائیں بہت سی خواتین کے چہرے پر چھائیاں ہوتی ہیں جو بہت عرصے تک ختم نہیں ہوتی اس کے لئے آپ مٹی کا کوئی بھی برتن لے لیں اس برتن پر تھوڑا سا پانی ڈالیں اور ایک بادام لے کر اس پر رگڑیں جب پیسٹ سا بن جائے تو یہ چھائیوں پر لگائیں بہت پرانہ اور آزمودہ ہے اور سب سے بڑی وجہ جی ہاں اسکن کی خرابی کی بہت بڑی وجہ ہاضمہ کی خرابی ہے۔ قبض گیس یہ سب آپ کے چہرے کے مسائل کی وجہ ہیں تو آپ اس کا بھی خیال رکھیں اگر آپ کو یہ مسئلہ ہے تو اس کا پراپر علاج کرائیں کیونکہ قبض ام امراض ہے۔ آپ ان باتوں پر عمل کر کے اپنے چہرے کو صحت منداور پر کشش بنا سکتی ہیں۔

فہمیدہ غوری

متوازن غزا۔ صحت کی علامت

اپنی صحت کا خیال رکھنے کا شوق تو سب کو ہے لیکن آپ نے کبھی یہ سوچا ہے کہ آپ نے اپنی صحت کا کتنا خیال رکھتے ہیں آپ صرف ضائقہ کی خاطر مرغن کھانوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ موٹاپے کو آواز دے رہے ہیں اور ایک بار موٹاپے کا مطلب ہزار بیماریاں، شوگر، بلڈ پریشر یہ سب موٹاپے کے ہی تحفے ہیں اب اس

سے بچاؤ کیسے ہو سب پہلے تو نہاری ،پائے، قورمہ، بریانی، پراٹھے، حلوے سے دوستی کم کریں کیونکہ قدرت نے بے بہا نعمتیں پھل اور سبزیوں کی شکل میں عنایت کی ہیں اس نعمت سے فائدہ اٹھائے دالوں میں بھی بہت غذائیت ہے اور چکنائی نہ ہونے کے برابر اناج میں فائبر ہے جو آپ کے کولیسٹرول کو کنٹرول میں رکھتا ہے کیا ایسا ہو سکتا ہے آپ موٹے بھی ہوں فٹ بھی سب سے پہلے آپ کی ایکٹوئیٹر متاثر ہوتی ہے اس مسئلے کا صرف ایک ہی حل ہے اپنی ڈائٹ کنٹرول کریں اور ایکسر سائز کریں موٹے لوگوں پر بیماریاں جلدی اٹیک کرتی ہیں عام موٹا شخص بھی شوگر بلڈ پریشر کا شکار ہو جاتا ہے۔ موٹے ہونے کا مطلب ہے فالتو چربی جسم کے مختلف حصوں میں جمع ہونا۔ سب سے پہلے پیٹ کے ارد گرد یہ چربی fatty acid خارج کرتی ہے۔ جو براہراست لیور کو اٹیک کرتا ہے اور انسولین کے نظام کو تباہ کر تا دیتا ہے اور گلوکوز پیدا نہیں ہوتا بلکہ انسولین زیادہ بنے لگتی ہے۔ اس کہ علاوہ زیادہ گلوکوز پیدا ہونے سے ہائی بلڈ پریشر ہائی بلڈ شوگر ہو جاتی ہے اور HDL میں کمی کا سبب بنتا

ہے۔ اس کی وجہ سے دیگر کئ امراض جنم لیتے ہیں ۔ موٹاپا کم کرنا کوئی مشکل نہیں دبلے ہونے کا طریقہ بہت آسان اکثر لوگوں کو تو یہ معلوم نہیں ہے کہ کتی کیلوریز حاصل کرنی ہے اور کتنی خرچ کرنی ہے اگر آپ کو علم ہو تو آپ کی زندگی میں ڈرامائی حیران کن تبدیلی آسکتی دبلے ہونے کے لیے یہ علم ہونا بہت ضروری ہے کہ آپ یہ جانتے ہوں کہ آپ کی کھانے پینے کی کس چیز میں زیازہ کیلوریز ہیں اور کس میں کم اگر موٹاپا کم کرنے کے لئے ڈائٹنگ کر رہے ہیں تو اور تب بھی آپ کا ویٹ کم نہیں ہو رہا ۔ پچھلے چند سالوں میں کھانے پینے کے معلومات میں بہت تبدیلی آئی ہے۔ ہم فاسٹ فوڈ کا بے جا استعمال کرنے لگے ہیں جس کے اثرات بچوں اور بڑوں سب میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ ہم جو غذا کھا رہے ہیں کیا وہ معیاری ہے اور ہم غذا کو صیح تناسب سے لے رہے ہیں ماہرین مشورہ دیتے ہیں کہ آپ کی خوراک میں کم از کم 25 فیصد سبزیاں ہونی چائیں اور دس10 سے 15 پرسنٹ پھل۔ اسکے بعد دودھ دہی چکن وغیرہ 10 پرسنٹ اس کے علاوہ مٹھائی تیل گھی وغیرہ کم سے کم ہوں۔

[8/21, 4:41 PM]سلام ے محبت : سب سے پہلے تو مٹاپے سے بچنے اور بیماریوں سے دور رہنے کے لئے متوازن غذا، ورزش کو اپنا معمول بنانا ہو گا اپنی زندگی میں تبدیلی لانی ہو گی ہلکی پھلکی ورزش بھی آپ کے اندر خوش گوار اثرات مرتب کرے گی۔ روزانہ واک کو معمول بنالیں روزانہ ایک گھنٹہ کافی ہے۔ بہت سے لوگ مختلف طریقوں سے ویٹ کم کیا ہو گا دوائیں کھائیں ہوں گی یا جم جاتے ہوں گے ۔اسی طریقوں کا اثر جتنی جلد ہو تا ہے لیکن یہ بہت نقصان دہ طریقہ ہے آپ اپنی صحت کے ساتھ نہ کھیلیں اور ان چیزوں پر بلکل عمل نہ کریں وہ طریقہ اپنائے جس سے وزن آہستہ آہستہ کم ہوتا ہے لیکن یہ ترکیب دیرپا ہے اپنی صحت کے خود ہی دشمن نہ بنیں ان اداروں سے آپ دبلے تو یقیناً ہوں گے لیکن ان طریقوں کو چھوڑتے ہی آپ پہلے کی طرح موٹے ہونا شروع ہو جائیں گے ۔پرانے زمانے میں فربہ ہونا صحت مندی کی علامت سمجھا جاتا تھا لیکن اس وقت خالص غذا دستیاب تھی لوگ محنتی اور جفاکش تھے آج کل نہ وہ غذائیں ہیں نہ ہم ایکٹو بہت سے لوگ یہ سوچ کر پریشان ہیں کہ ہم اتنے موٹے کیوں ہیں آج کل تو مرد خواتین سب ہی اسی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ آج کل تو وزن بڑھنا عام سی بات ہے زیادہ کھانا مرغن کھانا ورزش نہ کرنا توانائی جسم میں زرخیز ہو کر موٹاپے کا سبب بنتی ہے وزن کم کرنے والی دوائیں آپ کے دماغ پر افیکٹ کرتی ہیں اور اگر کوئی بیماری ہے مثلاً شوگر بلڈ پریشر تو یہ اور بھی خطرناک ہو جاتی ہیں ساری زندگی آپ ان دواؤں کے محتاج ہو جاتے ہیں ماہرین کہتے ہیں کہ اپنی خوراک کا مکمل خیال رکھیں جو بھی کھائیں متوازن اور صحت بخش ہوں ۔بہت سی کمپنیوں کی طرف سے اشتہارات شائع ہو رہے ہیں چند ہفتوں کی گارنٹی کے ساتھ مٹاپا کم کیجیئے اکثر اس میں تو اجزا بھی نہیں لکھے جاتے۔ ان میڈیسن میں ایسے بہت سے اجزا شامل ہوتے ہیں جو صحت کے لئے ٹھیک نہیں اگر یہ دوائیں مسلسل استعمال کی جائے تو یہ آپ کے جسم کے نظام کو بگاڑ کے رکھ دیتی ہے اور ان کاری ایکشن بھی ہو سکتا ہے سب سے پہلے تو آپ یہ دیکھئے کہ یہ ادویات آپ کے لئے سوٹ ایبل ہیں بھی یا نہیں اور اس ماحول میں موافق ہیں جس میں آپ میں زندگی

گزار رہے ہیں ان ادویات سے سائڈ افیکٹ بھی ہوتے ہیں مثلاً نیند کی ڈائریاموں کا خشک ہو جانا گوشت میں سب سے زیادہ چکنائی کا غصہ ہے تو گوشت کا استعمال کم سے کم کریں دودھ میں بھی پروٹین بہت زیادہ ہوتی ہے دودھ آپ بالائی نکال کر استعمال کریں مکھن کے بجائے ماجرین بہترین ہے گھی کے بجائے ویجیٹیبل آئل استعمال کریں آج کل لوگوں میں آگہی بڑھتی جارہی ہے جو کہ اچھی بات ہے کہ ہمیں علم ہے کہ ہمارے لئے کیا اچھا ہے اور کیا برا۔زیادہ سے زیادہ سبزیاں استعمال کریں سبزی بنانے سے پہلے ہلکا سا بوائل کرلیں تو آئل کم لگے گا اور سبزی بھی مزے دار بنے گی۔سلاد بنا کے کھائیں۔کھیرا،شلجم،چقندر ٹماٹر،گوبھی کیوب میں کاٹ لیں اس میں نمک کالی مرچ لیموں مکس کریں اور فرج میں رکھ دیں۔سارادن جب بھی بھوک لگے تو یہ سلاد کھائیں۔ویٹ کم کرنے کے لئے سویابین کا آئل بہت ماون ثابت ہوتا ہے اس 63 پرسنٹ pufa 21 پرسنٹ mufa شامل ہوتا ہے جو کولیسٹرول کو کنٹرول میں رکھتا ہے اس سے آپ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ تیل کتنا مفید ہے۔کارن

آئل بھی بہت مناسب متوازن ہے اس تیل کے استعمال سے آپ کا دل صحت مند رہتا ہے یہ تیل آپ دو تین بار ریوز کرسکتے ہیں ہر بار قابل استعمال ہے اور کھانا بھی مزے دار بنتا ہے اس میں بنتا ہے اس میں وٹامن E شامل ہے جو زہنی ڈپریشن کو کم کرتا ہے۔یہ تیل سب سے زیادہ دور ہضم ہے اور یہ تیل کافی دن تک خراب نہیں ہوتا۔سرسوں کا تیل ہمارے کھانوں میں سب سے زیادہ استعمال ہوتا ہے اور بہت مفید ہے لیکن آج کل یہ تیل بھی خالص نہیں ملتا اور اد مختلف تیل شامل کئے جاتے ہیں جو صحت کے لئے نقصان دہ ہیں۔کھانے سے پہلے اگر تھوڑا سا سلاد یا کوئی فروٹ کھالیں تو آپ کی بھوک کم ہوجائے گی اور آپ کھانا کم کھائیں گے ۔وزن کم کرنے میں آپ کا بہترین دوست اسپغول ہے۔کھانے سے پہلے یا نہار منہ۔رات کو سوتے وقت ایک چمچ اسپغول کسی بھی جوس یا شیک میں ملا کر پی لیں اس سے آپ کا میدہ فعال ہوگا اور خون بھی صاف ہوگا اور بھوک کم لگے گی اور کمزوری بھی نہیں ہوگی۔چکن اور فش کو زیادہ تر اسٹیم کریں۔ اسٹیم کیا ہوا چکن، فش بہت مزے دار ہوتا ہے تو

کرنا ہے نہ آج سے اپنی صحت کا خیال۔

فہمیدہ غوری

داستان دل ڈائجسٹ کے بارے مکمل معلومات کے لیے 03225494228 واٹس اپ پر کسی بھی وقت کال مسیج کر کے معلومات لے سکتے ہیں اس کے علاوہ داستان دل کی نیو اپ ڈیٹ سب واٹس اپ ممبر کو انبکس کی جاتی ہے اس لیے ہمیں آپ واٹس اپ پر لازمی جوائن کریں اور اپنی تحریریں بھی واٹس اپ پر سینڈ کر سکتے ہیں شکریہ ایڈیٹر

ساہیوال کے عظیم نعت خوان بدلرزاق فریدی سے ملاقات

السلام علیکم محترم ..کیسے ہیں آپ؟

وعلیکم سلام..میرا نام عبدلرزاق فریدی ھے اور میں نعت خواں ہوں.

کچھ اپنے بارے میں بتایئے..

فیملی سے متعلق بتایئے..

فیملی میں امی ابو ایک چھوٹا بھائی اور میں ہوں بس.

آپ کی تعلیم ؟ اور آج کل آپ کی مصروفیات کیا ہیں...؟

بی ایس آئی ٹی کر رہا ہوں.

پہلی بار نعت خوانی کب کی؟

بچپن سے ہی شوق تھا نعت پڑھنے کا .اور پہلی بار تیسری کلاس میں نعتیہ مقابلے میں حصہ لیا اور فرسٹ پوزیشن حاصل کی

آج کل معاشرے میں لوگ سر سنگیت کا رجحان رکھتے ہین ... خصوصا ہماری نوجوان نسل ...تو آپ نعت خوانی طرف کیسے روبہ مائل ہوئے؟

سر سنگیت اپنی جگہ پر مجھے نعت خوانی پسند ہے کیوں کے نعت پڑھ کے قلبی سکون ملتا ہے.

نعت پڑھتے جو مخصوص کیفیت طاری ہوتی ہے ..وہ حواس خمسہ کا کمال ہے یا انسانی کوشش؟ انسانی عقیدت؟

جی انسانی عقیدت ہے، انسان جسے اللہ پاک عطا کرے.

نعت خوانی مصطفی صل اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت و عقیدت کا اظہار ہے .تو نعت خواں کو کن اصولوں کی پاسداری کرنی چاہئیے؟.جی میں کسی اور نعت خواں کی بات نا کرتے ہوئے صرف اپنی بات کرتا کہ جب میں پڑھتا ہوں تو ذہن گنبد خضری اور دل حضور s.a.w.w کی یاد رکھ کر پڑھتا ہوں

کونسا کلام پڑھنا سب سے زیادہ پسند ہے؟

یا اب تک آپ کا سب سے زیادہ پڑھا گیا کلام؟

"سب سے پہلے مشیعت کے انوار سے نقش روئے محمد بنایا گیا "یے کلام مجھے بہت پسند ہے

ما شاء اللہ بہت خوب ...

کیا کوئی اور فیملی ممبر بھی نعت خواں ہے؟

نہیں پوری فیملی میں کیا وراثت میں کوئی اور نعت خواں نہیں سوائے میرے،اور یے توفیق مجھے اللہ پاک نے بخشی، میں سمجھتا ہی نہیں بلکہ یقین کرتا ہوں اس بات پے کہ نعت وہی پڑھتا ہے جس پے کے نعت وہی پڑھتا ہے جس پے اللہ اور اس کے رسول صلیٰ اللہ علیہ و الہ وسلم کا کرم ہو.

مستقبل میں کیا ارادے ہیں؟ کیا کسی ٹی وی چینل سے نعت خوانی کے لئے آفر ہوئی؟

جی بلکل.

اپ سے بھی دعاوں کی درخواست ہے.

تو آپ کا کیا ارادہ ہے ٹی وی چینل پہ آئیں گے یا نہیں؟

جی بلکل ان شآء اللہ

ماشاء اللہ بالکل یہ اللہ کا کرم ہے ..تو آپ اپنی محمد رسول صل اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت کا اظہار نثریہ انداز میں کن الفاظ کا چناو کرتے ہوئے کریں گے...؟

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے مگر
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نا ہوا تھا.

آج تک کتنی محفلوں میں دربار نعت سجایا آپ نے؟

بے شمار

دعا پر کتنا یقین رکھتے ہیں؟

جی بہت ذیادہ ہے کیوں کے اللہ پاک نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ جو مجھ سے دعا نہیں مانگتا میں اس سے ناراض ہوں.

تقدیر پر یقین ہے یا محنت پہ بھروسہ؟

انسان کی اپنی محنت بھی ہے اور تقدیر کا بھی کردار ہے .محنت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا.

مزاج کے کیسے ہیں آپ؟

میں انتہائی کول (cool) مزاج ہوں

کوئی ایسا سوال جسے لوگوں سے سن کر غصہ آتا ہو..؟

نہیں ایسا ابھی تک کوئی سوال نہیں.

زندگی کے بارے میں آپ کا کیا فلسفہ ہے..؟

زندگی خدا کی دی ہوئی بہت بڑی نعمت ہے، ہر انسان کو اسکی قدر کرنی چاہیے.

آپ کی وہ خوبی جو آپ کو پسند ہو؟

خوبی وہ ہوتی ہے جسے آپ میں دیکھ کے دوسرے لوگ تعریف کریں، خود سے انسان خوبی نہیں بنا سکتا.

آہاں ...خامی ڈھونڈنا تو آسان سی بات ہے ... آپ کی خامی جسے آپ دور کرنا چاہتے ہوں..؟

خامیاں تو ہر انسان میں ہوتی ہے.

وقت کے کتنے پابند ہیں..؟

بہت زیادہ جی .وقت کی پابندی پے بہت انعام بھی جیتے.

نعت سننے اور پڑھنے کے آداب کیا ہونے چاہئیں..؟

میرا یقین ہے کے با وضو ہونا لازمی ہے.

قارئین کو کوئی نصیحت یا پیغام دینا چاہیں؟

قارئین کے لیے میری دل سے دعا ہے کے ہمیشہ خوش رہیں.

اوکے بہت بہت شکریہ محترم آپ نے اپنا قیمتی وقت کا قیمتی حصہ ہمارے شمارے داستان دل کے لئے نکالا...

سپاس گزار

فاطمہ عبدالخالق

تعاون ندیم عباس

خدا حافظ.

شکریہ.

انتخاب اقوال انچارج: علی رضا

اقوال زریں خود کے لکھے گئے اقوال

انچارج: علی رضا

1۔دل کو فتح کرنے کے لیے بہترین کردار کی ضرورت ہوتی ہے۔
2۔ہم اللہ تعالی کی ایک بھی نہیں مانتے، لیکن وہ پھر بھی ہمیں نوازے چلا جارہا ہے، نوازے چلا جارہا ہے
)از: میاں صداقت علی ساجد(

1۔ہر رشتہ اپنے اندر ایک نرم احساس رکھتا ہے۔یہ ضروری ہے کہ اسے عزت، محبت اور خیال سے اپنے اندر زندہ کیا جائے۔
2۔حسن کو نظر سے دیکھا جاتا ہے خوبصورتی کو محسوس کیا جاتا ہے آپ کا احساس اگر کسی بات کو دل سے قبول کرتا ہے تو وہ چاہے حسین نہ ہو پھر بھی خوبصورت ہے۔
3۔خوشیوں کی تتلیوں کو چند لمحے بھی اپنی گرفت میں لے لو تو کچھ رنگ مسکراہٹوں کے چہرے پر ضرور بکھر جائیں گے ۔
)از: ارم فاطمہ(

1۔سکوں کی پہلی ساتھی خاموشی ہوتی ہے اور ہر انسان اپنی اس ساتھی سے بہت محبت کرتا ہے خاموشی ہمیں اپنے آپ کو تنہائی میں جانچنے کا موقع فراہم کرتی ہے کیوں کہ خاموشی کی بھی اپنی زبان ہوتی ہے قدرت کی فطرت درخت پھول پتے شبنم کے ننھے قطرے بھی خاموشی کی ایک زبان رکھتے ہیں۔
2۔تعلیم محتاج ہے تربیت کی اور عبادت بے کار ہے اخلاق کے لیکن افسوس لوگ تعلیم کو تو اہمیت دیتے ہیں تربیت کو پس پشت ڈال دیا ہے اسی طرح لوگ اخلاق سے بے خبر عبادت میں مشغول یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالی نے حقوق العباد کو بھی بہت اہمیت دی ہے۔
)از: مسکان(

1۔محبت کی زمیں اتنی وسیع ہوتی ہے کہ اپنے اندر لاکھوں دلوں کو سمو لیتی ہے۔

2۔رشتوں میں محبت خلوص اور اپنائیت ناپید ہوجائے تو رشتے صرف بوجھ بن جاتے ہیں۔

)از:کشف بلوچ(

1۔نیکی کو جتا کر اسے رائیگاں نہ کرو نیکی کو عام کرو۔

(از:لبنیٰ غزل(

1۔زندگی اذیت ناک تب لگتی ہے جب طویل عرصہ ایک ہی حالت میں چاہے وہ کوئی بیماری ہو یا مفلسی ہو یا کوئی آس امید۔

2۔محبت میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ انسان کا حوصلہ اور ظرف بڑھا دیتی ہے۔

)از:مسکان شہزاد(

1۔مسکراہٹ کا تحفہ ان لوگوں کو ضرور دینا جو زندگی سے بہت مایوس ہو چکے ہوں۔

2۔الفاظ خوبصورت تب بھی ہو جاتے ہیں جب بولنے والا اپنے اخلاق کی نرمی سے ان کو خوبصورت بناتا ہے۔

)از:زلقدر فاطمہ،ہارون آباد(

1۔دعا اس خوبصورت احساس کا نام ہے کہ آپ دکھ میں اکیلے نہیں ہیں رب کی ذات آپ کے ساتھ ہے۔

2۔خواب دیکھنے والوں کو یہ بات یادرکھنی چاہیے کہ کبھی کبھی ان کو تعبیر دینے کے لیے عمر بھر جاگنا پڑتا ہے۔

3۔عقل مند ہیں وہ لوگ جو پہلے موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہیں کیونکہ زندگی بہت کم لوگوں کو دوسرا موقع دیتی ہے۔

)از:ناہید اختر بلوچ(

1۔دوسروں کو راستہ بتانے والے بہت سے لوگ منزلوں کو ترستے ہیں۔

2۔درد انسان کو سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

3۔وقت ہمارا بہترین استاد ہے۔

)ملائکہ خان،راولپنڈی(

1۔دنیا اگر ہاتھ سے نکل جائے تو بندہ غریب ہو جاتا ہے اگر یہی دنیا دل سے نکل جائے تو بندہ ولی ہو جاتا ہے

2۔کسی کے دل سے اپنا دل مت لگاؤ کیونکہ دل بدل جاتے ہیں۔دل لگانا ہے تو اللہ سے لگاؤ کیونکہ اللہ

کسی طرح نہیں بدلتا بلکہ دل میں بس جاتا ہے

)از: ماریہ احسان(

1۔محبت آبِ حیات ہے جس کا ایک ایک گھونٹ حیات جاوداں بخشتا ہے۔

2۔محبت دل کی شاخ پر لگا وہ گلاب ہے جیسے جیسے سوکھتا جاتا ہے خوشبو بڑھتی جاتی ہے۔

)از: مدیحہ نور مہک(

1۔ مخلص بننا مشکل ضرور ہے مگر ناممکن نہیں ہے۔

2۔کسی کو کم تر کہنے کی بجائے اس کی پوشیدہ خوبیوں کو ابھار کر سراہنا ہی انسانیت کا شیوہ ہے۔

)از:فاطمہ عبدالخالق(

1۔آپ بریانی ہیں تو بریانی رہیں مگر دوسروں کو دال چاول مت سمجھیں۔

)حماد ظفر ہادی(

1۔کچھ لوگوں کی زندگی میں صبح تو ہو جاتی ہے لیکن رات کا اندھیرا نہیں چھٹتا۔

2۔زندگی میں اصل مشکلات تب آتی ہیں جب ہم اپنی زندگی نہیں اپنے خواب جینا چاہتے ہیں۔

3۔میں مسکراتے چہروں کو بہت عقیدت سے دیکھتی ہوں کہ جانے اس مسکان کے پیچھے کتنا درد چھپا ہو۔

)از:نائمہ غزل(

1۔یادیں تلخ ہوں یا شیریں انسان کی زندگی کا قیمتی سرمایہ ہوتی ہیں۔

2۔جو شخص دوسروں کے تجربات سے سبق حاصل نہیں کرتا اسے زندگی خوب آزماتی ہے۔

)از:رضوانہ صدیقی(

1۔دوستوں کو کھو دینا غریب الوطنی ہے(حضرت علیؓ(

2۔تھوڑا دینے سے شرماؤ نہیں کیونکہ خالی ہاتھ پھیرنا تو اس سے بھی گری ہوئی بات ہے۔(حضرت علیؓ(

3۔دنیا میں سب سے مشکل کام اپنی اصلاح کرنا اور آسان کام دوسروں پر تنقید کرنا(حضرت علیؓ(

انتخاب(سجاد شبیر، بھکر سٹی(

1۔ درد وہ ہوتا ہے جو دوسروں کو دیکھ کر ہوتا ہو ورنہ اپنا درد تو جانور بھی محسوس کرتے ہیں (اشفاق احمد (

2۔ ایک مدت حالات میں تبدیلی پیدا نہ ہو تو انسان کی طبیعت پتھریلی ہو جاتی ہے۔ (بانو قدسیہ (

3۔ ہم ہر حالت سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں ہم صرف انسانوں سے سمجھوتہ نہیں کرتے (واصف علی واصف (

انتخاب (نوریہ مدثر، سیالکوٹ (

1۔ قرآن اور نماز یہ دو وہ چیزیں ہے جو ہر انسان کو اپنے لئے خود ہی کرنا ہوتی ہے یہ کبھی کوئی دوسرا آپ کے لیے نہیں کر سکتا (ناول: جنت کے پتے از: نمرہ احمد (

2۔ کبھی پتھر کی ٹھوکر سے بھی آتی نہیں خراش کبھی ذرا سی بات سے انسان بکھر جاتا ہے

3۔ جو قیمتی چیزیں بن مانگے مل جائیں بد قسمتی سے ہم انہیں قیمتی کے زمرے میں رکھتے ہی نہیں۔

انتخاب (صبیحہ شفیق: فیصل آباد (

پسندیدہ اشعار انچارج عامر صغیر / تحریم چوہدری

عامر صغیر(ساہیوال)

دل سے بس اِک بات کہہ دیجیو

دل کا چاہا ہوا، نہیں ہوتا

شاعر:جون ایلیا

عامر صغیر(ساہیوال)

لکھا ہے دل، کتاب کی صورت

ورنہ شاعری کا کچھ شوق نہیں

شاعر:عامر صغیر

عامر صغیر(ساہیوال)

تجھ کو لاجواب کرنے کے آخری لمحات سے ذرا پہلے

میں ایسی چال چلوں گا جس سے تیری جیت یقینی ہو

شاعر:عامر صغیر

ارجمند قریشی(ساہیوال)

مزہ آتا ہے محبت میں پل پل جینے کا مگر

ایک نام محبت کا فنا ہونا بھی ہے

شاعر:عامر صغیر

عبدالرحمان(ساہیوال)

شکنجے ٹوٹ گ ئے ، "زخم" بدحواس ہوئے

ستم کی حد ہے کہ اہل ستم اداس ہوئے

شاعر:شہزاد قیس

عبدالرحمان(ساہیوال)

یہ پاس وضع تھا کہ انا الحق نہ کہہ سکے

اہل زباں تھے ہم بھی مگر بے زباں رہے

شاعر:نامعلوم

وھاب(ملتان)

جو بھی آتا ہے بتاتا ہے نیا کوئی علاج

بٹ نہ جائے ترا بیمار_ مسیحاؤں میں

شاعر:نامعلوم

وقار احمد(پاکپتن)

جو سود خور ہیں،،،،بہتر ہے وہ کنارہ کریں

یہ کارِ عشق ہے،اِس میں خسارہ کافی ہے

شاعر:نامعلوم

وسیم انجم(ساہیوال)

اک تو تو خواب لئے پھرتا تھے گلیوں گلیوں

اس پہ تکرار بھی کرتا تھے خریدار کے ساتھ

شاعر:نامعلوم

زعیم انجم(ساہیوال)

ابھی کچھ دیر میں محسن وہ پتھر ٹوٹ جائے گا

میں اس کی سرد مہری پہ محبت مار آیا ہوں

شاعر:نامعلوم

عایشہ(حیدرآباد)

امید وصل نے دھوکے دیئے ہیں اس قدر حسرت

کہ اس کافر کی 'ہاں' بھی اب 'نہیں' معلوم ہوتی ہے

شاعر:نامعلوم

حامد(ساہیوال)

رسوائیوں کا خوف ہے ورنہ،خواہش ہے

تم میرے ہو،ہر جگہ یہ خبر ٹھہرے

شاعر:نامعلوم

زاہد(ساہیوال)

مِلے تو ٹُوٹ کے روئے نہ کُھل کے باتیں کیں

کہ جیسے اب کہ دلوں میں کدُورتیں تھیں بہت

شاعر:نامعلوم

فہیم انجم(ساہیوال)

آساں نہیں تھا تجھ سے جدائی کا فیصلہ

پر مستقل وصال کی وحشت عجیب تھی

شاعر:نامعلوم

اقرا علی (ساہیوال)

دل کے زخموں کا کیا کریں صاحب

ان سے برسوں کی آشنائی ہے

شاعر: نامعلوم

نعمان عابد (ساہیوال)

ہمارے عجز سے دھوکا نہ کھائے ہر گز

غرورِ حسن کا ہم احترام کرتے ہیں

ہمارے لفظ کے جادو کا کوئی توڑ نہیں

سکوتِ لب سے بھی اکثر کلام کرتے ہیں

شاعر: نامعلوم

ابصار (ساہیوال)

اس کی آنکھوں کو کبھی غور سے دیکھا ھے فراز

رونے والوں کی طرح جاگنے والوں جیسی

شاعر: فراز

افشاں (ساہیوال)

نغمہ عشق سناتا ہوں میں اس شان کیساتھ

رقص کرتا ہے زمانہ میرے وجدان کیساتھ

شاعر: نامعلوم

محمد حارث (دبئی)

شکستہ دل ہیں، انہیں حادثے کا مت کہنا

بس ایک پھول اٹھانا، اسے مسل دینا

شاعر: نامعلوم

سفیار حمان (پشاور)

نہیں معلوم کیا سازش ہے دل کی

کہ خود ہی مات کھائی جا رہی ہے

شاعر: نامعلوم

محمد علی (پاکپتن)

کیسے عجیب لوگ ہیں غمناک بھی نہیں

یوں رائگاں ہوئے ہیں کہ ادراک بھی نہیں

شاعر:نامعلوم

عابدہ(کراچی)

مانا کہ ایک دوست نے رستہ بدل لیا

ہے سانحہ پر اتنا المناک بھی نہیں

شاعر:نامعلوم

دیبا(لاہور)

وہ گاؤں کا اک ضعیف دہقاں سڑک کے بننے پہ کیوں خفا تھا

جب اس کے بچے جو شہر جاکر کبھی نہ لوٹے تو لوگ سمجھے

شاعر:نامعلوم

ارسل(لاہور)

یہ احتجاج کا لہجہ نہیں بغاوت ہے

لکھے کو آگ لگا دی قلم کو توڑ دیا

شاعر:نامعلوم

مریم(فیصل آباد)

وہ کیا ہیں آج اُن کے فرشتے بھی آئیں گے

وعدے کی شب نہیں ھے یہ دِن ھے حساب کا

شاعر: قمر جلالپوری

اقرہ امجد(سانگھڑ)

یہ تو اس کا ھی کرش۔۔مہ ھے فسوں ھے یوں ھے

کہنے کو سبھی کہتے ھیں یوں ھے یوں ھے

شاعر:نامعلوم

ارم شوقت(دیپالپور)

خود کو کھودا تو تیری یاد کے کھنڈر نکلے

جانے والے تیرے ٹکڑے مرے اندر نکلے

شاعر:نامعلوم

ارھم(ساہیوال)

کیسے کاٹیں گے وہ راتیں وہ انتظار کے دن

آج ان کے ہی خیالوں میں جاکے دیکھیں گے

شاعر:نامعلوم

انم احمد (کراچی)

آنکھوں کو انتظار کے لمحات سونپ کر

نیندیں بھی کوئی لے گیا اپنے سفر کے

شاعر: نامعلوم

ارسلان (ساہیوال)

اس وقت انتظار کا عالم نہ پوچھیے

جب کہہ رہا ہو کوئی کہ بس آرہا ہوں

شاعر: نامعلوم

ذیشان (ساہوال)

مانا کہ پر فریب ہے وعدہ ترا مگر

کرتے ہیں انتظار بڑے اعتبار سے

شاعر: نامعلوم

وقاص (اسلام آباد)

بہت دیر سے کوئی ہچکی نہیں آئی

بھولنے والوں کی خدا خیر کرے

شاعر: نامعلوم

ماریہ مجید (واہ کینٹ)

تمہیں یاد کرنے سے پہلے میں نہیں جانتی تھی

کہ یاد کتنی تکلیف دیتی ہے

شاعر: نامعلوم

سیدہ طاہرہ بتول (کراچی)

تم یاد نہ کر کے بھی اچھے لگتے ہو

خدا جانے تم یاد کرتے تو کیا ہوتا

شاعر: نامعلوم

ہما عامر (کراچی)----

تیری مجبوریاں درست ہیں مگر

تیرا وعدہ تھا ہمشہ یاد رکھنے کا

شاعر: نامعلوم

کنزہ (نورپور)----

جب کبھی تجھے میری یاد آئے چلے آنا

اک دفعہ کھلے دل کے دروازے بند نہیں ہوتے

شاعر:نامعلوم

کنزہ علی(ساہیوال)----

وہ جس کی یاد میں ہم پل پل جی رہے ہیں

ہمیں وہ سوچتا بھی ہو یہ ضروری تو نہیں

شاعر:نامعلوم

رمشا احمد(صادق آباد)----

رات بھر جلتا رہا یہ دل کسی کی یاد میں

سمجھ نہیں آتا درد پیار کرنے سے ہوتا ہے یا یاد کرنے سے

شاعر:نامعلوم

رامین(اسلام آباد)

بے خبر ہو میری یاد سے زرا سوچو تو سہی

تعلق فرصت کے نہیں توجہ کے محتاج ہوتے ہیں

شاعر:نامعلوم

طاہر عباس(ساہیوال)

توڑ دو نہ وہ قسم جو کھائی ہے

کبھی کبھی یاد کر لینے میں کیا برائی ہے

شاعر:نامعلوم

عمیر(ساہوال)----

تیرا یاد علاج غم ہے

سوچ تیرا مقام کیا ہو گا؟؟؟

شاعر:نامعلوم

عبدالرحمان(ساہیوال)----

آرزو ہونی چاہیے کسی کو یاد کرنے کی

لمحے تو اپنے آپ مل جاتے ہیں

شاعر:نامعلوم

اللہ دتہ(اوکاڑہ)

آرزو یہ کہ اظہار محبت کر لوں

الفاظ چنتی ہوں تو لمحات بدل جاتے ہیں

شاعر:نامعلوم

اسامہ (کراچی)----

تمہیں تو آرزو تھی حال میرا بد سے بدتر ہو

وہ دن آیا تو کیوں کہہ دیا دیکھا نہیں جاتا

شاعر: نامعلوم

نرمین (لاہور)--------

ہار ہی جاؤں گا ایک دن شکست آرزو ہو کر آزاد

گونج اٹھیں گی جس روز تیرے در پہ شہنائیاں

شاعر: نامعلوم

اسامہ احمد (ساہیوال)

اک جنوں بے معنی اک یقین لا حاصل

کیا ملا ہمیں محسن اس کی آرزو کر کے

شاعر: نامعلوم

فخر عثمان (ساہیوال)----

یہ آرزو تھی میری رہ گزر سے کبھی وہ گزرے

میں راہ تکتی رہی اور عمر تمام ہوئی

شاعر: نامعلوم

مریم (ساہیوال)

قسمت سے ملتے ہیں زندگی میں رنج و غم

آرزو ہو تو بچھڑتے نہیں دلوں میں رہنے والے

شاعر: نامعلوم

اسامہ احمد (ساہیوال)

ملوں گا خاک میں اک روز بیج کی مانند

فنا پکار رہی ہے ___ مجھے بقا کیلئے

شاعر: نامعلوم

عادل اکرم (جانیوال)

کوئی ہم نفس نہیں ہے کوئی راز داں نہیں ہے

فقط ایک دل تھا اپنا سو وہ مہرباں نہیں ہے

شاعر: مصطفٰی زیدی

محسن (ساہیوال)

باقی ہے لہو دل میں تو ہر اشک سے پیدا

رنگِ لب ورخسارِ صنم کرتے رہیں گے

شاعر: فیض احمد فیض

ملک حمزہ (ساہیوال)

یہی دِل تھا کہ ترستا تھا مراسم کے لیے

اب یہی ترکِ تعلق کے بہانے مانگے

شاعر: فراز احمد فراز

سلمان (ساہیوال)

مسکرانے سے میرا درد چھپا رہتا ہے

اک پردہ سازمانے سے بنا رہتا ہے

شاعر: درد

نعمان (ساہیوال)

ہونٹوں پہ کبھی ان کے میرا نام ہی آئے

آئے تو سہی، برسرِ الزام ہی آئے

شاعر: نامعلوم

فاطمہ (ساہیوال)

سو بار چمن مہکا سو بار بہار آئی

دنیا کی وہی رونق دل کی وہی تنہائی

دیکھے ہیں بہت ہم نے ہنگامے محبت کے

آغاز بھی رُسوائی، انجام بھی رُسوائی

شاعر: نامعلوم

ساجد محمود (عارف والا)

جانے کب گُم ہوا کہاں کھویا؟

ایک آنسو چھپا کے رکھا تھا۔

بلال (ساہیوال)

اچھا خاصا بیٹھے بیٹھے گم ہو جاتا ہوں۔۔

میں میں نہیں رہتا تم ہو جاتا ہوں

سعدیہ (ساہیوال)

آتی ہے چاہتوں کی کہانی پہ اب ہنسی

تم سے بچھڑ کے سوچ کے رخ بھی بدل گئے

اب تم کو دیکھ کر بھی دھڑکتا نہیں ہے دل

تم وہ نہیں رہے کہ میرے دکھ بدل گئے

شاعر:نامعلوم

ماروا(پتوکی)

رہتا تھا سامنے ترا چہرہ کھلا ہوا

پڑھتا تھا میں کتاب یہی ہر کلاس میں

شاعر:شکیب جلالی

امجد(ساہیوال)

تِری نظر ہی نہیں حرف آشنا ورنہ

ہر ایک چہرہ یہاں پر کتاب جیسا ہے

شاعر:نامعلوم

فیصل ملک(ساہیوال)

نظر ملا نہ سکے اس سے اُس نگاہ کے بعد

وہی ہے حال ہمارا جو ہو گناہ کے بعد

شاعر:نامعلوم

محمد رمضان(ساہیوال)

مجھ سے میرا کیا ہے رشتہ، ہر رشتہ بھول گیا

اتنے آئینے دیکھے ہیں، اپنا چہرہ بھول گیا

شاعر:نامعلوم

تنویر(گوجرہ)

مانا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں

تو میرا شوق دیکھ میرا انتظار دیکھ

شاعر:جون ایلیا

....

میں دیکھوں اسے قریب سے,,

میرے دل کہ ارمان بھی ہیں عجیب سے,,

وہ چاہے مجھے ٹوٹ کر,,

پر ملتے ہیں لوگ ایسے نصیب سے,,

میں اُسے مل نہ سکوں تو کیا غم,,

میرے اس سے رابطے ہیں دلِ عزیز سے,,

وہ جہاں رہے شاد رہے, آباد رہے,,

بس یہی اِک تحفہ ہے اُسے مجھ غریب سے !!,,

سونیا چوہدری

....

دل بھی پاگل ھے کہ جو اس شخص سے وابستہ ہے

جو کسی اور کا ہونے دے نہ اپنا رکھے........

اسماء، عائشہ

....

دیارِ عشق میں دامن جو چاک ہو جائے

یہ ابتدائے جنوں ہے ابھی رفو نہ کرو

ثاقب ساقی

....

"وفا"

کل جس کو ناذ تھا میری وفاؤں پہ

آج وھی کہتے ہیں کتنے بے وفا نکلے

میری مجبوریوں کو نہیں سمجھے

نہ وہ سمجھے نہ یہ سمجھے

آرزو الیاس

....

اُداس، بے قرار، بے چین رہتی ہوں

اب تو آ جامیں تیرے ہی انتظار میں رہتی ہوں

آرزو الیاس

....

جن لوگوں پہ امیدیں ہوتی ہیں ہزار آرزو

آخر وہی لوگ درد ہزاروں دے

آرزو الیاس

....

قُرب بھی، بے رُخی بھی اے ظالم،

یہ ادائے اُلفت ہے یا مذاق کوئی؟

عریشہ سہیل، کراچی

....

درد کی آبرو شام رکھ لیتی ہے۔۔۔۔

اور باقی تو سب ھی پھر ہنستے ہیں۔۔۔۔

)فہیم ملک جوگی(

....

رحمتیں دور ان سے خدا کرتا ہے!!!

جو ھم #معصوموں کو تباہ کرتا ہے

عورت کی عظمت کو سلام۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ریحنہ اعجاز

....

ھیر رانجھا کوئ قصہ کہانی نہ تھے

ورنہ بھلا دیئے جاتے

شاعرہ:نوشین انجم

....

ہم ساری چاہت کی کتابیں کہیں دُور چھوڑ آئے

جس پہ لِکھا پاکستان، فقط وہ صحفہ پاس ہے۔

اظہر شاہ کاظمی

....

دل ناامید تو نہیں، ناکام ہی تو ہے

لمبی ہے غم کی شام مگر شام ہی تو ہے

شاعر:فیض احمد فیض

انتخاب:عریشہ سہیل

....

مجھے پہلے اس کی آنکھوں سے عشق ہوا تھا

اس سے محبت تو بہت بعد کی کہانی تھی

از قلم سندھیا شاہ

....

ہجر کی بے کیف راتوں میں

وصل کے پر کیف لمحے

تمھیں جب یاد آئیں گے

تمہیں محسوس ھو گا

محبت بچھڑ جائے تو کوئی زندہ نہیں رہتا

سندھیا شاہ

....

اپنی مٹی پہ چلنے کا سلیقہ سیکھو

سنگ مرمر پہ چلوگے تو پھسل جاوگے.

سمیعہ رشید

....

شعر

آنکھوں ہی آنکھوں میں کلام کرتے ہو

واہ رے صنم۔۔!کیا کمال کرتے ہو

فیصل مشتاق(قبولہ شریف(

....

سب کچھ بدلتے دیکھا ہے

آسمان ڈھلتے دیکھا ہے

تم سورج کی بات کرتے ہو

ہم نے تو چاند جلتے دیکھا ہے

تنزیلہ یوسف

....

فسانے کا کوئی منظر یا پھر کردار مت سمجھو

بیاں جذبات کرتا ھوں انھیں اشعار مت سمجھو

زمانے کے سبھی حالات رہتے ھیں نگاھوں میں

بیاں لفظوں میں کرتا ھوں مجھے فنکار مت سمجھو

ایم اے دوشی

....

"یادوں کا سفر"

جب موسم بہار آتا ہے

اور ٹھنڈی ہواؤں کی پہلی لہر

میرے جسم کو چھوتی ہے

تب مجھے تم یاد آتے ہو!

جب خزاں کا بھیانک ناچ ہوتا ہے

دھرتی پر ویرانی چھاتی ہے

اور دل اداس رہتا ہے

تب مجھے تم یاد آتے ہو!

جب برسات کی پہلی پھوار پڑتی ہے

جنگل بن میں ہریالی ہوتی ہے

اور چاند مسکراتا ہے

تب مجھے تم یاد آتے ہو!

جب پوس میں کڑاکے کی سردی پڑتی ہے

ہر طرف کہر کی دبیز چادر پھیلی رہتی ہے

اور صبح پھولوں پر شبنم کے موتی چمکتے ہیں

تب مجھے تم یاد آتے ہو!

بس یوں سمجھو کہ ہر دن، ہر موسم، ہر لمحہ اور ہر پل

تمہاری یاد کا دیا

میرے دل میں ہر وقت جلتا رہتا ہے!!!!! _

#از_قلم_مارولس_ڈول

....

مسکرائیے انچارج: ملائکہ خان

پروفیسر صاحب انتہائی اہم موضوع پر لیکچر دے رہے تھے، جیسے ہی آپ نے تختہ سیاہ پر کچھ لکھنے کیلئے رخ پلٹا کسی طالب علم بے سیٹی ماری۔

پروفیسر صاحب نے مڑ کر پوچھا کس نے سیٹی ماری ہے تو کوئی بھی جواب دینے پر آمادہ نا ہوا۔ آپ نے قلم بند کر کے جیب میں رکھا اور رجسٹر اٹھا کر چلتے ہوئے کہا؛ میرا لیکچر اپنے اختتام کو پہنچا اور بس آج کیلئے اتنا ہی کافی ہے۔

پھر انہوں نے تھوڑا سا توقف کیا، رجسٹر واپس رکھتے ہوئے کہا، چلو میں آپ کو ایک قصہ سناتا ہوں تاکہ پیریڈ کا وقت بھی پورا ہو جائے۔

کہنے لگے: رات میں نے سونے کی بڑی کوشش کی مگر نیند کوسوں دور تھی۔ سوچا جا کر کار میں پٹرول ڈلوا آتا ہوں تاکہ اس وقت پیدا ہوئی کچھ یکسانیت ختم ہو، سونے کا موڈ بنے اور میں صبح سویرے پیٹرول ڈلوانے کی اس زحمت سے بھی بچ جاؤں۔

پھر میں نے پیٹرول ڈلوا کر اُسی علاقے میں ہی وقت گزاری کیلئے ادھر اُدھر ڈرائیو شروع کر دی۔

کافی مٹر گشت کے بعد گھر واپسی کیلئے کار موڑی تو میری نظر سڑک کے کنارے کھڑی ایک لڑکی پر پڑی، نوجوان اور خوبصورت تو تھی مگر ساتھ میں بنی سنوری ہوئی بھی، لگ رہا تھا کسی پارٹی سے واپس آ رہی ہے۔

میں نے کار ساتھ جا کر روکی اور پوچھا، کیا میں آپ کو آپ کے گھر چھوڑ دوں؟

کہنے لگی: اگر آپ ایسا کر دیں تو بہت مہربانی ہو گی، مجھے رات کے اس پہر سواری نہیں مل پا رہی۔

لڑکی اگلی سیٹ پر میرے ساتھ ہی بیٹھ گئی، گفتگو انتہائی مہذب اور سلجھی ہوئی کرتی تھی، ہر موضوع پر مکمل عبور اور ملکہ حاصل تھا، گویا علم اور ثقافت کا شاندار امتزاج تھی۔

میں جب اس کے بتائے ہوئے پتے پر اُس کے گھر پہنچا تو اُس نے اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ اُس نے مجھ جیسا باشعور اور نفیس انسان نہیں دیکھا، اور اُس کے دل میں میرے لیئے پیار پیدا ہو گیا ہے۔

میں نے بھی اُسے صاف صاف بتاتے ہوئے کہا، سچ تو یہ ہے کہ آپ بھی ایک شاہکار خاتون ہیں، مجھے بھی آپ سے انتہائی پیار ہو گیا ہے۔ ساتھ ہی میں نے اُسے بتایا کہ میں یونیوسٹی میں پروفیسر ہوں، پی ایچ ڈی ڈاکٹر اور معاشرے کا مفید فرد ہوں۔ لڑکی نے میرا ٹیلیفون نمبر مانگا جو میں نے اُسے بلا چوں وچرا دیدیا۔

میری یونیورسٹی کا سُن کر اُس نے خوش ہوتے ہوئے کہا؛ میری آپ سے ایک گزارش ہے۔

میں نے کہا؛ گزارش نہیں، حکم کرو۔

کہنے لگی؛ میرا ایک بھائی آپ کی یونیوسٹی میں پڑھتا ہے، آپ سے گزارش ہے کہ اُس کا خیال رکھا کیجیئے۔

میں نے کہا؛ یہ تو کوئی بڑی بات نہیں ہے، آپ اس کا نام بتا دیں۔

کہنے لگی؛ میں اُس کا نام نہیں بتاتی لیکن آپ کو ایک نشانی بتاتی ہوں، آپ اُسے فوراً ہی پہچان جائیں گے۔

میں نے کہا؛ کیا ہے وہ خاص نشانی، جس سے میں اُسے پہچان لوں گا۔

کہنے لگی؛ وہ سیٹیاں مارنا بہت پسند کرتا ہے۔

پروفیسر صاحب کا اتنا کہنا تھا کہ کلاس کے ہر طالب علم کی نظر غیر ارادی طور پر اُس لڑکے کی طرف اُٹھ گئی جس نے سیٹی ماری تھی۔

پروفیسر صاحب نے اُس لڑکے کو مخاطب ہوتے ہوئے کہا، اُٹھ اوئے جانور، تو کیا سمجھتا ہے میں نے یہ پی ایچ ڈی کی ڈگری گھاس چرا کر لی ہے کیا؟

انتخاب: مجتبیٰ سہیل

احوال عید

اسلام علیکم قارائین کیسے ہیں مزاج ؟؟ امید ہے خیریت سے ہونگے ،، اب آپ لوگ ہماری عید کا حال پوچھ ہی بیٹھے ہیں تو سنیے جی،،

ابھی عید کو کوئی بائیس دن رہتے ہوں گے دادو اماں میرا اپنا سوٹ لے کرائی،، کم بخت

درزی نے لینے سے پہلے ہی کہہ دیا عید کے بعد ملے گا،، مجھے لگا مزاق میں کہا ہو گا،، مگر اگلی کہانی بعد میں سناتا ہوں،،

قربانی کے واسطے گھر کی گائے پہلے ہی سلیکٹ کر لی گئی تھی ماشاء اللہ بہت پیاری گائے سرخ رنگ تو خوب بچ رہا تھا افف شرمیلی آنکھیں ،، ہم مذہبی لوگوں کے نہ جانور بھی مذہبی ٹایپ ہی ہوتے ہیں ،،، یے انکشاف بھی ہو جانے والا ہے،،،

عید کا چاند نکلا تو یاد کروا دیا گیا ہادی صاحب نماز عید تک نہ بال کٹوانے ہیں نہ شیو بنوانی ہے،،

خدا خدا کر کے دن گزرتے گے اور چاند رات آگئی درزی صاحب نے کہا کل صبح سوٹ ملے گا،،، اب کیا کہتا اسکو،،،

دوسرے دن بڑھے ہوے بال اور وڈی وڈی شیو کے ساتھ پرانے سوٹ میں عید پڑھی،،

آٹھ بجے عید پڑھ کے گائے کو پانی پلایا کہ آج اس نے قربان ہونا ہے،،

مگر قصائی صاحب نے فون پے بتایا انکی دور کی ساس مر گئی،، اور قصائی صاحب دس بجے کے بعد تشریف لائیں گے،،، ہم ڈیرے پے بیٹھے ویٹ کرتے رہے

لوگ جگہ جگہ سے گوشت اکٹھا کر بھی لائے تھے،،

آخر قصائی صاحب کی کھٹارا موٹر سائکل کی بھڑ بھڑ دور سے سنائی دی مگر ہم سے مت پوچھیے کہ وہ بھڑ بھڑ ہمرے لیئے کتنی بحث مسرت تھی ،، قصائی صاحب آے ،، گائے کو پھولوں کے ہار ڈال کر میدان میں لایا گیا،، آپ کو بتا چکا ہوں ہم مذہبی لوگوں کے جانور بھی نہ ؟؟

گائے اتنے مرد حضرات کو دیکھ کر شرما گئی اور پردہ کرنے دوڑی،، میں نے اپنے کنوارے ہاتھوں سے پکڑ رکھی تھی گائے نے جھٹکا دیا اور میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی ،،، اور لوگوں سے شرماتی ہوئی اپنی دم

لہراتی ہوئی چاول کی فصل کراس کرتے ہی ایک کماد کے باغ میں جا گھسی،،، پھر کیا سب پکڑنے گے مگر بے سود،،، پاپا نے حکم دیا اب گائے کل قربان کی جائے گی،،

سب لوگ گھروں کو چل دیے اور میں نے ایک ہیر ڈریسر کی شاپ کا رخ کیا،،، بال بنوے بنوائے اور شیو بھی،، گھر آیا تو میرا سوٹ بھی آیا پڑا تھا،، پھر سے نہا کے ن ئے کپڑے پہن کر پھر میں سارا دن سویا،،

شام کو گائے پکڑی گئی اور عید کے دوسرے دن قربانی،،،

حماد ظفر ہادی_گوجرہ

....

(1 ہاہاہا عیدی کس نے دی؟ کیا سوال کر دیا خاندان میں ابھی تک ہمیں بچہ ہی سمجھا جاتا ہے ہائے ظلم! ماشاللہ ہمارے چچا پانچ ہیں مگر عیدی صرف دو نے ہی دی وہ بھی سو سو کے نوٹ ہقہ ہا، اب چلتے ہیں

ننھیال کی طرف معملا یہاں بھی ایسا ہے ماموں نے عیدی دی خالاوں نے نہیں مختصر یہ کے جس جس نے عیدی پکڑائی سو پچاس سے آگے نا بڑھی (ہاہا(

(2 جناب کو غصہ سب پے آتا ہے پیار کسی کسی پے آتا ہے آہو، اتنی گرمی اوپر سے لائٹ والوں کا حشر تو بہت غصہ آیا واپڈا والوں پر اور جس جس نے عیدی دی ان پے پیار آیا.

(3 یہ عید گاؤں میں گزری ہمارا گاؤں لاڑکانہ موئن جو دڑو کے قریب ہے بہت enjoy کیا یادگار وقت گزرا گھومنے گئے آئس کریم کھائی پھر موئن جو دڑو پارک گئے سلفیاں بنائی شگل کیا ساری عیدی اُڑا کے گھر لوٹے بہت مزہ آیا.

(4 ہاے ظالموں یاد کس کس کی نا آئی اپنی فیس بک کی سہیلیوں کی بہت یاد آئی بھئی آج کل فیس بک آدھی فیملی بن گیا ہے نا اور چونکے عید گاؤں میں کی تو اپنے ٹیوشن کے بچے (جناب ٹیچر صاحبہ بھی ہیں) یاد آے بس یادوں میں ہی گزر گیا عید کا دن..

(5 قربانی ہمیشہ کی طرح ہی زبردست، گوشت کھا کھا کے سبزی کی یاد آرہی ہے اب تو مجھے بینگن کی بھی یاد ستارہی ہے کوئی وقت تھاجب میں سبزی پے ناک بھوں چڑھاتی تھی خیر عید بہت a چی گزری امید ہے سب کی اچھی گزری ہوگی دعاؤں میں یاد رکھیے۔۔

ایشاء سید

....

عید کی رات اگر ایک طرف چارپائی کے کٹھملوں کی ہلغار سے کسمساتا رہا تو دوسری طرف مچھر کروز میزائیل کی طرح زناٹے بھرتے ہوئے کانوں میں موسیقی گھولنے کے ساتھ ساتھ پاؤں ہاتھوں اور خصوصا کان کے لوؤں پر حملہ آور ہوتے رہے کیونکہ آسمانی نے پاکستانی بجلی کو نو دو گیارہ کرلیا تھا توصاحبان

رات یوں بے قرار گزری تھی.اس طرح.ساڑھے تین تک رت جگا رہا اور غصہ ساڑھے گیارہ بجے چارپائیاں دھوپ میں رکھکر نکالا کہ دل وچ ٹھنڈ پے گئی.عید کی نماز جوں توں ادا کی اور قربانی کیلیے بھائی بھیج کر خوووب لمبی تان کر سو گیا مگر وائے افسوس دوست احباب کی آمد نے اگر ایک طرف اہمیت ذات بڑھا دی تو دوسری طرف نیند اڑنچو بس اتنا خیال رکھا کہ سنت ابراھیمی نہ چوٹے اس لیے قربانی ہو چکنے کے بعد غسل صحت ناخن بال وغیرہ ترشوائے اور ظہر پڑھ کر ظہرانہ جو تناول کیا تو معدے پر بوجھ رات تک برقرار-رہا پھر بھی نماز عصر تک قریبی دوستوں اور فیس بک احباب کو مبارک بادیں سنڈ کرتے رہے....

اس طرح عید گزر گئی

گوہر رحمان گہر

....

.1 عید کے ڈریس کا کلر گرین تھا...

.2 عیدی امی ابو دادا جان اور تایا جان نے دی سب نے 500 دی ھیں.

.3 غصہ کسی پہ نھیں آیا. اور پیار امی پر آیا کیوںکہ امی نے پانی کی بوتلیں نھیں بھروائی مجھ سے...

..4وقت بھت اچھا گزرااور گھر پہ ھی گزرا..

.5سب پرانی دوستوں کی یاد آئی..

..6قربانی میں نے نھیں ابو نے کی...اور سچی میرے پاس ترازو نھیں تھا ورنہ میں آپ کو بتا دیتی کہ مین نے کتنا گوشت کھایا

سدرہ اصرار

....

.1عید کا ڈریس بلیو اینڈ براؤن

.2مجھے عیدی کسی نھیں دی. سب نے مجھ سے لے لی...

.3غصہ کسی پہ نھیں آیا. کیونکہ یہ غصے کا دن نھیں ھوتا...

...4کسی کی یاد نھیں آئی کیونکہ سب اپنے میرے سوتھ ھیں.

.5وقت دوستوں کے ساتھ گزراہ.

.6قربانی بھت آچھی رھی. اور گوشت دل لگا کہ کھایا......

آر۔جے ولی اللہ خان

....

شوبز کا سلسلہ انچارج: عریشہ سہل

فلمی قائدہ

اسے انارب سے بکری

ریماکا سر میرا کی لکڑی

پ سے پنکھات سے تختی

سنگیتا کے سیٹ پر نرما سے سختی

ٹ سے ٹوپی ث سے ثمر

صائمہ کا کمرہ ریشم کی کمر

ج سے جو تاچ سے چاقو

شان نے بنائی فلم ڈاکو

ح سے حلوائی خ سے خرگوش

لیلیٰ کے گانے اُڑادیں ہوش

د سے دھوبی ڈ سے ڈھول

انٹرنیٹ پہ کھل گیا وینا کا پول

ذ سے ذخیرہ ر سے ریل

فلم بنانا نہیں ہے کھیل

ز سے زرافہ ژ سے ژالہ

صائمہ آج کی مدھوبالا

س سے سانپ ش سے شیر

ار باز اور خوشبو میں ہے ہیر پھیر

ص سے صندوق ض سے ضعیف

صائمہ تگڑی ریشم نحیف

ط سے طوطاظ سے ظروف

صائمہ، شان زیادہ مصروف

ع سے عینک غ سے غبارہ

لاج کے بعد کیا کرے زارا

ف سے فوارہ ق سے قینچی

شان نے لگائی معمر کو چھینٹی

ک سے کتاب گ سے گائے

صائمہ، سید نور کی ایک ہی رائے

ل سے لٹوم سے مور

لالی وڈ کو پڑ گئے چور

ن سے نلکا و ورق

ثنا، جاوید شیخ میں کوئی نہیں فرق

ہ ہاکی ی سے یکہ

پھرتے ہیں پروڈیوسر ہکا بکا

تحریر: رانا زاہد حسین، شیخوپورہ

....

عینک والے جن ڈرامہ پر تبصرہ

اس ڈرامے سے بہت سی یادیں وابستہ ہیں جب بھی یہ ڈرامہ لگتا تھا تو ہم سارے کام چھوڑ کر ٹی وی کے آگے بیٹھ جاتے تھے. جس دن یہ ڈرامہ لگا کرتا تھا اس دن گلی بالکل سنسان ہو جایا کرتی تھی کوئی بچہ بھی کھیلنے کے لئے گلی میں موجود نہیں ہوتا تھا.

امی ہماری کمزوری جانتی تھیں اس لئے جب نہ پڑھ رہے ہوتے تو امی کی صرف ایک ہی دھمکی ہوتی تھی اگر نہیں پڑھو گے تو میں ٹی وی نہیں لگاؤں گی اور عینک والا جن نہیں دیکھنے دوں گی اور امی کی یہ دھمکی کام کر جاتی تھی اس لئے اس دن ڈرامہ لگنے سے پہلے ہی اپنے اسکول کا کام مکمل کر لیا کرتے تھے.

جس دن کوئی اچھا کام کرنا اور امی کی طرف سے شاباشی ملتی تو ایسا لگتا تھا جیسے میں اپنے نستور جن ہوں. اگر کسی سہیلی سے لڑائی ہو جاتی تو اس کو غصہ میں ہامون جادوگر کا نام دے دینا یا کبھی بل بتوڑی کہہ کر چھیڑنا اور سب سے مزے کی بات اسی چھیڑ پر بعض دفعہ لڑائی امی ابو تک بھی پہنچ جایا کرتی تھی.

زکوٹا جن کا ڈائیلاگ "مجھے کام بتاو میں کیا کروں؟ میں کس کو کھاوں" ہر وقت زبان زد رہتا تھا.

بہت حسین یادیں اس ڈرامہ کے ساتھ جڑی ہوئیں ہیں شائد آج کل کے بچے دیکھیں تو ہنسیں، لیکن اس ڈرامہ میں ہمارا بچپن چھپا ہوا ہے جن کا کوئی مول نہیں ہے. اب تو وقت کے ساتھ ساتھ بہت کچھ بدل گیا ہے اور میڈیا نے کافی ترقی کر لی ہے اور اینٹرٹینمنٹ کے لئے بچوں کو دکھانے کے لئے بہت کچھ ہے لیکن جو بات عینک والے جن ڈرامہ کی تھی

اس کا آج کل کے کارٹون، موویز اور تھری ڈی موویز بھی کوئی مقابلہ نہیں کر سکتے.

از قلم:ثناءواجد

....

عینک والے جن ڈرامہ پر تبصرہ

وہ بھی کیا دن تھے جب جمعرات کو سکول کا کام جلدی ختم کر کے ٹی وی کے آگے بیٹھ کر ڈرامہ شروع ہونے کا انتظار ہوتا تھاعینک والا جن ہم بہنوں کا موسٹ فیورٹ کردار تھا اور سسپنس رہتا تھا کہ اگلی قسط میں کیا ہو گا.

تحریر: تنزیلہ یوسف

....

عینک والے جن ڈرامہ پر تبصرہ

زکوٹا جن، بل بٹوڑی اور ہامون جادوگر سب کی بہترین پرفارمنس ہوتی تھی۔ بچوں کے ماموں کی کامیڈی اس زمانے میں بہت ہنساتی تھی۔ آج کل کے بچوں کے لیے بھی ایسے ڈرامے ہونے چاہئیں۔ کم از کم انڈین ڈراموں سے تو بتر ہی ہوں گے جن میں وہ اپنا مذہب اور ثقافت دکھاتے ہیں۔

تحریر:ثمینہ فیاض

....

خواب سرائے بہت پسند ہے۔ ثانیہ کا کردار سب سے اچھا لگا۔ خصوصاً اس کے بات کرنے کا انداز سب سے اچھا لگا۔

تحریر:علشبہ شہزادی

....

میرا سب سے پسندیدہ ڈرامہ دل لگی ہے کیونکہ اس میں مہوش حیات کا کردار ایک مضبوط اور طاقتور

عورت کا تھا۔ ویسے تو میں سبھی ڈرامے دیکھتی ہوں لیکن سب سے زیادہ دل لگی پسند ہے۔ اس کے مکالمے بہت خوبصورت تھے اور ہمایوں سعید کی اداکاری بھی بہت اچھی تھی۔ اڈاری ایک بہت مختلف ڈرامہ تھا جس کا بنیادی موضوع معاشرتی مسائل تھے۔ اڈاری سے سبق سیکھنے کو ملا کہ بچوں کو اتنا باشعور ہونا چاہئیے کہ وہ لوگوں کے رویے کو سمجھ سکیں۔ اور انا بیہ میں عبید کی ماں جھوٹی قسم کھاتی ہے اس کے بعد اس کا جو انجام دکھایا گیا وہ یقیناً عبرت ناک تھا۔

تحریر: رافعہ

....

گلِ رانا میں یہ دکھایا گیا کہ عورت کمزور نہیں ہوتی اور وہ اپنے حقوق کے لیے جنگ لڑ سکتی ہے۔ گلِ رانا کا شوہر عدیل جو کہ بہت ناانصافی کرتا ہے اس کے ساتھ اس کی تعلیم روک کر، اس پہ پابندیاں لگا کر لیکن جب اس کا ایکسیڈنٹ ہوتا ہے تو وہی گلِ رانا اس کی دیکھ بھال کرتی ہے کیونکہ عورت نام ہی وفا کا ہے۔

تحریر: فاطمہ غلام حسین

....

دل لگی سب سے بہترین ڈرامہ تھا۔ خصوصاً اس کے مکالمے بہترین تھے جو دل کو بھا گئے۔ اور ایک بات جس نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ یہ کہ ڈرامے کا مرکزی کردار موحد پہلے کیسا تھا اور انمول سے محبت کے بعد کیسا ہو گیا۔ محبت اگر سچی ہو تو منزل جلد مل جاتی ہے۔

تحریر: پارس میمن

....

اڈاری بہترین ڈرامہ تھا۔ اس میں امتیاز جیسے گھٹیا انسان کو سزا دے کر مثبت پیغام دیا گیا اور بتایا گیا کہ عورت کو کبھی کمزور نہیں سمجھنا چاہئیے اور یہ کہ

عورت کو چُپ رہ کر خود پہ ہونے والے ظلم کو برداشت نہیں کرنا بزدلی ہے۔ ہر حال میں اپنے حق کے لیے لڑنا چاہئیے۔

تحریر: گلشن خان

....

ذرا یاد کر ڈرامے میں مکالمے کمال کے تھے۔ دل لگی ڈرامہ مجموعی طور پر بہترین تھا۔

تحریر: عشوارانا

....

ذرا یاد کر بہترین ڈرامہ تھا۔ خصوصاً عظمیٰ کا کردار سب سے اچھا تھا جس نے اپنی محبت کو ہمیشہ پاکیزہ رکھا۔

تحریر: بنفشے سحر

....

دل لگی بہترین ڈرامہ تھا۔ اس کے سبھی کردار بہت اچھے تھے۔ کہانی بھی بہترین لکھی گئی تھی۔

تحریر: کرن نواز

....

دل لگی میں ہمایوں سعید کا کردار بہترین تھا۔ اور ڈرامے کے مکالمے بھی بہت زبردست تھے۔ اڈاری میں بشریٰ انصاری، فرحان سعید، حنا الطاف، سامعہ ممتاز اور لیلیٰ زبیری کا کردار بہت اچھا تھا۔ اڈاری بہت حوصلہ افزا کہانی تھی اور میرے حساب سے اس وقت ایسی کہانی کی بہت ضرورت تھی۔ اڈاری میں احسن خان کی اداکاری مجھے سب سے زیادہ اچھی لگی۔ اگرچہ اس کا کردار منفی تھا۔

تحریر: احمد قریشی

....

عینک والا جن بہت صاف ستھرا ڈرامہ تھا۔ ہمارے گھر میں بچے بڑے سب مل کے دیکھتے تھے۔ یہ بہترین گھریلو ڈرامہ تھا۔ کاش ہمارے بچوں کے لیے بھی کوئی ایسا ہی ڈرامہ ہوتا۔ آج کل تو کارٹونز کے نام پہ بھی پتہ نہیں کیا کیا دکھاتے ہیں۔ بہت یاد آتا ہے یہ ڈرامہ۔

تحریر: انعم شاہد

....

دل لگی ڈرامہ سب سے زیادہ پسند آیا۔ ہمایوں سعید کا کردار بہت اچھا لگا۔ خصوصاً اس کی اداکاری اور مکالمے۔ یہ ڈرامہ اس لیے بھی پسند آیا کیونکہ اس میں استاد نصرت فتح علی خان کی قوالی لی گئی تھی۔

تحریر: سید علی قریشی ہاشمی

....

ہم گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر پاکستانی ڈرامے نہیں دیکھ سکتے کیونکہ ڈراموں میں زیادہ تر بہو ساس کے ساتھ بدتمیزی کرتی ہیں یا شوہر کو ماں کے خلاف یا ماں بیٹے کو بیوی کے خلاف کرتی نظر آتی ہے یا پھر ایک باپ کی پانچ سے چھ بیٹیاں ہوتی ہیں۔ وہ ہر وقت بیوی کو ڈانٹا رہتا ہے، بیٹیوں پہ پابندیاں لگائی جاتی ہیں یا بیٹی کا کسی کے ساتھ چکر چل جاتا ہے یا بیٹی دفتر جا کے آشنا کے ساتھ گھومنے چلی جاتی ہے یا لڑکی کو اغوا کر لیا جاتا ہے۔ یہ سب دیکھ کر فضول میں انسان کا دماغ منفی باتیں سوچنے لگتا ہے۔ اور لوگ ڈرامے کے کرداروں میں اپنی بہنوں، بیٹیوں کو کھوجنے لگتے ہیں۔ اس لیے ایسے ڈرامے دیکھنے سے بہتر ہے جیو پاکستان دیکھ لیں۔ ڈرامے کا معیار اور سٹوری اچھی ہونی چاہیے تاکہ لوگ گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کے دیکھ سکیں۔

تحریر: گلسنگا شاہ

....

اڈاری بہت اچھاڈرامہ تھا۔امتیاز نے بہترین اداکاری کی تھی۔ ذرایاد کرڈرامہ میں ہادی کا کردار سب سے اچھا تھا۔ دل لگی ڈرامہ میں سب نے ہی اچھی اداکاری کی۔اڈاری میں سب نے اچھی اداکاری کی۔

تحریر:فاطمہ ناصر

....

دل لگی ڈرامے میں ہمایوں سعید کا کردار بہت اچھا تھا.ایک مضبوط آدمی ایک اچھابیٹااور شوہر بن سکتا ہے۔ ایک اور بات بہت اچھی تھی کہ محبت کرو تو اس طرح جیسے اس ڈرامہ میں دکھائی گئی۔ جس محبت پہ آپ کواعتماد بھی ہواور مان بھی۔

تحریر:اقرانگارش

....

ڈرامہ سیریل:اڈاری

تبصرہ:ریحانہ اعجاز

آج میں نے قلم اٹھانے کا فیصلہ کر ہی لیااور اس فیصلے کا سہرا ڈرامہ سیریل اڈاری کے سر جاتا ہے۔ مجھے لگا کہ اگر مصنفہ فرحت اشتیاق اور تمام فنکاروں کی حوصلہ افزائی نہ ی گئی تو یہ بہت بڑی زیادتی ہو گی۔ ہر ذی شعور اور حساس انسان نے اس ڈرامے کو دیکھا، سمجھا اور سراہا کہ بے انتہا نازک اور اہم موضوع کو اپنے قلم کی گرفت میں لینا فرحت اشتیاق کا خاصہ ہے۔اس پر سونے پہ سہاگہ کے تمام فنکار اپنے کردار میں ایسے فٹ جیسے انگوٹھی میں نگینہ۔پاکستان کی تاریخ میں اب تک بے شمار ڈرامے ناظرین کی توجہ کا مرکز بنے لیکن اس موضوع پہ اب تک اتنے بہترین الفاظ، کردار، ایکشن، سچائی اور حقیقت پر مبنی حالات و واقعات سے مزین کوئی ڈرامہ میری نظر سے نہیں گزرا۔ اور خاص طور پہ آج کل چلنے والے ڈرامہ سیریل کہ ہر روز ایک نیا ڈرامہ دیکھنے کو مل رہا ہے ایسے میں ایک اچھوتے موضوع کو پیش کرنااور اتنی باریک بینی سے کہ کہیں بھی ہلکا سا جھول محسوس نہ ہو۔ کمال ہے فرحت

اشتیاق۔ تمام کردار چھوٹی بچی زیبو سے لیکر بشریٰ انصاری، احسن خان، سمیعہ ممتاز، فرحان سعید، عروہ حسین ہر ایک اپنے کردار میں ایسا رچ بس گیا کہ حقیقت کا گمان ہوا۔

جہاں احسن خان نے ہمارے معاشرے کے ناسور ایک گھناؤنے کردار کی بھرپور عکاسی کی اور ایسی کی کہ مدتوں بھلائی نہ جاسکے گی وہیں بشریٰ انصاری اور سمیعہ ممتاز کے مابین محبت و یگانگت کا رشتہ سمجھایا گیا کہ ذات پات، اونچ نیچ، امیری غریبی، یہ سب فضول باتیں ہیں۔ اگر انسان کا دل خوبصورت اور بڑا ہو تو خون کے رشتوں کو بھی مات دے دیتا ہے۔

عدالتوں میں جو لوگ انصاف کے حصول کے لیے جاتے ہیں ان کے کردار کی دھجیاں کیسے بکھیری جاتی ہیں بہت ہی مناسب اور بہترین مکالموں کے ذریعے عوام الناس کو روشناس کرایا گیا جس میں الفاظ کا چناؤ بہترین تھا۔

بے شک بہت سے لوگوں کو اعتراض ہوا کہ یہ فیملی ڈرامہ نہیں تھا تو مجھے شکوہ ہے ایسے لوگوں سے۔ وہ ذرا یہ تو بتائیں کہ آج کل ایسا کون سا ڈرامہ ہے جسے ہم فیملی ڈرامہ کہہ سکیں؟ سوائے عشق و عاشقی، نافرمان اولاد اور لڑکیوں کو غلط ترغیب دینے کے علاوہ کیا دکھایا جارہا ہے؟ بہت سے ایسے ڈرامے بھی جن کا کوئی سر پیر نہیں ہے۔ بس رشتوں کی بے حرمتی دکھائی جارہی ہے۔ یہ سب کسی کو ناگوار نہیں گزرتا؟ اڈاری کی پہلی قسط سے لیکر آخری قسط تک ہر منظر، ہر واقعہ، ہر بات کو اتنے تسلسل سے پیش کیا گیا جیسے کہ ایک عام انسان کی روزمرہ زندگی، نت نئے حالات و واقعات کا شاخسانہ ہوتی ہے۔ کہیں بھی اداکاری کا گمان نہیں ہوا۔ بشریٰ انساری کا یہ کردار بھی مدتوں یدرہے گا۔ ایک بار پھر یہ ثابت ہو گیا کہ بشریٰ جی ورسٹائل فنکارہ ہیں۔

کہنے کو، لکھنے کو ابھی بہت کچھ ہے لیکن میں نے دریا کو کوزے میں بند کرنے کی، تمام فنکاروں اور فرحت اشتیاق کو (جو کہ میری پسندیدہ مصنفہ ہیں) خراجِ تحسین پیش کرنے کی ایک ادنیٰ سی کوشش کی ہے۔ اس ڈرامے سے وابستہ ہر شخص سراہے جانے کے قابل ہے۔ خواہ وہ کیمرے کے سامنے ہو یا

کیمرے کے پیچھے۔ فرحت اشتیاق کے لیے اتنا ہی کہوں گی کہ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ آمین

....

داستان دل کے مہمان
میزبان: مریم مرتضیٰ
مہمان: ہیر خان

اس بار ہمارے مہمانوں میں ہم نے ماڈل ہیر خان سے ملاقات کی ہے۔ماڈل ہیر خان ابھرتی ہوئی خوبصورت ماڈل ہیں۔ بہت کم عرصے میں اپنی پہچان بنانے میں اور مداحوں کے دل میں جگہ بنانے میں کامیاب ہوئی ہیں۔ پیش خدمت ان سے کی گئی ملاقات۔۔۔

داستانِ دل : اسلام و علیکم

ہیر: واعلیکم سلام

داستانِ دل: کیسے مزاج ہیں آپ کے۔؟

ہیر: الحمد اللہ

دلِ داستاں: تاریخ پیدائش۔؟

ہیر: نو ستمبر ۔۔۔

داستانِ دل:کس شہر میں پیدائش ہوئی۔؟

ہیر: کہوٹہ راولپنڈی

داستانِ دل:کتنے بہن بھائی ہیں۔؟

ہیر: ہم دو بہنیں اور دو بھائی ہیں

داستانِ دل:شوبز میں کب سے ہیں۔؟

ہیر: چار سے پانچ سال ہو گئے ہیں

داستانِ دل:شوبز میں کیسے آنا ہوا۔؟

ہیر: شوق تھا اور آگئی شوق ہر دیوار ہٹا دیتا ہے

داستانِ دل:ماڈلنگ ہی کی یا اداکاری بھی۔؟

ہیر: اداکاری بھی کی ہے مگر کم

داستانِ دل: فلم انڈسٹری سے آفر آئے تو کام کریں گی۔؟

ہیر: جی ضرور کروں گی اگر فلم معیاری اور اچھی ہو تو۔۔۔

داستانِ دل: مداحوں کی محبت دیکھ کر کیسا لگتا ہے۔؟

ہیر: بہت اچھا لگتا ہے اور میں اپنے فینز سے پیار سے ہی بات کرتی ہوں

داستانِ دل:انڈیا پاکستان کی کشید گی اور ہمارے فنکاروں کا کام کرنا بھارت میں روک دینے پر کیا کہیں گی۔؟

ہیر:میں یہی کہنا چاہوں گی ہم جتنا بھی کمپرومائز کریں لیکن انڈیا کبھی بھی ہمارا ساتھ نہیں دے گا تو بہتر ہے اپنے ملک میں ہی اچھا کام کریں۔

داستانِ دل: شادی کا کیا ارادہ ہے۔؟

ہیر: یہ ایک سر پرائز ہی ہو گا

داستانِ دل:محبت کی۔؟

ہیر: نہیں۔۔۔بس گھر والوں سے پیار کرو یہی اصل محبت ہے۔

داستانِ دل: ماڈل نہ ہوتی تو کیا ہوتی۔؟

ہیر: آئیر ہوسٹس

داستانِ دل:پسندیدہ گلوکار۔؟

ہیر: سونو نگم اور عاطف اسلم

داستانِ دل:پسندیدہ فلم۔؟

ہیر: میں ہوں ناں

داستانِ دل:پسندیدہ رنگ۔؟

ہیر: سلور اور بلیک

داستانِ دل:پسندیدہ ڈش۔؟

ہیر: مجھے سپائسی کھانے پسند ہیں

داستانِ دل: کوئی ایسا جملہ جو آپ اکثر بولتی ہوں

ہیر: فائن شائن --

داستانِ دل: آپ کی خوبصورتی کا راز کیا ہے۔؟

ہیر: خوش رہنا

داستانِ دل: خاندان والے شوبز میں کام کرنے سے خوش ہیں۔؟

ہیر: بہت کم--

داستانِ دل: آئیڈئیل کسے مانتی ہیں

ہیر: مشرف میرے آئیڈئیل ہیں۔

داستانِ دل: فارغ اوقات میں کیا کرتی ہیں۔؟

ہیر: دوستوں کے پاس چلی جاتی ہوں یا سو لیتی ہوں۔ مجھے گولڈ والا سونا اور نیند والا سونا دونوں بہت پسند ہیں۔

داستانِ دل: کوکنگ آتی ہے۔؟

ہیر: جی تقریباً سب کچھ ہی بنا لیتی ہوں اور کوکنگ کرنا مجھے اچھا بھی لگتا ہے۔

داستانِ دل: کھیل کون سا پسند ہے اور پسندیدہ کھلاڑی۔؟

ہیر: کرکٹ اور شاہد آفریدی۔-

داستانِ دل: اپنے پرستاروں کو کیا پیغام دیں گی۔؟

ہیر: میں اپنے فینز کو یہی بولوں گی کہ اپنے والدین کی بہت عزت کریں کیونکہ سب رشتے جھوٹے ہو سکتے ہیں مگر ماں باپ نہیں۔

داستانِ دل کے مہمان

میزبان : مریم مرتضیٰ

مہمان ساجی علی

ہم نے ملاقات کی ہے ہمارے ملک کے ابھرتے ہوئے میوزیشن اور کمپوزر ساجی علی سے جو بے شمار فلموں اور ڈراموں کے لیے موسیقی ترتیب دے چکے ہیں۔

داستانِ دل: اسلام و علیکم:

ساجی: واعلیکم اسلام

داستانِ دل: کیسے ہیں آپ۔؟

ساجی: ٹھیک ہوں

داستانِ دل: پورا نام۔؟

ساجی: محمد ساجد

داستانِ دل: تاریخِ پیدائش اور سٹار۔؟

ساجی: ۱۵ فروری اور اکویریس

داستانِ دل: کہاں کی پیدائش ہے۔؟

ساجی: فیصل آباد

داستانِ دل: آجکل کیا مصروفیات ہیں۔؟

ساجی: میری فلم آ رہی ہے راستہ ساحر لودھی کے ساتھ، دل کو مارو گولی جس کے ڈائیریکٹر پرویز کلیم ہیں اس کے علاوہ جنگ فلم ہے جس کے ہدایت کار عدیل پی کے ہیں اور گدھ فلم آ رہی ہے جس کے ہدایت کار شان عباسی ہیں، اس کے علاوہ او ایس ٹی پر بھی کام کر رہا ہوں جیسے راحت صاحب کا کرامت ڈامے کے لیے سونگ، حمیرا ارشد کو منکر کے لیے جبکہ سارا رضا کا ہمراز۔۔۔

داستانِ دل: کمپوزر نہ ہوتے تو کیا ہوتے۔؟

ساجی: کرکٹر۔۔۔ میں نے فیصل آباد بورڈ سے کھیلا بھی ہے۔ اسلامیہ کالج فیصل آباد سے بھی کھیلتا رہا ہوں۔

داستانِ دل: پسندیدہ رنگ

ساجی: بلیک۔۔

داستانِ دل: پسندیدہ ڈش:

ساجی: فش

داستانِ دل: مستقبل میں ساجی کو کہاں دیکھتے ہیں

ساجی: انشاء اللہ محنت کر رہا ہوں اللہ مولا اچھا مقام دیں گے۔

داستانِ دل: پاکستان اور بھارت میں کشیدگی اور بھارت کا پاکستانی فنکاروں کو بین کرنا کیا کہیں گے آپ۔؟

ساجی: میں سمجھتا ہوں فنکار کو سیاست سے دور رکھا جائے، پاکستان اور انڈیا کے حالات اچھے ہونے چاہیے اور اللہ نہ کرے جنگ ہو۔

داستانِ دل: مداحوں کی محبت دیکھ کر کیسا لگتا ہے۔؟

ساجی: بہت اچھا لگتا ہے اور میں اپنے فینز سے بہت پیار کرتا ہوں وہ ہیں تو ہم ہیں

داستانِ دل: پرستاروں کو پیغام۔؟

ساجی: ابھی میری فلم ایز کمپوزر ریلیز ہوئی ہے عشق پوزیٹو بہت پسند کیا گیا سب کا شکریہ۔۔ پیغام یہی دوں گا آپکی دعا چاہیے اور ایک دوسرے سے ساتھ پیار سے رہیں۔

دل کی آواز

یہ نقاب زدہ چہرے
ہیں جابجا بکھرے ہوئے
یہ نقاب زدہ چہرے
اپنا اصل ہیں چھپائے ہوئے
یہ نقاب زدہ چہرے
دلفریب انداز میں
فریب خوب یہ دیتے ہیں
خوش کن خواب یہ
معصوم آنکھوں کو دیتے ہیں
ہمدردی کی سنہری آڑ میں
سپنوں کے دیپ جلاتے ہیں
یہ نقاب زدہ چہرے
سمجھتے ہیں

نادان ہوں
انجان ہوں میں
ناواقف ان کے چال سے ہوں میں
لیکن
گفتار شناس ہوں میں
فریب سے ان کے خوب آشنا ہوں میں
میں چپ کی گہری چادر اوڑھ لیتی ہوں
جب ان کا دھوکہ دیکھ لیتی ہوں
یہ نفس کے پجاری لوگ
یہ کیا جانیں اخلاص کا مطلب
یہ کیا جانیں انسان کا مطلب
یہ نقاب زدہ چہرے
ہیں عذاب زدہ چہرے

یہ نقاب زدہ چہرے.

شاعرہ:جیازبیری

....

زندگی تباہ ہوگئی ہو جیسے

مجھ سے خفا ہوگئی ہو جیسے

یہ زندگی بھی میری نہ رہی

اس پر فدا ہوگئی ہو جیسا

ہر وقت اس کا خیال دل میں

وہ دل میں دھڑکن ہوگئی ہو جیسے

ہر لمحہ چہرہ اس کا آنکھوں میں

وہ آنکھوں کی روشنی ہوگئی ہو جیسے

اب گزرتا نہیں وقت اس کے بغیر

اس سے محبت ہوگئی ہو جیسے

داود احمد -بورے والا

03126360490

....

نظم

پگلا ہوا سا من ہے کیوں

جلتا ہوا جیون ہے کیوں

میرے ہاتھوں پر جو ہاتھ دھرے

کوئی ہو جو مجھ سے بات کرے

میرا دل لے لے میری جان لے لے

میرے غم لے لے ارمان لے لے

میرے نام اپنے جذبات کرے

کوئی ہو جو مجھ سے بات کرے

میرا اپنا ہو میرا پیارا ہو

میرا چندہ، سورج، تارا ہو

جو جگ سے بہت نیارا ہو

میرا دلبر ہو میرا یارا ہو

بس پیار کی جو برسات کرے

کوئی ہو جو مجھ سے بات کرے

ماریہ سرور خورشید کالونی گجرات

....

"محبت کی کتاب"

زندگی کے نصاب

میں محبت کی

جو ایک کتاب ہے

اس کے ایک

صفحے پر میری

وفا درج ہے

تم کو گر فرصت

ملے،،

تو اس کو ضرور

پڑھ لینا

بوسیدہ سا اک

ورق ہے

بے ربط سی تحریر

ہے

مٹے مٹے سے لفظ ہیں

میرے دل کی ہے

یہ داستاں

جو زباں سے کبھی

نہ بیاں ہوئی

جو انا کے پردے

میں چھپی رہی

میرے اندر کہیں

بسی رہی

جس کو قلم کھل

کر نہیں ہے

لکھ سکا

جس کو کاغذ

بھی نہیں ہے

سہہ سکا

میرے جذبوں کی

سسکاریاں جو

گونجتی ہیں

حرف حرف

اس سے شاید تم

نہ سمجھ سکو

اس سے شاید تم

نہ سن سکو

مگر پڑھ کر

لمحہ بھر کو

سوچنا

کہ ایک نادان لڑکی

نے دل کی تمام تر

سچائی سے کتنا

تم کو چاہا ہے

ہاں،،،

زندگی کے نصاب

میں محبت کی

جو ایک کتاب ہے

اس کے ایک

صفحے پر میری

وفا درج ہے

تم کو گر فرصت

ملے،،

تواس کو ضرور

پڑھ لینا

شاعرہ: فرح بھٹو

حیدرآباد

....

"ناداں لڑکی"

یاد کی وادی

میں کھوئی سی

شجر غم سے

ٹیک لگائے

ہجر کے پتوں

کو چنتی وہ

گم صم ایک

اکیلی لڑکی

سوچتی ہے

اک بے وفا کو

آنکھوں کی

ہر جوت

بجھی ہے

چہکتے لبوں پر

چپ لگی ہے

چہرے کا گلال

بھی کم ہے

چوڑی سے بانہیں

ہیں خالی

روتی ہے اک

بے وفا کو

اپنی محبت

پر پچھتاتی

نراس کی

ندیا میں

ڈوبی سی

سوچتی ہے

ہر شخص

ہے دھوکہ

پھر بھی دل

کے کہے پر

ہر پل

کھوجتی ہے اک

بے وفا کو

شاعرہ:فرح بھٹو

حیدرآباد

....

غموں کے بادلوں میں ایک بدلی تمہاری ہو گی

وہ وقت بھی آئے گا جب یہ جان تمہاری ہو گی

وہ دن بھی لاؤں گی عہد وفا ہے یہ

سانسیں ہماری اور خوشبو تمہاری ہو گی

کبریٰ نوید چندا

....

جواد احمد... گجرات

میں ہست و نیست کی اس بحث میں نہیں پڑتا

نہی ہوں تو نہیں ہوں جو ہوں تو اسی کا ہوں

شاعر:احمد عطا

....

عائشہ صدیقہ..ڈسکہ

استاد اور کتابوں کی اہمیت اپنی جگہ لیکن

سبق وہی یاد رہتا ہے جو لوگ سکھاتے ہیں

شاعر:نامعلوم

....

حافظہ ردا سلیم بھٹی...ڈسکہ

منانے کا نیا انداز دیکھو

کسی نے پھول میرے منہ پر مارا

شاعر:اسامہ زاہروی

....

نمرہ شاہد بٹ..ڈسکہ

پہلے زندگی میں تھوڑے مسلے تھے

اب مسلوں میں تھوڑی سی زندگی ہے

شاعر:نامعلوم

....

شائستہ نورین...جاگے چیمہ

ہم اداسی کے اس دبستاں کا

آخری مستند حوالہ ہیں

شاعرہ:فریحہ نقوی

....

علینا....بہاولپور

میری خوبی پہ رہتے ہیں یہاں اہل زباں خاموش

میرے عیبوں پہ چرچا ہو تو گونگے بول پڑتے ہیں

شاعر:نامعلوم

....

خط کا ان کو جواب لکھا ہے

ان کے لَب کو گلاب لکھا ہے

چہرے ہم نے بھی لاکھ دیکھے ہیں

تم کو جاناں شباب لکھا ہے

اس نے کیسا سوال پوچھا یہ

جب کے میں نے کتاب لکھا ہے

تم مجھے کیوں اُداس کرتی ہو

پھر سے تم کو جناب لکھا ہے

شیرؔ نے کی ہے التجا تجھ سے

تجھ کو میں نے شراب لکھا ہے

شیر علی شیرؔ---شکاگو امریکہ

....

نہ اس نے مجھکو سمجھا تھا نہ میں نے اسکو سمجھا تھا

نہ اسکا پیار سچا تھا نہ میرا پیار سچا تھا

یہی قسمت میں لکھا تھا ہمیں یونہی بچھڑنا تھا

نہ اس میں دوش اسکا تھا نہ کوئی دوش میرا تھا

نہ جانے کون تھی جو اب اسکے دل میں سمائی تھی

نہ جانے کس نے اسکے پیار کو نفرت میں بدلا تھا

کڑے کوسوں کا سفر کر کے میں اس تک پہنچی تو

نہ اس نے در دل کا کھولا نہ گھر کا دروازہ ہی کھولا تھا

پلٹ کر جاتی تو جاتی کہاں رستہ نہ ملتا تھا

کچھ ایسے موڑ پہ لاکے اس نے مجھکو چھوڑا تھا

نایلہ جاوید۔لاہور

....

زندگی کی کتاب

اپنے اوراق پھیلائے

تھپیڑوں کی تلخیاں

سہ رخی ھوامیں

جھیل رھی ھے

نہ جانے یہ کتابِ زیست

کب تلک

اپنے آپ کو

تیز ھواوں کے بیچ

بچاتی رھے گی

آخرِ کار

وہ ساعت بھی آپھنچے گی

جب تیز ھوا کا کوئی جھونکا

تلخیاں سموئے ھوئے

ان اوراق کو

منتشر کر دے گا

قلم ماوراخان.

....

دریا سے موج, موج سے کشتی نکال کر

حیرت زدہ ہوں آپ کو حیرت میں ڈال کر

ہوتی نہیں کسی طرح مدہوش یہ فضا

دیکھا ہے ہم نے بادہ بھی اوپر اچھال کر

اس دوغلے سماج میں رہنے کے باوجود

رکھا ہے تیری یاد میں خود کو سنبھال کر

عالم ترے خیال میں باقی بچے گا کیا

گوری کو لیپ ٹاپ سے باہر نکال کر.

رضوان عالم

....

محبت

محبت جو بھی کرتا ہے

بہت افسردہ رہتا ہے

بہت سے دکھ اُٹھاتا ہے

بہت برداشت کرتا ہے

بہت مجبور ہوتا ہے

غموں سے چُور ہوتا ہے

محبت کا تو اپنا اِک

الگ دستور ہوتا ہے

محبت ہو ہی جاتی ہے

کسی کو یہ نہیں معلوم

محبت کس سے کی جائے

محبت کیسے کی جائے

محبت تو محبت ہے

کسی کو بھی

کسی سے یہ

محبت

ہو ہی جاتی ہے

)آبروِ نبیلہ اقبال(

....

خط کا ان کو جواب لکھا ہے

ان کے لَب کو گلاب لکھا ہے

چہرے ہم نے بھی لاکھ دیکھے ہیں

تم کو جاناں شباب لکھا ہے

اس نے کیسا سوال پوچھا ہے

جس کو میں نے کتاب لکھا ہے

تم مجھے کیوں اُداس کرتی ہو

پھر سے تم کو جناب لکھا ہے

شیرؔ نے کی ہے التجا تجھ سے

درد کو بے حساب لکھا ہے

شیر علی شیرؔ---شکاگو امریکہ

....

....

جب جب

دن ڈھلتا ہے

اور

شام چپکے چپکے

رات کی آغوش میں

پناہ لیتی ہے

دل میں میرے

اک

چنگاری سی

سلگ جاتی ہے

اور صبح ہوتے ہوتے

میرے خوابوں کو

راکھ

بنا جاتی ہے!

بقلم خود۔۔۔۔۔۔۔۔ریحانہ اعجاز

....

آنسو میرے بہتے ہیں دن رات مسلسل

چلتی ہے جب بھی تیری بات مسلسل

دل سوختہ اور جگر ہوتا ہے دھواں سا ہو زیر بحث

جب بھی تیری ذات مسلسل

ہوتے تھے کو اکب تیری نظروں کے کبھی ہم

اب ماضی صحرا کے طبع زاد مسلسل

ہونے کو تو اب بھی ہیں شامل مضمون

لکھتا وہ رہا بس میرے ہی حالات مسلسل

شب تنہائی میں یادوں کے چراغ ہیں روشن

ہوتی ہے میرے شہر میں شب رات مسلسل

حرف ناصح تو کبھی کام نہ آیا عفت

روتا رہا ہاتھوں میں لیے مرا ہاتھ مسلسل

Iffat bahti

....

میری زندگی تو فراق ہے، وہ ازل سے دل میں مکیں

سہی وہ نگاہِ شوق سے دور ہیں، رگِ جاں سے لاکھ

قریں سہی

ہمیں جان دینی ہے کسی دن،وہ کسی طرح وہ کہیں
سہی ہمیں آپ کھینچیئے دار پر جو کوئی نہیں،تو ہمیں
سہی

سر طور ہو، سر حشر ہو، ہمیں انتظار قبول ہے وہ کبھی
ملیں،وہ کہیں ملیں،وہ کبھی سہی،وہ کہیں سہی

نہ ہو ان پہ جو میرا بس نہیں، کہ یہ عاشقی ہے ہوس
نہیں میں ان ہی کی تھی ،میں ان ہی کی ہوں،وہ
میرے نہیں تو نہیں سہی

مجھے بیٹھنے کی جگہ ملے،میری آرزو کا بھرم رہے
تیری انجمن میں اگر نہیں، تیری انجمن کے قریں
سہی

تیرا در تو ہم کو نہ مل سکا، تیری راہگزر کی زمیں سہی
ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے جو وہاں نہیں تو یہیں
سہی

میری زندگی کا نصیب ہے، نہیں دور مجھ سے قریب
ہے مجھے اُسکا غم نصیب ہے،وہ اگر نہیں تو نہیں سہی

جو ہو فیصلہ وہ سنایئے اسے حشر پر نہ اٹھایئے جو کریں
گے آپ ستم وہاں،وہ ابھی سہی،وہ یہیں سہی

اسے دیکھنے کی جو لو لگی تو نصیر دیکھ ہی لیں گے ہم وہ
ہزار آنکھ سے دور ہو،وہ ہزار پردہ نشیں سہی

انتخاب.. سید نصیرالدین نصیر.

صبیحہ شیفق..

....

میں تم بن رہ نہی سکتا

چلو یہ جھوٹ ہی کہ دو

میں تم بن رہ نہی سکتا

چلو یہ جھوٹ ہی کہ دو

میں تم بن نامکمل ہوں

چلو یہ جھوٹ ہی کہ دو

چلو تم جھوٹ ہی کہ دو

مجھے سچ سا ہی لگتا ہے،

)وجاہت حسین(

....

از قلم سمیر احمد

فرصت ملے تو گئے وقت کو سمیٹ لینا

کتاب دل میں گئے دنوں کا حساب لکھنا

کبھی جو ہنس کر روئے/رو کر ہنسے تھے

ان سبھی گلاب جذبوں کو مہکائے رکھنا

یونہی جب ہنستے ہنستے آنکھ ہوئی تھی نم میری

اس آنسو کے موتی کو ہتھیلی پہ اپنی جگمگائے رکھنا

باتوں باتوں میں جب ایک ہی بات تھی نکلی دونوں

کہ دل سے

اس بات کو صدق دل سے دعا میں ڈھال دینا

فرقت ملے تو ان سب کے سب انمول لمحوں کو

اپنی ذات کے کسی حصے میں صدا روشن رکھنا

....

رات خواب میں اک خواب آیا تھا

خواب کے دروازے پہ تیرا نام لکھا تھا

دروازہ کھولا تو دیکھا

چاندنی کی شال اوڑھے اک شجر کھڑا تھا

اس کے سائے میں تو میرا انتظار کر رہا تھا

یاد ہے تجھ کو؟

کس تپاک سے میں تجھے ملا تھا

ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہم نے

اک طویل سفر لمحوں میں کاٹ لیا تھا

تو نے آنکھوں سے اک شکوہ کیا تھا

جو میں نے سن لیا تھا

ہاتھوں کی کپکپاہٹ بتا رہی تھی

تو ذرا ڈرا ڈرا تھا

جب میں نے تیرے رخسار کو چھوا تھا

تو چاند شرما گیا تھا

اور پھر اک دم سے تو روٹھ گیا تھا

میں نے جانے کیا کہا تھا

ہاتھ چھڑا کر تو نے منہ موڑا تھا

میں آج بھی اس سفر پر ہوں

جہاں تو مجھے چھوڑ گیا تھا

کسے خبر تھی کس نے سوچا تھا

محبت کا انجام ہی برا تھا

لمحہ لمحہ خواب کا پتھر کر رہا ہوں

یہ سوچ کر

کہ تیرا میرا رشتہ ہی کیا

دل نے اب یہ بات ہے مانی

پتھر کے شجر کے سائے میں

کوئی پتھر کا انسان کھڑا تھا۔

شاعر۔ عرشان نزر عدن

....

رسم دنیا کو دل سے نبھا کیجیے شاخ پہ بیٹھے پرندے کا بھلا کیجیے

ھر سمت جلوہ نما چھرے ھیں بھت

اب کسی سمت کا تعین ذرا کیجیے

محفل ھے, چراغاں ھے, سوز بھی ھے

کچھ کھیے ساز و سر کی ابتدا کیجیے

ھمیں لاحق ھے عارضہ بے وفائی کب سے

جام وفا دیجیے یا حق میں دعا کیجیے

اجنبی سے رستے ھیں, اجنبی ھی منزل ھے کاروان

دل کو ذرا خود سے آشنا کیجیے

ھم عین ھیں, شین ھیں یا قاف مت پوچھیے

آتش ھو کی تپش میں خود کو فنا کیجیے (عائشہ اسحاق(

....

ایک اور غزل اہلِ ذوق کی نذر۔

رنگ وارث کی ہیر کے دیکھو۔۔۔

یاتو مرزا کے تیر کے دیکھو۔۔۔

لذتِ درد چکھنی ہے تو پھر۔۔۔

میرے لفظوں کو چیر کے دیکھو۔۔۔

خلش اُٹھتی ہے تیرے اندر تو۔۔۔

داغ اپنے ضمیر کے دیکھو۔۔۔

اپنی بیتی کرو بیاں تو شعر۔۔۔

بس غالب اور میر کے دیکھو۔۔۔

نام جس پر کھڑوس جچتا ہے۔۔۔۔

نام, غم کے اسیر کے دیکھو۔۔۔۔

دُکھ چھپائے نہ اُف نہ ہائے ہائے۔۔۔۔۔

کام یہ بس فقیر کے دیکھو۔۔۔۔۔

منزل کی طلب ہو تو, چھالے۔۔۔۔

عشق کے راہ گیر کے دیکھو۔۔۔۔۔

تیرے ابروٗ کو دیکھ کر کہے "جوگی"۔۔۔۔

اب عذاب اس لکیر کے دیکھو۔۔۔۔

)فہیم ملک جوگی(

....

ماں

میں اکثر سوچتی تھی ماں

کیسے بوجھ لیتی ہو تم

میری آنکھوں میں چھپے آنسوؤں کو

کیسے پڑھ لیتی ہو تم

میرے چہرے پہ ثبت غم کی سبھی تحریروں کو

کیوں رات رات بھر جاگتی ہو تم

میری ہر تکلیف میں

کیوں تم اپنا نوالہ بھی

مجھے کھلا دیتی ہو

کیوں تم چاہتی ہو تمہارے حصے کی

خوشیاں بھی خدا میرے مقدر میں ڈال دے

میرے اتنے ستانے کے بعد بھی

کیوں تمہارے ماتھے پہ ایک شکن تک نہیں پڑتی

کیوں تم میری بدسلوکیوں کے باوجود بھی مجھے

دعاؤں سے نوازتی ہو

کیوں تم میری الجھن کے جواب میں یہ کہتی ہو

ایک دن جان جاؤ گی

ہاں میں جان گئی ہوں ماں

کہ کیوں ماں کا رتبہ اتنا بلند ہے

کیوں ماں کے پیروں تلے جنّت ہے

کیوں ایک ماں نو مہینے اپنی کوکھ کا بوجھ اٹھائے رکھتی ہے

کیوں وہ اپنے پیٹ جنوں کے سرد رویئے ہنستے ہنستے سہ لیتی ہے

کیوں وہ ان کی ہر گستاخی کو با آسانی معاف کر دیتی ہے

کیوں وہ اپنی اولاد کے رستے کے خار چنتی لہو لہان ہوتی ہے

کیوں وہ انکی سلامتی اور خوشی کے لئے ہمہ وقت دعا گو رہتی ہے

میں جان گئی ہوں ماں....

اقصیٰ سحر

....

کہیں پہ درد کی لہریں

کہیں پہ لہجے کی کروہیٹ

سنو!!....

میں خوش تو بہت ہوں

لیکن!!....

میری ہر سانس روتی ہے

آمنہ رشید

....

تجھے سوچنا میری فرحت

تجھے دیکھنا میری آرزو

تجھے پانا میری خواہش

تجھے چاہنا میری بندگی

تجھے کھونا میری بربادی

آمنہ رشید

....

کبھی خود بھی میرے پاس آ

میری بات سن میرا ساتھ دے

جو خلش ہے دل سے نکال دے

مجھے الجھنوں سے نجات دے

میں اکیلا بھٹکا کہاں کہاں

یہ سفر بہت طویل ہے

میری زندگی میرے ساتھ چل

میرے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دے

میری زندگی کو سنوار دے

آمنہ رشید....

....

غزل اہلِ ذوق کی نذر۔۔

لطف، زہرِ غم کا پوچھو دردیلی تقریر سے۔۔۔

ذائقہ پانی کا پوچھو ادھ جلی تصویر سے۔۔۔

درد یہ سینے کا یوں ہی تو نہ ہر دم چیختا۔۔۔

دل اگر جکڑا نہ ہوتا زلف کی زنجیر سے۔۔۔

تلخ لہجہ بھولتا کب ہے کسی دلدار کا۔۔۔

زخم بھرتے کب ہیں لگ جائیں زباں شمشیر سے۔۔

۔۔

واہ، کیا کہنے، یوں ہر شاعر کو رسمِ داد دی۔۔۔

آہ تب نکلے غزل جب بھی سنی دلگیر سے۔۔۔

یوں نہ مجھ کو ان پھٹے کپڑوں میں دیکھو دوستو

یہ کلیجہ بھی پھٹا میری پھٹی تقدیر سے۔

وہ دوا دل پوچھتے جا نکلے جب درِ عشق پر۔۔۔

درد کو راحت ملی تو درد کی تاثیر سے۔۔۔

گرتی شبنم چاک پھولوں کو نہ کرتی ہے رفو۔۔۔

چلتا ہے گلشن کا کاروبار ہر تدبیر سے۔۔۔

بات تیری ان اداؤں کی یا اس گاؤں کی ہو۔۔۔

کم نہیں ہے حسن دونوں کا چمن کشمیر سے۔۔۔

بجھ گئی گر شمع یہ اپنا مقدر ہی سہی۔۔۔

دل تو ہے پُرنور دردِ عشق کی تنویر سے۔۔۔

کیا پی کر اس ''میر'' نے دیوان لکھا تھا ''جوگی'' ۔۔

۔۔

ہر سخن کو رشک ان کی شاعری تحریر سے۔۔۔

)**فہیم ملک جوگی**)۔

....

بابا

اک روز کیا تھا خود سے وعدہ بابا

کبھی نہ آنے دوں گی تیری اترنگ پے میل بابا

یہ زمانہ یوں ہی جلتا رہے گا تیری اترنگ سے بابا
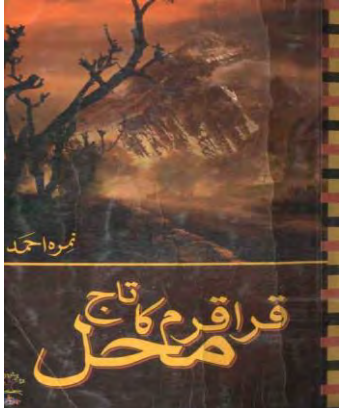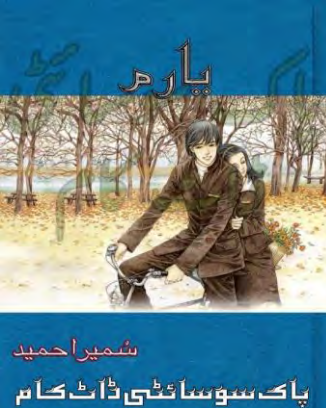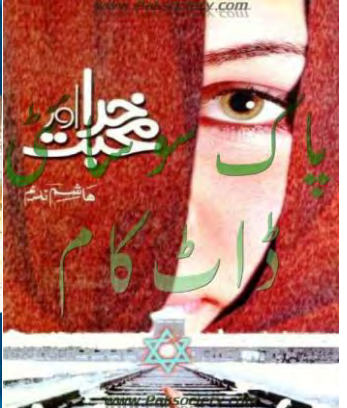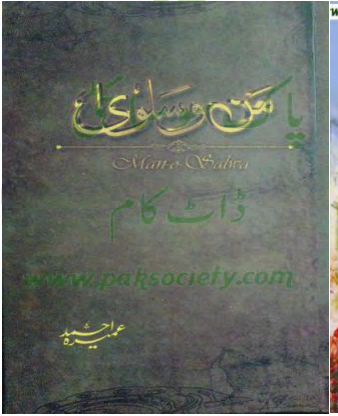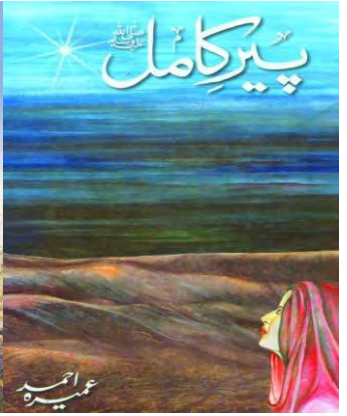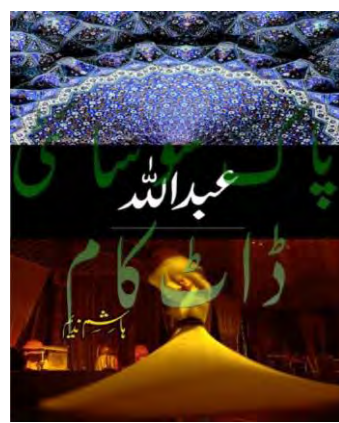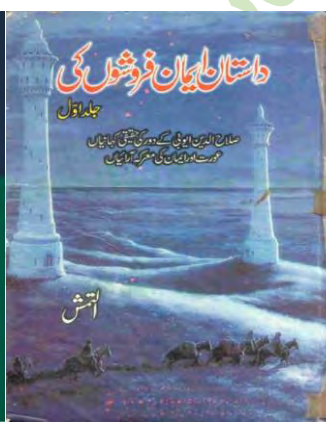
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

مگر قسمت کو ہوا یوں منظور بابا

تیری بیٹی اپنے کیے ہوئے وعدوں سے ہار گئ بابا

میری ہتھیلوں پے نمی نہ آئ تھی کبھی بابا

آج میری آنکھیں نم ہیں اس کی جدائ سے بابا

شکایت رہے گئ خود سے بابا

کچھ نہ کر سکی تیرے لیے بابا

لیکن یہ نمی آنکھوں سے دل میں قید کر دی بابا

شکایت رہے گئ خود سے بابا

کچھ نہ کر سکی تیرے لیے بابا

مگر ہمشہ کی طرح دے توں قربانی بابا

اور کر دے آزاد اس زندگی سے بابا

قسم ہے تیری بابا

اگر کر دیتا آزاد توں اس زندگی سے بابا

تو بدل لیتی رخ موت کا بابا

رائٹر. سماویہ چوھدری عبید اللہ

شہر. لاہور

....

سحرش علی نقوی

رحیم یار خان

عادت سی ہو گئ ہے

تجھے ہر پل چاہنے کی

تو کبھی خود میں جی جانے کی

عادت سی ہو گئ ہے

تجھے ہر پل سوچنے کی

تو کبھی خود میں کھو جانے کی

عادت سی ہو گئ ہے

تجھ سے روٹھ جانے کی

تو کبھی خود سے خفا ہونے کی

عادت سی ہو گئ ہے

تجھے غیروں میں کر لینے کی

تو کبھی خود سے بیگانہ ہونے کی

عادت سی ہو گئی ہے

خواہشیں ہزار کرنے کی

تو کبھی سب چھوڑ جانے کی

عادت سی ہو گئی ہے

جینے کی چاہ کرنے کی

تو کبھی موت پکارنے کی

عادت سی ہو گئی ہے

ہاں عادت سی ہو گئی ہے

....

نظم

دل کے تم نواب ہو

کچھ تو تم بھی خاص ھو

پڑھ لے جو ہر کوئی

ایسی کھولی تم کتاب ھو

کام آئے جو ہر ایک کے

ایسا خوبصورت تم احساس ھو•

دے جو روشنی سب کو•

ایسا روشن تم آفتاب ہو••

الجھا الجھا کچھ سلجھا سا

#زل کے ل ئے کچھ عجیب تم سوال ھو•

از قلم:زلقدر فاطمہ

....

نظم

کیوں نا کچھ خاص لکھوں•

تمہیں اپنے آس پاس لکھوں•

تمہیں پھولوں کی خوشبو لکھوں•

تمہیں چاند کی چاندنی لکھوں•

تمہیں ڈھلتی اک شام لکھوں•

تمہیں حسین اک صبح لکھوں •

تمہیں زندگی کا خوبصورت ساز لکھوں •

تمہیں محبت کی ابتداء لکھوں •

تمہیں محبت کی انتہا لکھوں •

کیوں نا جاناں •

تمہیں میں اپنی زندگی لکھوں •

اور یہ ہی بار بار لکھوں •

از قلم:زلقدر فاطمعہ

....

ہجر بھی تیرا اک غنیمت ہے

غم مری روح کی کفالت ہے

–

عشق انسان کی ضرورت ہے

پر یہاں کس کو اتنی فرصت ہے

–

آنکھیں پتھر ہو جاتی ہیں اکثر

راہ تکنا بھی اک اذیت ہے

–

بس یہی ہے سکوں بھرا حاصل

مجھ سے اب تک اسے محبت ہے

–

آئنہ سا ________ مزاج ہے اپنا

سو مرا ٹوٹنا بھی قسمت ہے

–

اک عداوت سے کم نہیں یہ بھی

درمیاں اپنے جو رفاقت ہے

–

کیسے انجام کو بھلا دیں ہم

موت تو زیست کی حقیقت ہے

-

کتنی صدیوں کی ہے تھکن مجھ میں

سلوٹوں میں نہاں حکایت ہے

-

تھی وفا جن میں غیر تھے وہ سب

جو بھی اپنا ہے بے مروت ہے

-

ہم بھلا سکتے ہیں تجھے کیسے

کہ تو خواہش نہیں ہے، حسرت ہے

-

چوٹ کھا کر دعائیں دیتا ہوں

اپنی کچھ منفرد طبیعت ہے

-

مجھ کو کرنا شہید رہ_ حق پر

یہ مری آخری وصیت ہے

-

سوچا تھا میں نے جی نہ پاؤں گا

بن ترے جی رہا ہوں حیرت ہے

-

مجھ کو فرصت نہ تھی کبھی تجھ سے

اب تری یاد سے بھی فرصت ہے

-

خواب مدفون ہیں حسن مجھ میں

میرے اندر مزار_ الفت ہے

سید حسن رضا

....

ہم وہ ہیں جن کے سینے میں اب

زندگی کا بھی دم گھٹتا ھے

سید حسن رضا

....

جو چاہتا ہوں صدیوں کے فاصلے تک ہے

نصیب اپنا تو منزل کے راستے تک ہے

-

میں زندگی میں تری لمحے بھر کو بھی نہیں ہوں تو

میری ذات کے ہر ایک مرحلے تک ہے

-

چھو لینے سے تو اتر جائے گا نشہ سارا

نظر کا حسن تو بس اس کو دیکھنے تک ہے

-

سرابوں جیسی محبت کا ہے فسوں ہر سو

تو دور مجھ سے صدیوں کے فاصلے تک ہے

-

عمل سے خالی ہے انسانیت کا ہر پہلو

یہ مرحلہ ابھی لوگوں میں سوچنے ہے

-

میں چاہتا ہوں اسے سونپ دوں اسی کے غم میں کیا

کہوں کہ ابھی بات حوصلے تک ہے

-

کبھی تو زعم وفا اترے گا نظر سے مری

کہ تیری طلب فقط خواب ٹوٹنے تک ہے

-

وفا کے ٹوٹیں گے سب سلسلے جدائی سے

جنون عشق جو ہے صرف رابطے تک ہے

سید حسن رضا

....

وہ محبت ہوں کبھی جس کو سراہا نہ گیا

میں وہ تعلق ہوں کسی سے جو نبھایا نہ گیا-

آگ نفرت کی دلوں میں سدا بھڑکائی گئی

پر کبھی دل میں مروت کو جگایا نہ گیا

-

لوگ صدیوں کی رفاقت کو بھلا دیتے ہیں

ایک ہی شخص کبھی ہم سے بھلایا نہ گیا

-

میں شکستہ ہی سہی ضبط مگر رکھتا ہوں

وہ دیا ہوں کہ جو آندھیوں سے بجھایا گیا

-

ایک ہی بار تری ذات میں کیا غرق ہوئے خواب

سے آج تلک خود کو جگایا نہ گیا

-

عہد_الفت کو نبھایا ہے سدا ہم نے حسن

تجھ سے ہی بار وفاؤں کا اٹھایا نہ گیا

سید حسن رضا

....

شہر اقبال کے دیہات میں رہنے والے،

ہم تو ہیں کچے مکانات میں رہنے والے،

دیکھ ٹپ ٹپ کے ترنم کا مزہ لیتے ہوئے، کتنے خوش ہیں میاں برسات میں رہنے والے،

ہم اسے چاہنے والے تھے مگر یاد آیا،

اپنے آبا تو تھے اوقات میں رہنے والے،

اتنے مانوس ہیں تاریکیء شب سے یارو،

دن نکلنے ہی نہ دیں رات میں رہنے والے،

آنکھ جو دیکھتی ہے سچ ہو ضروری تو نہیں، ساتھ ہوتے ہیں کہاں ساتھ میں رہنے والے،

محمد مبشر میو

سیالکوٹ

....

زندگی کی کتاب

اپنے اوراق پھیلائے

تھپیڑوں کی تلخیاں

سہ رخی ھوامیں

جھیل رھی ھے

نہ جانے یہ کتابِ زیست

کب تلک

اپنے آپ کو

تیز ھواوں کے بیچ

بچاتی رھے گی

آخرِ کار

وہ ساعت بھی آپھنچے گی

جب تیز ھوا کا کوئ جھونکا

تلخیاں سموئے ھوئے

ان اوراق کو

منتشر کر دے گا

از

قلم ماوراخان.

....

آنکھیں نم ہیں' دل ہے گھائل

دکھ کی بجتی ہر سو پائیل

کس راہ کو جاؤں جو خوشی کو پاؤں

خواب اپنے میں آخر کسے بتاؤں

کون ہے اپنا' ہے کون پرایا

اپنوں نے ہی مجھے ہرایا

طعنوں کی برسات ہے کی

ہم جو ہر بار سہی

اے خُدا اب تو پار لگا دے

میرے ضبط کا اب تو ہی صلّہ سے !!

.

سمیعہ عبید-لاہور

....

آنکھیں نم ہیں' دل ہے گھائل

دکھ کی بجتی ہر سو پائیل

کس راہ کو جاؤں جو خوشی کو پاؤں

خواب اپنے میں آخر کسے بتاؤں

کون ہے اپنا' ہے کون پرایا

اپنوں نے ہی مجھے ہرایا

طعنوں کیٔ برسات ہے کی

ہم جو ہر بار سہی

اے خُدا اب تو پار لگا دے

میرے ضبط کا اب تو ہی صلّہ دے!!

.

سمیعہ عبید-لاہور

....

میں سگریٹ کو ھتھیلی پر

الٹ کر خالی کرتا ھوں

پھر اس میں ڈال کر یادیں

تمھاری خوب ملتا ھوں

ذرا سا غم ملاتا ھوں

ھتھیلی کو گھماتا ھوں

بسا کر تجھ کو سانسوں میں

میں پھر سگریٹ بناتا ھوں

لگا کر اپنے ھونٹوں سے

محبت سے جلاتا ھوں

تجھے سلگا کر سگریٹ میں

میں تیرے کش لگاتا ھوں

دھواں جب میرے ھونٹوں سے

نکل کر رقص کرتا ھے

میرے چاروں طرف کمرے میں

تیرا عکس بنتا ھے

میں اس سے بات کرتا ھوں

وہ مجھ سے بات کرتا ھے

یہ لمحہ بات کرنے کا بڑا انمول ھوتا ھے

تیری یادیں تیری باتیں 'بڑا ماحول ھوتا ھے

عدیل جٹ ساھیوال

....

وفا نہ کی جیسے جفا کر دی

ہم نے تو گویا خطا کر دی

الزام سارے ہم پہ لگے

اور تم نے ظلم کی انتہا کر دی

راہیں ہی سبھی خارزار کر دیں

تم نے تو زندگی ہی ہم پر سزا کر دی

.

سمیعہ عبید-لاہور

....

تم بن یہ دل میرا لگتا نہیں

تم بن یہ جہاں اچھا لگتا نہیں

چاہوں تمھیں کتنا میری جان

بار بار جتانا اچھا لگتا نہیں

تم بن میں اداس میری زندگی

تم بن مسکرانا اچھا لگتا نہیں

یہ دن یہ رات یہ پل یہ لمحات

لمحہ بھی تم بن کاٹنا اچھا لگتا نہیں۔

از قلم۔ریما نور رضوان

....

سجنی بن ساجنا

پیاری سجانیا آجائے

تیری یاد میں جی تڑپاے

میکہ جا کر میری یاد نہ آے

سجنی تو ہر جائی بن جاے

سب میں ہنسے بولے چہکے

مجھکو بالکل فراموش کر جائے

یاد میری نہ تجھکو ستائے

میرے بن کیسے دن بیتاے

امی کے گھر جانے کو لڑ جائے

واپس نہ آنے کو دل چاہے

سجنی بن ساجن مسکاے

ساجنا بن سجنی اداس ہو جائے

میں چاہوں میری پیاری سجنی

تجھکو اتنا پیار و چاہت دوں

میکہ کی یاد نہ تجھکو ستائے

میری چاہت میں سب کو بھول جائے

از قلم۔ریما نور رضوان

....

خزاوں میں بھی بہاروں کا احساس ہے

تیرا تصور جب میرے آس پاس ہے

شعلے کو بھی چھو لوں تو وہ شبنم بن جائے کچھ ایسی

جذبوں کی شدد جو میرے پاس ہے اُڑتی ہوا کو بھی

مٹھی میں قید کر لوں میں

کتنی انہونی سی اس دل کی کیسی آس ہے محبتوں کی

دنیا میں اتنا کیوں کھونے لگی نشاء یہ دنیا ایسی ہے جو

سب کو نہیں راس ہے نشاء ایمان

وہ میری چاہتوں کی طلب میں تو ہے

مگر انتظار کا قائل نہیں

وہ نگاہوں کی شوخی میں کھویا تو ہے

مگر میرے پیار کا گھائل نہیں

اُس نے وفاوں کو مانگا تو ہے

خود وہ وفاؤں پہ مائل نہیں

سر عام محبت جتاتا تو ہے

خلوت میں اتنا بھی حائل نہیں

نشاء ایمان

....

غزل

محبت ترک کی میں نے گریباں سی لیا میں نے

زمانے اب تو خوش ہو زہر یہ پی لیا میں نے

ابھی زندہ ہوں لیکن سوچتا رہتا ہوں خلوت میں

کہ اب تک کس تمنا کے سہارے جی لیا میں نے

انہیں اپنا نہیں سکتا مگر اتنا بھی کیا ہے

کہ کچھ مدت حسیں خوابوں میں کھو کر جی لیا میں نے

بس اب تو دامن دل چھوڑ دو بیکار امیدو!

بہت دکھ سہہ لیے میں نے بہت دن جی لیا میں نے

شاعر ساحر لدھیانوی

انتخاب (علی رضا(

....

تم اگر تنہا ہو. .

تو ہم کون سا ہجوم ہیں.

دل نہیں لگتا تیرے بنا..

تم بھی اداس پھرتے ہو.... .

کبھی تو اپنا ملن ہو گا.

کبھی تو ہم پاس ہونگے. .

کیا ہوا جو تنہا ہو

ہم بھی تو اکیلے ہیں...

از حرا طاہر

پنجاب فیصل آباد.

....

آج جانے کی ضد نہ کرو

یونہی پہلو میں بیٹھو رہو

ہائے! مر جائیں گے، ہم تو لُٹ جائیں گے ایسی باتیں

کیا نہ کرو

تم ہی سوچو ذرا کیوں نہ روکیں تمہیں

جان جاتی ہے جب اُٹھ کے جاتے ہو تم

تم کو اپنی قسم جانِ جاں

بات اتنی میری مان لو

وقت کی قید میں زندگی ہے مگر

چاند گھڑیاں یہی ہیں جو آزاد ہیں

ان کو کھو کر ابھی جانِ جاں

عمر بھر نہ ترستے رہو

کتنا معصوم ورنگیں ہے یہ سماں

حسن اور عشق کی آج معراج ہے

کل کی کس کو خبر جانِ جاں

روک لو آج کی رات کو

گیسوؤں کی شکن ہے ابھی شبنمی

اور پلکوں کے سائے بھی مدہوش ہیں

حسنِ معصوم کو جانِ جاں

بے خودی میں نہ رسوا کرو

فیاض ہاشمی!

....

میں آپ اپنی ہمیشہ تلاش کرتا رھا.....

یہ وقت میری تراش وخراش کرتا رھا....

تری جدائی نے مصلوب کر دیا مجھ کو...
پھر اک زمانہ مجھے قاش قاش کرتا رھا...

ترے خیال کی لو سے ھوئی غزل روشن...
یہ کارِ شوق تھا میں یار باش کرتا رھا...

نجانے شیشہ ءجاں میں بسا تھا غم کیسا...
جو عمر بھر ھی مجھے پاش پاش کرتا رھا....

نمازِ عشق بھی واجب تھی ذکرِ یار بھی تھا... .
اور اس کے ساتھ میں فکرِ معاش کرتا رھا... .

.................اقبال طارق

..---------- .

...وطن سے دور اے پیارے پرندے... .
پریشاں حال دکھیارے پرندے.... .

ضرورت کے قفس میں قید ھیں سب... .
خوشی سے درد کے مارے پرندے..... .

تلاشِ رزق میں نکلے گھروں سے.... .
سحر دم آنکھ کے تارے پرندے.... .

اڑے اپنے دکھوں کا بوجھ ڈھونے.... .
مثالِ من تھکے ھارے پرندے.... .

ھرے صحرائے چشم ان کے رھیں گے.. .
بہت روئے ھیں بے چارے پرندے..... .

فقط ھم ھی نہیں طارق یہاں پر.....

سفر میں ھیں بہت سارے پرندے.... .

............اقبال طارق........... .

....

خشبو پھولوں جیسی تھی..

اس کی شوخ جوانی میں..

چاند ھے دانش صدیوں سے..

تاروں کی نگرانی میں..

(جاوید دانش)

....

)غزل(

دیکھوں دنیا فانی میں..

کون ہے کتنے پانی میں..

پہلی رات اداسی کی..

پہلا موڑ کہانی میں..

دل الجھائے رکھنا ھے..

کب تک کھینچا تانی میں..

بہہ جاتے ھیں جذبے کیا..

اشکوں کی طغیانی میں..

)غزل(

کتنے سالوں سے خشک سالی ھے..

کتنے قصبوں نے بھوک پالی ھے..

جب سے پھیری ھیں چاند نے آنکھیں..

تب سے آنگن میں رات کالی ھے..

بات سنتا نہیں غریبوں کی..

اس نے دولت بہت کمالی ھے..

ترک کر کے تیری محبت کو..

ایک ھجرت گلے لگالی ھے..

کس نے بویا ھے بیج نفرت کا..

کس نے رشتوں میں پھوٹ ڈالی ھے..

آج آنکھوں کی سمت مت دیکھو..

آج محفل میں دل سوالی ھے..

شعر دانش سنا کے لوگوں کو..

سانس لینے کی رہ نکالی ھے..

(جاوید دانش)

جان و دل ہیں اشکبار اپنا بنا

کٹ گ ئے دن زندگی کے لہو میں

روح کی سن پکار اپنا بنا

غیر کے قبضے سے دل آزاد کر

اے دلوں کے تاجدار اپنا بنا

....

اے حبیب کردگار اپنا بنا — اپنی چاہت جستجو اور آرزو

ہو گیا ہوں دل فگار اپنا بنا — اے بہار حسن یار اپنا بنا

جان و دل تاریک ہیں عصیاں کثیر — معتکف ہوں شاہ کی دہلیز پر

اے کریم غمگسار اپنا بنا — جان و دل تجھ پر نثار اپنا بنا

قرب کی لذت سے کیوں محروم ہیں — کچھ نہیں سعید نسبت کے بغیر

بس یہی دارالقرار اپنا بنا

ھاں غریبوں کے لیے کھولتا بس پانی ہے

"شفیق سعید"

....

کون بچتا ہے بھلا اس کی پکڑ سے یارو!

عرش سے فرش تلک رب کی نگہبانی ہے

عالم یاس میں اتری ہوئی ناکامی ہے

ذہن افسردہ تخیل میں پریشانی ہے

حمد ہے، شکر ہے تعریف ہے اس رب کے لیے

جس کے اک حکم سے ہر شے کی فراوانی ہے

کر دیا اہل جہاں نے مرا جینا مشکل

دل کی حسرت میں بھی در آئی پشیمانی ہے

کس طرف بھاگے چلے جاتے ہیں یہ لوگ سبھی

ہر طرف اس کے بنا دیکھو پشیمانی ہے

یورشیں ہوتی ہیں اس طرح مسلمانوں پر

جھک گئی قوم جھکی سب کی ہی پیشانی ہے

اب نہیں آنی کوئی وحی، نہ ہی کوئی نبی

ہے قیامت کی گھڑی حشر کی طغیانی ہے

ذاکر انور....

اہل ثروت کا ہی قبضہ ہے زمینوں پہ سبھی

....

حمد

زبان پہ مھر لگا دے جلال ایسا ھے.

نظر کی تاب سے باھر جمال ایسا ھے.

کھیں دکھائی نہ دے اور ھر جگہ موجود

گماں یقین میں بدل دے. کمال ایسا ھے.

وہ نور جس کی سمائی نھیں کسی دل میں.

بشر کی سوچ سے باھر خیال ایسا ھے.

عروج پر ھے مقدر بفیض چشم کرم.

یہ مھر عمر رواں کا زوال ایسا ھے.

کوئی بھی وقت ھو امجد یہ پھلتا رھتا ھے.

دلوں میں فضل خدا کا نھال ایسا ھے....

....

تم اور تمہاری انا

تم نے جو ٹھان ہی لی ہے

کہ ہم کو بھول جانا ہے

گہرا سا اک تعلق تھا

اسے اب توڑ دینا ہے

تمہاری ضد کے آگے

ہماری وفائیں روئیں گی

تمہارا دل نہ تڑپے گا

نہ دھڑکنیں ربط کھوئیں گی

نہ آنکھیں چین سے سوئیں گی

سنو، یہ جو تم نے اپنی

اپاہج انا کا سہارا لیا ہے

یہ تمہارا ساتھ نہ دے گا

تمہیں جو مان ہے اس پر

یہ اس کو توڑ ڈالے گا

ہماری محبت سے بڑھ کر

تم اپنی انا کا ساتھ دیتے ہو

دماغ سے کام لیتے ہو

دل کو مات دیتے ہو

تو کیا ہمارے بعد بھی

ایسا ہی کرو گے ؟

ابھی تو ہم سے لڑتے ہو

کبھی جو ہم نہیں ہوں گے

تو تنہا خود سے ہی لڑو گے۔

امرینہ سہیل مغل.

....

اے کاش

ایسا معجزہ ہو جائے اک دن

کھلے جو آنکھ میری

پاؤں روبرو تجھ کو....

شاعرہ دیا خان بلوچ

....

ہم بھی کہاں کے سچے تھے...

اک چھوٹی سی عرضی تھی

کہ تم جیون ساتھی بنو

ہر پل رہو ساتھ میرے

چاہے بادل برسیں

چاہے آگ برساتی دھوپ ہو

سنو پھر کچھ ایسا ہوا

نہ عرضی ہماری قبول ہوئی

بس دوری اپنا نصیب ہوئی

اب روز ہی آہیں بھرتے ہیں

ہر پل خود کو سمجھاتے ہیں

جو بھی ہوا، چلو اچھا ہوا

وہ بھی کونسا سچا تھا

ہم بھی کہاں کے سچے تھے....

شاعرہ دیا خان بلوچ

....

ہرجائی

نجانے کیوں

یہ دل مانتا ہی نہیں

کہ

تو ہرجائی ہے

مگر یہ سچ ہے جاناں

تیرے ہر انداز سے

یہ احساس ہوتا ہے

کہ

تو ہرجائی ہے...

شاعرہ دیا خان بلوچ

....

ماں

ماں تیری گود میں

تیری نرم سی آغوش میں

ہر درد، ہر اذیت

بھول جاتی ہوں

تو سامنے رہے تو

درد سے بیگانہ کر دیتی ہو

بس اک التجا ہے

نہ دور جانا، نہ ساتھ چھوڑنا

بس اپنے قدموں میں جگہ دے دے

پاس مجھے اپنے تو رکھ لے...

شاعرہ دیا خان بلوچ

....

لاکھ دوری ہو مگر عہد نبھاتے رہنا

جب بھی بارش ہو میرا سوگ مناتے رہنا

تم گئے ہو تو سر شام یہ عادات ٹھہری

بس کنارے پہ کھڑے ہاتھ ہلاتے رہنا

جانے اس دل کو یہ آداب کہاں سے آئے

اس کی راہوں میں نگاہوں کو بچھاتے رہنا

ایک مدت سے یہ معمول ہوا ہے اب تو

آپ ہی روٹھنا اور آپ ہی مناتے رہنا

تم کو معلوم ہے شفیق یہ پاگل پن ہے

دور جاتے ہوئے لوگوں کو بلاتے رہنا

شفیق سعید

....

میری ماں

زندگی بے رنگ

اس کے سب رنگ

تم ھو.

زندگی اک پھول

مگر اس پھول کی خوشبو

تم ھو...

زندگی اک دل کی مانند

مگر اس دل کی دھڑکن

تم ھو...

زندگی اک آنکھ کی مانند

مگر آنکھ کا حسین سپنا

تم ھو...

زندگی اک بادل کی مانند

مگر اس بادل کی بارش

تم ھو...

زندگی اندھیرے کی مانند

مگر اسکی روشنی کی وجہ

تم ھو.

زندگی صبح کی مانند

مگر صبح کا نور

تم ھو...

زندگی اک بھتا دریا

مگر اس کا کنارہ

تم ھو....

زندگی اک رات کی مانند

مگر اس کا چڑھتا سویرا

تم ھو....

میری ساری زندگی کی

تمناؤں کا حاصل اے میری ماں

تم ھو........

از قلم. ملائکہ خان-راولپنڈی

....

شاعرہ:علینہ قریشی این

میں حالتِ سفر میں ہوں،

اور سوچ رہی ہوں،

کہ..

یہ سفر زندگی کا،

کتنا عجیب ہے نا،

جب بھی ہم خوش ہوں،

یہ بڑا مختصر سا لگتا ہے.

جب بھی دکھی ہوں تو،

طویل ہو جاتا ہے.

مگر زندگی خود کتنی مختصر ہے؟؟

کہ آنکھ جھپکتے ختم ہو سکتی ہے.

پھر کیوں ہم اِس کے خوشی غم،

اور اِس کی مدت لے کر،

بیٹھے رہ جائیں؟

جو ہے، آج ہے! کل کی فکر

کیوں کر کریں؟

اس سفر کو گر خوشگوار بنانا ہے،

تو غموں کو ترک کر جانا ہے.

زندگی کو خوش آمدید کرنا ہے،

جس سفر کا آغاز ہوا،

اس کا اختتام بھی ہونا ہے.

یہ زندگی سفر ہے.

اِسے اپنی منزل پہ پہنچنا ہے،

لیکن..

زندگی کا یہ سفر،

طویل ہو یا مختصر،

یہ سفر پھولوں پہ ہو یا کانٹوں پر،

یہ خوبصورت خواب سا ہو یا حقیقت کے

ایک ڈراونے روپ سا.

یہ خوش قسمتی کی معراج پر ہو،

یا بد قسمتی کی اندھیری رات میں ہو.

اس میں کوئی دل چاہا ہمسفر بنے،

یا کوئی ان چاہا ہمسفر.

یہ سفر خوب ہو یا خوب تر،

اس سفر میں خود کو تھکنے نا دو،

ہمت حوصلے سے اپنی راہ پہ پہنچو،

سفر مکمل ہونے سے پہلے،

کسی راہ پہ اتر نہ جانا.

اگر بھٹک جاؤ تو بھی لوٹ آنا،

اُس کی طرف،

جس نے تمھیں یہ سفر دیا.

جو اُس تک جاتا ہے،،

ہاں یہ سفر،

اپنے خالق تک پہنچنے کا ہی تو ہے!

ہمیں اُسی تک جانا ہے.

اُسی کے ہیں اُسی کا ہونا ہے،

تو اِس سفر کو صبر اور شکر،

سے طے کرنا ہے،

نا تھکنا ہے نا بیچ میں رکنا ہے.

وہ جو رب ہے وہی سب ہے.

اُس تک ویسے پہنچو،

جیسا وہ چاہتا ہے،

جیسا وہ چاہتا ہے.......

....

¤ہمارا عہد¤

ہمیں اب تک یاد ہے ہمارا عہد جاناں

جب ہی تو آج تک اس آس پر

ہم جی رہے ہیں جاناں

تمہارے ہی سنگ ہنسنا ہے مسکرانا ہے جاناں

تمہارے سنگ آنسوؤں کا بہانا ہے جاناں

تمہاری ہی ہر ایک سے باتیں کرنا جاناں

وہ اپنی تمام باتیں تمہی کو سنانا

اور پھر تمہارے روٹھ جانے پر

میرا تم کو منانا

بہت جلدی تمہارا

مسکرا کر مان جانا

تمہارے مان جانے پر وہ ہمارا کھِلکھِلا کر ہنسنا

ہمیں اب تک یاد ہے ہمارا عہد جاناں

جب ہی تو آج تک اسی آس پر

ہم جی رہے ہیں جاناں۔۔!!

از#شازیہ_کریم

....

گر ممکن ہوتا تو میں

چرا لیتی....

وہ باتیں ساری....

وہ خواب سارے...

وہ یادیں ساری..

وہ سراب سارے.. ..

جو تمہیں تکلیف دیتے ہیں

جو تمہیں توڑ دیتے ہیں.. .

وہ لمحے اماوس کے..

جو تمہیں تھکا دیتے ہیں

جو تمہیں رلا دیتے ہیں. .

گر ممکن ہوتا. .

تو!!!!!!..............

نیلم چرا لیتی...

)نیلم شہزادی.. کوٹ مومن(

....

پھول راکھ لگتے ہیں

یار جب بچھڑتے ہیں

آپ سنگ ہوتے ہیں

کام سب سنورتے ہیں

جاں سمیٹ لو آکر

دیکھو ہم بکھرتے ہیں

لمحے مسکراتے ہیں

دل پہ غم برستے ہیں

تیرا نام لب پہ ہو

دل میں ساز بجتے ہیں

سرد موسموں سے بھی

شعلے سے لپکتے ہیں

دل کا کیا کرے جاناں

زخم روز رستے ہیں

پھول راہ الفت میں

تجھ کو دیکھ کے کھلتے ہیں

دل میں بسنے والے لوگ

کب کفن پہنتے ہیں

ثمینہ کنول

....

دل مضطرب

تو سنبھال زرا

میرے ساتھ

ساتھ تو چل زرا

میں اداس ہوں

پریشان ہوں

نہیں معلوم

کہ ہے وجہ کیا

یاد آتی ہے کسی

اپنے کی بے پناہ

وہ اپنا جو

ابدی نیند سو گیا

میری پہنچ

سے دور ہو گیا

دار فانی کو کوچ کر گیا۔

یاد اس کی آتی ہے

دل کو مضطرب

کر جاتی ہے۔

روتی ہوں

اداس ہوتی ہوں

اے جانے والے

تیری یاد دل کو تڑپاتی ہے۔

از قلم۔ریمانور رضوان

....

استاد محترم صداقت حسین ساجد کے نام

لگا ہوا تھا خراب کاموں میں

یہ کس راہ پہ لگا دیا تم نے

میں طفل مکتب ہوں استاد محترم

کیا کچھ لکھنا سکھا دیا تم نے

زمیں کی پستی پہ تھا مکاں اپنا

افق کی چھت پہ پہنچا دیا تم نے

میں آنکھ رکھتے ہوئے بھی اندھا تھا

احساس بصیرت کو بڑھا دیا تم نے

چشم میری ابھی تلک ہے ڈوبی جہاں حیرت میں

آخر کس شے کا یہ صلہ دیا تم نے

غلام یاسین نوناری

....

تمہاری یاد کے موسم

مری جاناں!!

نہیں رکتے.....

برستے ہیں، گرجتے ہیں

بھگوتے ہیں مجھے ہر دم

پلٹ آ و مری جاناں!!

یہ بادل اب نہیں چھٹتے

مرے سر سے

مرے دل سے

تری یادیں گزرتی ہیں

ابھی میں رہ گزر میں ہوں

مجھے پکڑو، مجھے تھامو

نہیں تو گر بھی سکتا ہوں

میں گر کر ٹوٹ سکتا ہوں.....

پلٹ آ و مری جاناں!

تمہارا نام، ساحل پر

میں لکھتا ہوں، مٹاتا ہوں

انہیں پھر خود سے جپتا ہوں

مگر پھر چھوڑ دیتا ہوں

امیدیں توڑ دیتا ہوں

پلٹ آ و مری جاناں!!

کہ یہ برسات کے موسم

مجھے جینے نہیں دیتے ہیں مرنے بھی دیتے

مری آنکھوں کے رستوں سے

بھگوتے ہیں مجھے ہر دم

میں اکثر کھو سا جاتا ہوں

انہی آنکھوں کے طوفاں میں

پلٹ آو مری جاناں!!

کہ ان اشکوں کی لہروں سے

سسکتی ہے مری حسرت

نکلتی ہیں مری آہیں

مجھے پھر توڑ دیتی ہیں

میں خود سے روٹھ جاتا ہوں

پلٹ آو مری جاناں!!

کہ میرے دل کے موسم میں

کبھی جب شام ہوتی ہے

تو پھر سپنوں کے، جھولے میں

تمہیں میں پاس پاتا ہوں

تمہارے ساتھ سو کر پھر

مسرت کا ہر اک نغمہ

پھسلتا ہے مرے لب پر

سنو جاناں!!!

مری خوشیوں کی بغیا میں

تمہاری یاد کے موسم

ابھی بھی ہیں تروتازہ

مرے وجدان میں رہ کر

یہ مجھ میں رقص کرتے ہیں

اسی ساز الم میں، میں

ہر اک شب جانِ جاں تنہا

سسک کر مسکراتا ہوں

کبھی آنسو بہاتا ہوں

کبھی کچھ گنگناتا ہوں

مگر پھر سو بھی جاتا ہوں۔

ذاکر انور

....

السلام علیکم معزز قارئین..

ماہنامہ داستان دل میں آپ کو دل کی گہرائیوں سے خوش آمدید کہا جاتا ہے..

ماہنامہ داستان دل میں تحاریر بھیجنے کے لیے آپ کسی بھی انچارج سے رابطہ کر سکتے ہیں آپ کی تحریر اردو فونٹ میں ہونی چاہیے، آپ کی آسانی کو مد نظر رکھتے ہوئے ان پیج تحریر کی کوئی شرط نہیں،، حتی کہ آپ تحریر ای میل کی بجائے ان باکس یا واٹس ایپ بھی کر سکتے ہیں. اگر آپ کو کسی انچارج سے کسی بھی قسم کی کوئی شکایت ہو تو آپ ندیم عباس ڈھکو سے رابطہ کر سکتے ہیں

ہر ماہنامے کی طرح ماہنامہ داستان دل کو بھی حق حاصل ہے کہ وہ رائیٹرز چاہے وہ میل ہوں یا فی میل اپنا فون نمبر ادارہ ہذا کو دیں شکریہ.جب کوئی ایک منزل کی جانب راہیں بناتا رواں دواں ہوتا ہے تو اس سے حسد کرنے والے حاسد بھی پیدا ہو جاتے ہیں،، اس لیے کبھی منفی مت سوچیں اور اپنی سوچ ہمیشہ مثبت رکھیں کیونکہ حسد کسی کا کچھ نہیں بگاڑتا حاسد کو ہی لے ڈوبتا ہے

داستان دل کا تعارف کرواتے چلیں

داستان دل تین ماہ تک اخبار کی شکل میں پورے پاکستان کی بک شاپ پر فری جاتا رہا ہے ،،پھر ہمیں بے شمار خطوط وصول ہونے لگے کے اسکو ڈائجسٹ کی شکل میں مارکیٹ میں لے کر آئیں ،،،ہم نے کوشش کی مگر کچھ قانونی مسائل کی وجہ سے مارکیٹ میں نہ آسکا ،ان مسائل کو دور کرنے کے لیے دو سے تین ماہ کا وقت چاہئے میں نے سوچا اب داستان دل کے قارئین کو اس سے دور نہیں کرنا چاہئے تو دن رات ہماری ٹیم نے محنت کر کے آن لائن اپلوڈ کیا اب آن لائن پاک سوسائٹی پر ارہا ہے اس کے ساتھ ساتھ اب جیو خبریں پر بھی آپ اسے پڑھ سکیں گے ۔ان شاء اللہ وہ دن اب دور نہیں جب داستان دل اپ سب قارئین کے ہاتھوں میں ہوگا،،، ان شاء اللہ.. قارئین احباب ماہنامہ داستان دل آپ کا اپنا ماہنامہ ہے جو اردو ادب کی خدمت اور نئے لکھاری حضرات کو پالش کرنے کے مواقع فراہم کر رہا ہے آپ لکھاری ہیں یا نئے لکھاری ہیں لکھیے اور ہمین بھیجئے آپ کی تحریر قریبی شمارے کی زینت بنے گی.. تحریر کے ساتھ نام لکھنا مت بھولیے گا قلم اٹھائیں... لکھیں اور ہمیں بھیج دیں ہم انتظار کر رہے .... صرف لکھاری ہی نہیں قارئین آپ بھی قلم اٹھائیں اور داستان دل کے مختلف مستقل سلسلوں کا حصہ بننئیے ...

تو پھر آپ تیار ہیں؟منجانب داستان دل ٹیم.:ندیم عباس ڈھکو)ایڈیٹر(03225494228 نزہت جبیں ضیاء) مدیر اعلی(ڈاکٹر منظور اکبر تبسم) آفس مینجر (مستقل سلسلوں کے انچارج ریما نور رضوان,سحرش علی نقوی// علی رضا/ عامر صغیر/ابرو نبیلہ اقبال/عریشہ سہیل/ حرا طاہر/ تحریم اکبر چوہدری/ثمینہ فیاض/ حیا میمن فاطمہ عبدالخالق

Email:abbasnadeem283@gmail.com

تعارف -: انچارج ریمانور راضوان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ,عزیزو، دوستو ، بزر گو!تعارف ملاحظہ ہو -:

نام، فہیم ملک ---

تعلیم ، پڑھ لکھ لیتاہوں، میٹرک،

کام،، کھیتی، باڑی، کسان

عمر۔25

قد۔6فٹ

رنگ۔گندمی

مادری زبان۔۔ سرائیکی، پنجابی،

اردو سے ھمیں محبت ھے ،اور انگریزی کم جانتے ھیں،

رہائش، رحیم یار خان، پنجاب، پاکستان

جائے پیدائش، چک عباس گاؤں۔یہ وہ دھرتی ہے جس جاہ عظیم صوفی شاعر ولی اللہ حضرت خواجہ غلام فرید رح کا مزار ہے ۔۔۔۔یہاں بڑی دور دور سے۔لوگ آتے ہیں۔

ذوق وشوق ، صوفیانہ وعارفانہ کلام پڑھنا، اردو ادب کو پڑھنا اور سیکھنا،اور شاعری کرنا،اور والی بال کھیلنا۔اور اپنی تہذیب وثقافت کو اجاگر کرنا۔۔۔۔

۔

شاعری کا جنون پڑھائی چھوڑنے کے بعد پیدا ہوا

ھم بہت کم عقل،اور بہت کم سمجھ ہیں، بلکل جاہل ،بولے تو پورے پینڈو ہیں ، ھم بہت ب-ُرے ہیں ،پر اچھے لوگوں کی اچھی باتیں پڑھتے اور سنتے رہتے ہیں ۔۔ ۔۔جھوٹ اور دھوکہ برداشت نہیں ہوتا،اور سب کچھ برداشت کر لیتے ہیں ۔۔۔ ۔محبتیں ہی محبتیں بانٹتیں ہیں، قدر و احترام کرتے ہیں تو قدر ہوتی بھی ہے،دعائیں دیتے ہیں تو دعائیں

بھی ملتی ہیں۔۔۔اس ''داستانِ دل'' کا حصہ بننے کی وجہ، اچھے لوگوں کی اچھی باتیں ہیں۔ معلوم نہیں تھا کے یہ ایک علمی وادبی ڈائجسٹ ہے ورنہ کب کے اس گروپ کے ساتھ جڑ گئے ہوتے۔ بہت خواہش تھی کہ کوئی ہم سے بھی تعارف مانگے۔زندگی میں پہلی مرتبہ پوچھے گئے سوالات کا جواب شائد بہت آسان نہیں ہوتا ہوگا۔۔۔یہی حال ہمارا بھی ھے، بہت سوچنے کے باوجود بھی اپنا تعارف نا گھڑ سکا۔۔۔۔شائد کچھ لوگوں کا کوئی تعارف سرے سے ہوتا ہی نہیں، ان ہی میں میرا بھی شمار ہوتا ہے

----------- انشاُاللہ داستان دل میں لکھی ہوئی تحاریر پڑھتا رہوں گا اور محبتیں بانٹتا رھوں گا ——— اور جتنی خدمت ھو سکی کرتا رھوں گا——— اور بہت ممنون ھوں جناب قابلِ احترام ندیم عباس صاحب کا جنہوں نے اس بندہء خاکسار حقیر فقیر کو اتنی قدر وعزت بخشی۔ ---بقول جگر-:

''میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے''

....

میرا نام آسیہ شاہین۔میرا خواب ہے بڑی رائیٹر بنوں۔اور اپنے ملک کا نام روشن کروں۔باہر تو میرے کام کی تعریف بہت ہوتی ہے مگ المیہ کہ گھر پر کوئ خاص اہمیت نہیں دی جاتی۔شائد سبھی بڑے لوگوں کے ساتھ یہ مثلار ہتا ہے

....

السلام علیکم احباب میں سر زمین گوجرانوالہ کے ایک عظیم فرزند جنھوں نے اپنے پیش رو جناب حفیظ تائب کی لاج رکھی اور انھی کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے بارگاہ رسالت ماب ؐ میں گلہائے عقیدت و عشق پیش کیے گوجرانوالہ کی سرزمین جہاں حفیظ تائب -- پروفیسر فیض رسول فیضان اور خلیل الرحمن خلیل جیسے عاشقان رسول کی وجہ سے شہرت رکھتی ہے وہاں اس سرزمین پہ رحمت خاص آپ جیسے عشاق ہی کی بدولت ہے-- آپ نے اپنی نعتیہ شاعری میں عشق و محبت رسول ؐ کے منفرد انداز میں

نئے باب وا کیے ہیں۔ --آپ ریاضی اور سائنس کے استاد ہیں اور رہائشی تعلق اسلام آباد سے ہے ---۔ آپ غزل و نظم کے شاعر ہیں --۔ مگر وجہ شہرت نعت ہے۔ یعنی بنیادی طور پہ آپ نعت کے شاعر ہیں ---۔نعت نگاری کو بلا شبہ خلیل صاحب نے نئی جہتیں عطا کی ہیں --۔ اوراور اس قدر با معنی کہ ہر لفظ بولتا ہے --۔ ایسی پر اثر اور عقیدت سے لبریز نعت کہ پڑھتے یا سنتے ہی محبت رسول کے پیمانے چھلک پڑتے ہیں ---۔ سر کا تعارف سر کے الفاظ میں --۔

۔میرا آبائی گھر وزیر آباد شہر ہے جہاں پلا بڑھا. میٹرک اور ایف ایس سی کے امتحانات وزیر آباد سے پاس کئے. بعد ازاں بی ایس سی گجرات سے کی. بی ایڈ کالج آف ایجوکیشن لاہور سے کیا اور ایم ایڈ سائنس ایجوکیشن پنجاب یونیورسٹی سے کیا. ملازمت نہ ملنے پر ایل ایل بی یونیورسٹی لاء کالج پنجاب یونیورسٹی سے کر لیا اور وکالت کے شعبے سے وابستہ ہو گیا مگر جلد ہی اس شعبے سے دستبردار ہو گیا کہ کچہری اور عدالت میں جھوٹ بولنے اور بلوانے کا تجربہ نہ تھا .

اسی دوران اسلام آباد میں شعبہ تعلیم میں ملازمت مل گئی. یہاں عرصہ 23 برس سے ریاضی اور فزکس پڑھا رہا ہوں .

دوران سروس ایک دوست عبد القادر تاباں صاحب سے ملاقات ہوئی جہاں سے شاعری کی ابتدا ہوئی. میرے پہلے اور آخری استاد محترم جناب عبد القادر تاباں صاحب ہی ہیں .

شطرنج میرا پسندیدہ کھیل ہے اور شاعری پارٹ ٹائم دل بہلانے کے لئے یعنی مشغلے کے طور پر کرتا ہوں .

سیلانی طبع اور سادہ مزاج آدمی ہوں

.میں ایک کمزور اور ناتواں سا شاعر ہوں اور سیکھنے کے مراحل سے گزر رہا ہوں .

قارئین کرام کے سامنے میری کچھ بھی حیثیت اور اوقات نہیں ہے. آپ نے میری تازہ ترین نعت نہیں چڑھائی جسے لکھنے سے پہلے مجھے محسوس ہوا تھا

کہ آقا صلاتہ وسلام میری نعتیں قبول کرتے جا رہے ہیں اور میں مشہور ہوتا جا رہا ہوں .

گذشتہ سال اپریل میں نعت لکھتے لکھتے رو پڑا تھا کہ شاید میرے آقا مجھ سے روٹھ گئے ہیں کہ مجھے اپنے روضۂ اقدس پر نہیں بلوائیں گے . مگر نعت کے دو ماہ بعد اللہ تعالیٰ اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کرم کیا اور غیب کے خزانے سے مدد آئی اور جون میں حاضری کی سعادت ملی . غالبا" میری نعت قبول ہو گئی تھی اور ابھی پچھلے ہفتہ میں میں نے ایک نعت اسی حوالے سے لکھ ڈالی ہے . دعا کریں کہ مجھ سا گنہگار اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کو عزیز رہے .

طالب دعا۔۔ اویس قرنی شاہین

....

دل کی آواز انچارج: آبروٗ نبیلہ اقبال / شحرش علی نقوی

صحرا کی خاک جتنی بھی ہو تعمیر گھر ہوتا نہیں!!!!....

جن کا مقدر کھوٹا ہوا نہیں بنتے سکندر دیکھا نہیں!!!!..

عائشہ احمد

....

میں سگریٹ کو ھتھیلی پر

الٹ کر خالی کرتا ھوں

پھر اس میں ڈال کر یادیں

تمھاری خوب ملتا ھوں

ذرا سا غم ملاتا ھوں

ھتھیلی کو گھماتا ھوں

بسا کر تجھ کو سانسوں میں

میں پھر سگریٹ بناتا ھوں

لگا کر اپنے ھونٹوں سے

محبت سے جلاتا ھوں

تجھے سلگا کر سگریٹ میں

میں تیرے کش لگاتا ھوں

دھواں جب میرے ھونٹوں سے

نکل کر رقص کرتا ھے

میرے چاروں طرف کمرے میں

تیرا عکس بنتا ھے

میں اس سے بات کرتا ھوں

وہ مجھ سے بات کرتا ھے

یہ لمحہ بات کرنے کا بڑا انمول ھوتا ھے

تیری یادیں تیری باتیں' بڑا ماحول ھوتا ھے

عدیل انور

....

تم اگر تنہا ہو. .

تو ہم کون سا ہجوم ہیں.

دل نہیں لگتا تیرے بنا..

تم بھی اداس پھرتے ہو.... .

کبھی تو اپنا ملن ہو گا.

کبھی تو ہم پاس ہونگے. .

کیا ہوا جو تنہا ہو

ہم بھی تو اکیلے ہیں...

از حرا طاہر

....

مومل عروش

شاعر نصیر الدین نصیر

سر طور ہو سر حشر ہو ہمیں انتظار قبول ہے

وہ کبھی ملیں وہ کہیں ملیں وہ کبھی سہی وہ کہیں سہی

....

. مانا کے تغافل نہ کرو گے لیکن

خاک ھو جائیں گے تم کو خبر ھونے تک

دعا اکرم

....

عداوتیں تھیں، تغافل تھا، رنجشیں تھیں بہت

بچھڑنے والے میں سب کچھ تھا، بے وفائی نہ تھی..

تانیہ

....

خشک پتوں سے چرا لیتی ھیں شاخیں دامن

کس نے یادوں سے نبھائی ھے یھاں دل کے سوا

اسما سحر

....

میں بتاتا ہوں تمھیں، عشق نوَردِی کیا ہے

ایک آہٹ کے لیے، سارا مدینہ چُوما...

آبروِ نبیلہ اقبال

....

میری خواہش ہے کہ تجھے پھولوں سے فتح کروں

ورنہ یہ کام تو تلوار سے بھی کیا جا سکتا ہے

اظہر فراغ

....

شکوۂ ظلمتِ شب سے تو کہیں بہتر تھا.

کہ اپنے حصے کی شمع جلاتے جاتے!!.

زرمینہ مریم

....

انتظارِ تاویل کے بعد بھیجا جو قاصد کو اُن کی طرف.

قاصد پلٹ کے خوب رویا اور کہا کہ آپ کا تعارف پوچھتے

ہیں وہ...

عثمان انجم

....

زندہ رہیں تو کیا ہے جو مر جائیں ہم تو کیا

دنیا سے خامشی سے گزر جائیں ہم تو کیا

منیر نیازی

....

جھوٹ سچ میرا مسئلہ ہی نہیں

تم نے اپنا کہا ـــــــ کمال کر دیا

ڈاکٹر معین

....

وہ "ہم"

کو دے کر

"درد"

پھر"

ہم درد"

بن گئے

از قلم

رخسار رشید کشمری

جدہ

....

عرضِ تمنا کر کے گنوایا ھم نے بھرم خوداری کا

ھو گئ گو تکمیلِ تمنا دل کو ندامت آج بھی ھے

ماورا خان

....

وہ سفید پھولوں سی اک دعا جو میرے ساتھ ساتھ رہی

سدا...

یہ اسی کا فیض ہے بار ہا میں بکھر بکھر کے سنور گیا....

نیلم شہزادی

....

رابعہ خان

مر جائے انسان تو بڑھ جاتی ہے قیمت

زندہ رہے تو دنیا جینے کی سزا دیتی ہے

....

وہ جن کے ہاتھوں میں تقدیرِ فصل گل رہی

دے گئے سوکھے ہوئے پتوں کا نذرانہ مجھے

غلام یاسین

....

زندگی

زندگی خود میں بہت کمال رکھتی ہے

پریشانیوں سے سب کو نڈھال رکھتی ہے

بڑے بڑے آتے ہیں شاہسوار اس ڈگر

مگر یہ سب کو بطور یرغمال رکھتی ہے

اڑنا چاہتی ہے یوں تو عقاب کی اڑان

ہر اڑان بھی خود میں زوال رکھتی ہے

اس کے رنگ میں رنگ کے جینا سیکھ لو

ورنہ یہ مرتے دم تک پر ملال رکھتی ہے

(زاہد سعدی)

❖

❖ **---ذرا سنبھل کے چلنا---**

اے گل رخ

زرا سنو تو---

اے گل بدن

اک بات کہوں!

ذرا سنبھل کے چلنا

کیوں کہ یہ دنیا

بڑی ظالم دنیا ہے

جہاں بھیڑے بستے ہیں

جو---

کلیوں کو نوچ لیتے ہیں

خوں تک نچوڑ لیتے ہیں

پھر بھی---

پھر بھی کوئی پرسانِ حال نہیں بنتا---

کیونکہ

یہ دنیا---

بڑی ظالم دنیا---

ہمیشہ ظالم کا ساتھ دیتی ہے۔

مظلوم گھُٹ گھُٹ کے مرتے ہیں

اِس لیے بتاتا ہوں

کہ ذرا سنبھل کے چلنا---

ذرا سنبھل کے چلنا---

)زاہد سعدی) قصور

عجیب پہیلی ہے ہاتھ کی لکیروں میں

سفر لکھا ہے مگر راستہ نہیں لکھا!!

ریحانہ اعجاز

....

ہتھیلیوں میں اگ آیا تقدیر کا جنگل

اور ان میں الجھ گیا

زندگی کا ہر راستہ

بقلم خود لبنیٰ غزل

....

تھ کی لکیروں میں جو بسا کرتے ہیں ہا

وہ دنیا میں کب کسی سے وفا کرتے ہی

بھول کر بھی نہ آنا محبت کے جنگل میں

یہاں سانپ نہیں انسان ڈسا کرتے ہیں!!!

ریحانہ اعجاز

....

مجھے غموں کی فصل کاٹنی ہے

ہاتھ کی لکیروں نے یہ بتایا ہے

فرح بھٹو

....

اسے جب ھاتھوں کی لکیروں میں ڈھونڈنا چاھا.

تو خیال آیا سہ

جو لوگ دل میں بستے ھوں

وہ لکیروں میں ملا نھیں کرتے

لکیریں مٹ بھی جاتی ھے

دل میں بسنے والے میٹا نھیں کرتے.....

ملائکہ خان...راولپنڈی

....

پاگل پن کی ساری لکیریں میرے ہاتھ میں کیوں؟

جس کو چاہوں، میں ہی چاہوں، میں ہی چاہوں، کیوں؟

....

اے انسان ان ہاتھوں کی

الجھی ہوئی لیکروں میں کیا تلاش کرتے ہو...

خدانے تقدیر تو ان کی بھی لکھی ہے جن کے ہاتھ بھی نہیں ہوتے....

آمنہ رشید... پیر محل

....

کیوں نگاہیں مری لکیروں سے الجھتی ہیں

نہ پائیں راہ کبھی محبت بھٹکتی ہے

شاید کہ اے ہمدم مل جائیں راہیں اپنی

اک حسرت دعا بن کر ان لبوں پہ مچلتی ہے

ارم فاطمہ

....

میرا ہاتھ میرا رہنما

مجھے جس طرف بھی موڑ دے

میں چھو لوں جو ٹوٹے پتھر کو

میرا ہنر "مریم" اسکو بھی جوڑ دے

زرمینہ مریم

....

میرے ہاتھوں کی لکیروں کے اضافے ہیں گواہ

میں نے پتھر کی طرح خود کو تراشا ہے بہت

اسامہ بھٹی

....

قیامت خیز لمحے تھے.

ھوے جب وہ جدا ھم سے

اسی وقت ھی کھویا خد کو

ھوے جب وہ خفا ھم سے

وفائیں روز گنتے تھے.

مگر بھولے وفا ھم سے.

از قلم: عاشی

....

وہ تو کر رھے تھے دل لگی

ھم ناداں وفا کر بیٹھے

فرحین ناز طارق

چکوال

....

روشن ندیم کے لئے) حفیظ تبسم)

! روشن ندیم

تمہارے ٹشو پیپر پہ لکھے دکھ پڑھ کر

ہماری نیندیں خدا کے دروازے پر دستک دیتی ہیں

مگر دروازے کھلنے سے انکار کر دیتے ہیں

تم دہشت کے موسم کی خبر سن کر

اپنے سارے خواب اس بوڑھے برگد کی کھو میں چھپا آتے ہو

جہاں بدھا کو نروان ملا تھا

لیکن وہاں کی بوڑھی چمگادڑیں انہیں لے اڑتی ہیں

!روشن ندیم

تم ابر کی آہٹ پہ کان لگائے بیٹھتے ہو

اور منٹو کی عورتیں سہاگ راتوں کو کوٹھوں پر فروخت کر دی

جاتی ہیں

جن کے سہاگ سپنے مسلسل شہر کے بازاروں میں چلے جا رہے

ہیں

خودکشی کے اجتماع میں

روشن ندیم

تم تہذیب کی کالی شاموں میں

تاریخ کی سڑک پر چلتے

انکار کے فلسفے سے بھرے سگریٹ پھونکتے ہو

اور جب تھک جاتے ہو

تو فٹ پاتھ کے کنارے بیٹھ کر لکھتے ہو

کڑک چائے کے کپ پر

تم خاموشی سے ڈال دیتے ہو

لنگڑے انقلابی کے کاسے میں

فیض کی کوئی نظم

جس میں چیخوں کا جنگل آباد ہے

وہ کھردرے ہاتھ کی انگلیوں سے وکٹری کا نشان بناتے ہوئے

کہتا ہے

منسوب ہو جائے آج کا یہ لمحہ، یہ دن، "

" یہ سال، یہ صدی آپ کے نام

" تم جواباََ قہقہہ لگاتے ہو

کیوں.......؟

"کیسے.......؟

اور تم ووڈکا کے تلخ ذائقے میں کارٹون بنانے لگتے ہو

اندھے لوگوں کے

جو نہیں جانتے سات رنگوں کی کہانی

....

میں تمہیں پکارتا ہوں

میں تمہیں پکارتا ہوں میں تمہیں پکارتا ہوں

جب اونچے پہاڑ پر ہوائیں جب دور سے آنے والی کونجیں

چیڑ کے پتوں سے موسم کے بدل جانے پر

بنسی بجاتی گزرتی ہیں اڑی جا رہی ہیں

دن خانہ بدوشوں کی طرح بستر اٹھائے بندرگاہ پر آخری جہاز

چاند کا تعاقب کرتا ہے لنگر انداز ہو چکا ہے

جھاگ اُڑاتا سمندر

میں تمہیں پکارتا ہوں ہماری محبت کے سالانہ سوگ میں

جب پرندے برف باری کے خوف سے مرثیے پڑھ رہا ہے

گھر شام سے پہلے لوٹ چکے ہیں کہ تم دور ہو

میں ملاح کی رسوں سے الجھی کشتی میں بہت دور ہو

کتوں کے ساتھ دبک کر بیٹھا اس قدر دور۔۔۔

!کسی معجزے کا منتظر ہوں کہ کچھ سُن نہیں سکتیں

(دو سمندروں کے درمیان(حفیظ تبسم

....

نائمہ غزل

عجب اس دل کی حالت ہو رہی ہے

مجھے لوگوں سے وحشت ہو رہی ہے

محبت کب زمانے سے ڈری ہے

نئی ہر روز جدت ہو رہی ہے

محبت کو کڑے پہروں میں رکھو

انوکھی اس میں شدت ہو رہی ہے

نہیں تجھ میں وفا کا عکس لیکن

ابھی بھی تیری مدحت ہو رہی ہے

پریشاں ہے بہت وہ شخص شاید

مری سانسوں کو دقت ہو رہی ہے

غزل وہ شخص نہ بھولے گا تجھ کو

تو پھر کیوں یہ مشقت ہو رہی ہے

RECIPE MINI PIZZA MFFFON

* منی پیزا مفن *

پیزا ڈفھ کے اجزا

میدہ ایک کپ

تیار خمیر ایک ٹی اسپون

نمک کوارٹر ٹی اسپون

عام چینی ایک ٹیبل اسپون

تیل دو ٹیبل اسپون

ملک پاؤڈر ایک ٹیبل اسپون

گرم پانی حسب ضرورت

ترکیب

تمام اجزا کو ایک ساتھ مکس کر کے ایک پیالے میں ڈال کر گرم پانی سے عام آٹے کی طرح گوندلیں

نہ بہت سخت رکھیں نہ نرم کریں

ڈھک کر تقریبا ایک گھنٹہ رکھ دیں

ٹاپنگ کے اجزا

اسموک بیف یا سلامی یا بچا ھوا قیمہ یا چکن کی چھوٹی بوٹی یا اپنی پسند کی کوئی مکس سبزی آدھا کپ

موزیلا چیز ایک کپ

مکھن یا مارجرین

پگھلا ھوا ایک ٹیبل اسپون

لال مرچ کٹی ھوئی آدھا ٹی اسپون یا کالی مرچ آدھا ٹی اسپون

کیچپ یا پیزا سوس حسب ضرورت

پارسلے یا ھرادھنیا کٹا ھوا ذرا سا

ترکیب

گوندے ھوئے آٹے کے عام چھوٹے پیڑے بنالیں

جیسے پوریاں بناتے ھوئے پیڑے بناتے ھیں

پھران کو روٹی کی طرح بیل لیں اور کسی گول کٹر سے کاٹ لیں

ایک پیالے میں بچوں کی پسند کی ابلی ھوئی کچھ سبزی مثلا آلو مٹر چھوٹے کاٹ کر ڈالیں

اگر سبزی پسند نہیں کرتے تو نہ ڈالیں نمک کالی مرچ ڈال کر مکس کر لیں

چیز کو کرش کر لیں

ایک پیسٹری ٹرے یا مفن ٹرے جس میں پیسٹری بناتے ھیں اسے تیل یا مکھن لگا کر گریس کر لیں.

اس میں پیز ا روٹی گول کٹی ھوئی رکھ دیں

اس پہ کیچپ یا پیزا سوس لگائیں سبزی اور چکن کا ریشہ یا تیار بیف اسموک چھوٹا کاٹ کر یا جو بھی قیمہ بچا ھوا ھو وہ رکھ دیں

یاد رھے کہ بھرنا نہیں ھے

اوپر سے کرش چیز ڈال دیں یا پہلے کرش چیز ڈال کر پھر سلامی (یہ بنا بنایا آتا ھے اسی نام سے مل جاتا ھے) یا چکن یا قیمہ رکھ دیں

اوون کو بیس منٹ پہلے 180 پہ پری ھیٹ کر لیں

اوون میں رکھ کر بیس منٹ تک بیک کریں

ٹائم پورا ھو جائے تو نکال کر ٹھنڈا ھونے دیں

جب تھوڑے ٹھنڈے ھو جائیں تب ٹرے سے پلیٹ میں نکال لیں

جو بچے چیز شوق سے کھاتے ھیں یہ ان کے لیئے بہت مزے دار آسان سی ریسیپی ھے

اگر اوون نہ ھو تو ایک خالی پتیلی چولھے پہ رکھ کر خوب گرم کریں

اس پتیلی میں پتیلی رکھنے کا اسٹینڈ یا کوئی بڑا پتھر رکھ دیں

اور اب پیسٹری کی ٹرے اس پہ رکھ دیں اور دم والی آنچ کر دیں

اس کو مکمل کور کر دیں

دس سے بارہ منٹ بعد کھول کر چیک کر لیں

اسی ڈفھ سے آپ اور بھی منی پیزا پاکٹ پیزا فنی پیزا بنا سکتی ھیں

....

کھجور کے رولز

اجزاء۔

کھجور۔ ایک کپ (گھٹلی نکال دیں (

بادام، کشمش، پستہ، ناریل، کاجو۔ تمام چیزیں ایک کپ ھوں.

دار چینی پسی ہوئی۔ آدھا چائے کا چمچ

تِل۔۔۔۔ آدھا کپ

اصلی گھی۔۔۔۔۔۔4 کھانے کے چمچ

بٹر پیپر۔۔۔۔۔۔۔ حسبِ ضرورت

ترکیب۔

کھجور کو بلینڈر میں ڈال کر پیس لیں.

ایک پین میں تمام میوہ جات کو ڈال کر فرائی کر لیں.

آئل نہیں ڈالنا.

اب ان تمام میوہ جات کو ایک باؤل میں ڈال لیں.

پین میں آئل ڈال کر کھجور فرائی کر لیں.

10-15 منٹ ھلکی آنچ رکھیں.

پھر چولہا بند کر دیں.

اب اس میں تمام میوہ جات ڈال کر خوب مکس کر لیں.

ایک ٹرے کو گریس کر لیں یا بٹر پیپر لگا دیں.

اب اس پر آمیزہ ڈال کر پھیلا دیں.

اب ان کے رول بنالیں اور ان پر تل ڈال دیں.

بٹر پیپر رول پر اچھی طرح لپیٹ کر رولز کو فریزر میں رکھ دیں۔

اب ان کو گول گول بسکٹ کی طرح کاٹ کر پلیٹ میں رکھ دیں.

ان کو گرم یا ٹھنڈا دونوں طرح کھایا جاتا ھے

....

پشاوری چپلی کباب

اجزا

قیمہ آدھا کلو بیف کا

نمک حسب ذائقہ

ادرک لہسن پسا ھوا ایک ٹیبل اسپون

پیاز تلی ھوئی آدھا کپ

ٹماٹر تین عدد سرخ والے

کٹی ھوئی لال مرچ ایک ٹیبل اسپون

ثابت دھنیا ایک ٹیبل اسپون

سفید زیرہ ایک ٹیبل اسپون

انار دانہ دو ٹیبل اسپون

انڈے دو عدد

مکئی کا آٹا یا بیسن آدھا کپ

تیل تلنے کے لیئے حسب ضرورت

ترکیب

سفید زیرہ اور ثابت دھنیا خشک توے پر بھون کر موٹا کوٹ لیں

انار دانہ دھو کر گرم پانی میں بھگو دیں

اور جب پھول جائے تو پیس لیں

انڈے توڑ کر ایک توے پر ایک چمچہ تیل ڈال کر ہاف فرائی کر کے نکال لیں

قیمہ دھو کر چھلنی میں رکھ دیں

اب ایک بڑا پیالہ لیں

اس میں قیمہ ادرک لہسن کا پیسٹ لال مرچ نمک دھنیا اور سفید زیرہ بھنا اور کٹا ھوا انار دانہ پسا ھوا تلی ھوئی پیاز اور ٹماٹر کٹے ھوئے ڈال کر فرائی انڈے توڑ کر ملا لیں اور بیسن یا مکئی کا آٹا بھی ملا لیں

اور اچھی طرح مکس کر لیں جیسے آٹا گوندتے ھیں ویسے مکس کر لیں

* کچھ لوگ ٹماٹر کو اوپر رکھ کر فرائی کرتے ھیں لیکن اس طرح کیونکہ یہ کباب بہت دیر تک فرائی کرنا پڑتا ھے تو ٹماٹر جل کر کالا ھو جاتا ھے *

مکس کر کے فریج میں کم از کم ایک گھنٹے کے لئے رکھ دیں

پھر نکال کر بڑے بڑے چپلی کباب بنائیں ھاتھ کی ھتیلی پر رکھ کر چپٹا کریں

توے پر تیل ڈال کر ایک وقت میں ایک اور اگر توا کافی بڑا ھے تو دو کباب رکھیں اور دھیمی آنچ پر تلیں بار بار نہ پلٹیں ایک طرف سے سرخ ھو جائے تب پلٹ دیں اور احتیاط سے نکال کر ٹشو پر رکھ دیں

* اپنی پسند کی چٹنی کے ساتھ گرم گرم نان کے ساتھ پیش کریں

....

* گھر میں قورمہ مسالہ بنانا *

* آپ یہ مسالہ بنا کر رکھ لیں تو منٹوں میں ان کی مدد سے یہ ڈشز بنا سکتی ھیں یاد رھے یہ ایک کلو مٹن بیف یا چکن قورمہ کا مسالہ ھے اگر گوشت کم یا زیادہ ھے تو پھر ان ریسیپز کے مسالوں کو کم یا زیادہ کرنا ھو گا *

مثال کے طور پہ قورمے کی ریسیپی میں ایک کلو گوشت اور ادرک لہسن ایک ٹیبل اسپون ھو گا تو اگر دو کلو گوشت ھو گا تو آپ چھ کی جگہ بارہ چھوٹی الائچی اور دو ٹیبل اسپون ادرک لہسن ڈالیں گی یعنی ہر مسالے کی دگنی مقدار *

اسی طرح اگر گوشت آدھا کلو ھو گا تو تین الائچی اور آدھا ٹیبل اسپون ادرک لہسن پاؤڈر ڈالیں

یا پھر یہ بھی کر سکتی ھیں کہ ایک کلو کا مصالہ دو تین بار کر کے رکھ لیں اور گوشت کے حساب سے کم زیادہ کر لیں یعنی ہر مسالے کی آدھی مقدار۔۔۔

* قورمہ مسالے کے اجزا *

)* ایک کلو گوشت کے لئے *(

چھوٹی الائچی چھ عدد

دار چینی دو درمیانہ ٹکڑے

لال مرچ پسی ھوئی ایک ٹیبل اسپون

پسا ھوا دھنیا ایک ٹیبل اسپون

ادرک لہسن پاؤڈر ایک ٹیبل اسپون

ٹارٹری پسی ھوئی ایک چٹکی

جائفل ایک چوتھائی ٹکڑا

کالی مرچ ثابت دس عدد

لونگ چھ سے آٹھ عدد

تیزپات دو پتے

نمک حسب ذائقہ

جاوتری کواٹر ٹی اسپون

* مسالہ بنانے کا طریقہ ••• *

گرینڈر میں دار چینی کالی مرچ لونگ نمک لال مرچ دھنیا پاؤڈر جائفل جاوتری لہسن ادرک پاؤڈر ڈال کے باریک پیس لیں

اس کے بعد اس میں چھوٹی الائچی تیزپات اور ٹارٹری ڈال کر دوبارہ پیس لیں باریک ھونا چاھئیے

* قورمہ مسالہ تیار ھے

....

* کچّے گوشت کی بریانی *

* اس بریانی کو مرغی کے گوشت میں بنانے کی کوشش نہ کریں *

* چاول بہت اچھے والے استعمال کریں *

* اجزاء *

بکرے کی دستی کا گوشت ایک کلو

چاول تین پاؤ

ثابت گرم مصالحہ ایک چائے کا چمچہ

تین پیاز درمیانی تیل میں فرائی کر لیں

دہی ایک پاؤ

پسی لال مرچ ایک ٹیبل اسپون

نمک حسب ذائقہ

دھنیا پوڈر ڈیڑھ چمچہ

جوتری اور جائفل کُوٹ لیں۔

کچا پپیتا دو انچ کا ٹکڑا پیس لیں

لہسن ایک چائے کا چمچہ پسا ھوا

ادرک ایک چھوٹا ٹکڑا باریک ٹکڑوں میں کاٹ لیں

پودینہ ایک گٹھی صاف کر لیں

ہلدی ایک چائے کا چمچہ

پسا ھوا گرم مصالحہ ایک چائے کا چمچہ

سفید اور کالا زیرہ ایک چائے کا چمچہ

تیل آدھا کپ اور دو چمچے گھی

بریانی اینس یا اصلی کیوڑہ پاؤ چائے کا چمچہ

زردے کا رنگ تھوڑا سا

* ترکیب *

سب سے پہلے دہی کو اچھی طرح پھینٹ لیں اور اس میں نمک مرچ گرم مصالحہ اور جاوتری جائفل اور تلی ہوئی آدھی پیاز کو ہاتھ سے مسل کر ہلدی اور دیگر تمام مصالحے پپیتا اور گوشت سب ڈال کر کم از کم چار گھنٹوں کے لئے رکھ دیں

موسم ٹھنڈا ھو تو بغیر فرج کے ڈھک کر رکھ دیں

چار گھنٹے بعد اب ایک بڑے اور کھلے پتیلے میں چاول کو ابالنے کا پانی رکھیں

اس پانی میں نمک اور اور ثابت گرم مصالحہ شامل کریں اب خیال رکھیں کہ

چاول دو کنی تک ابلالیں چاول نرم نہیں ھونا چاھئے

اب چاول کا پانی نکال کر رکھ دیں

اب اسی پتیلی میں گھی اور تیل ڈال کر ہلکا سا گرم کرلیں

اور مصالحے والا گوشت ڈال لیں

پھیلا کر ڈالیں آدھا کپ پانی شامل کر لیں اور دس منٹ ھلکی آنچ پر ڈھک کر رکھ دیں پھر سارے چاول ڈال دیں

* یاد رکھئے گا کہ سارا گوشت نیچے رھے گا اور چاول اوپر رھیں گے اور مکس نہیں کرنا ھے *

پھر چاول ڈال کر بقیہ تلی ھوئی پیاز اور زردے کا رنگ اور پودینے کے پتے ڈال دیں اور بریانی ایسنس شامل کر دیں اور دم پر رکھ دیں۔ دم پر رکھتے وقت پتیلے کے ڈھکن کو کسی سُوتی کپڑے سے لپیٹ لیں۔

پہلے تین چار منٹ یہ آنچ تھوڑی تیز رکھیں پھر بہت ھی ہلکی آنچ کر دیں

تقریباً تیس سے چالیس منٹ یہ بریانی دم پر رھے گی

آخر میں نکالتے وقت گوشت اور چاول مکس کر لیں اور سادہ دہی یا سلاد کے ساتھ پیش کریں

اگر چاول کچے ھوں اور گوشت گل جائے جیسا کہ اکثر مرغی کی بریانی میں ھوتا ھے یا پھر * جس بریانی میں بھاپ اوپر نہ آرھی ھو تو ایک صاف چمچہ لے کر دم پر رکھی بریانی میں چار جگہ سوراخ کر دیں بھاپ تیزی سے اوپر آجائے گی

....

* بسم اللہ پڑھیں اور مسنون طریقے سے مزے لے کر کھائیں اور دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں *

....

ایڈمن ٹیم کی محفل

السلامُ علیکم

داستانِ دل ساہیوال کے تازہ شمارے کے ساتھ حاضر ہیں۔ صرف اس کا نام ہی داستانِ دل نہیں ہے بلکہ یہ حقیقتاً دل کی داستان ہے۔ صرف ایک دل کی نہیں بلکہ بہت سے دلوں کی داستان۔ یہ ایک ایسا آن لائن ڈائجسٹ ہے جس نے اشاعت کے کچھ ہی عرصے میں کئی دلوں میں جگہ بنالی جس کی بنیادی وجہ نئے لکھاریوں کو موقع فراہم کرنا ہے۔ یہاں کوئی تحریر رد نہیں کی جاتی ماسوائے ان کے جن میں اخلاق اور ادب کو ملحوظِ خاطر نہ رکھا گیا ہو۔ تحریر بھیجنے کے دو مہینوں میں آپ کی تحریر شائع ہو جاتی ہے اور آپ کو ادب کی دنیا میں متعارف کروانے کا سبب بنتی ہے۔ ہمارے ڈائجسٹ میں بہت سے ایسے لکھاری موجود ہیں جنہوں نے اپنا قلمی سفر کا آغاز اسی ڈائجسٹ سے کیا اور اب اس کے مستقل لکھاری بن گئے ہیں۔ داستانِ دل سے جڑ کر ایک عجیب اپنائیت کا احساس ہوتا ہے۔ یہ بات میں اس لیے نہیں کہہ رہی کہ میں اس ڈائجسٹ کے لیے بطور انچارج کام کر رہی ہوں بلکہ میری یہ رائے تب سے ہے جب میں صرف اس کا مطالعہ کرتی تھی۔ اسی اپنائیت کے سبب میں نے اپنے قلمی سفر کا آغاز اسی ڈائجسٹ سے کیا اور آج سلسلہ شوبز کی دنیا کی انچارج کے طور پر کام کر رہی ہوں۔

تمام قارئین کی حوصلہ افزائی کی بدولت داستانِ دل دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ یہ ڈائجسٹ اب صرف ساہیوال تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ پوری دنیا میں پڑھا جانے لگا ہے۔ انشاللہ جلد ہی یہ مارکیٹ میں بھی دستیاب ہو گا۔ تمام قارئین سے درخواست ہے کہ اسی طرح ہمارے ساتھ تعاون کرتے رہیں اور ادب کی دنیا میں مزید آگے بڑھنے میں ہمارا ساتھ دیں۔

شکریہ

عریشہ سہیل

انچارج: سلسلہ شوبز کی دنیا

....

اسلام علیکم معزز قارئین....

امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے...ویسے تو آپ میں سے کافی لوگ مجھے جانتے ہی ہوں گے مگر جو نہیں جانتے ان کو اپنا تعارف کرواتی چلوں.....میرا نام سحر شعلی نقوی ہے لوگ مجھے سحر کے نام سے بھی جانتے ہیں...میں داستان دل میں شاعری کی انچارج ہوں. آپ اپنی لکھی ہوئ شاعری شائع کروانے کے لیے مجھ سے رابطہ کریں.ا

آپ سب سے میں یہ کہنا چاہوں گی کے زندگی بہت مختصر ہے. اگر آپ زندگی میں قلم کار یا شاعر یا کچھ بھی بننا چاہتے ہیں تو اس کے لیے آج اور ابھی سے جتن شروع کریں...اس سے پہلے کے وقت ریت کی طرح ہاتھ سے نکل جائے...اب اجازت ...

دعاءوں کی طلبگار

سحر ش علی نقوی.....

محبت نامے نزہت جبیں ضیاء

میری طرف سے داستانِ دل پڑھنے والے تمام قارئین کی خدمت میں پر خلوص سلام..امید ھے آپ سب بخیریت ہونگے,,الحمدللہ نومبر کے داستانِ دل کے شمارے کے ساتھ حاضر ہیں..داستانِ دل جس طرح سے الحمدللہ مقبول ہورہا ہے اس میں آپ تمام دوستوں کا تعاون شامل ہے ..امید کرتی ہوں یہ تعاون یونہی بر قرار رکھتے ہوئے آپ لوگ گھارا ساتھ دیں گے..کیونکہ یہ ڈائجسٹ نکالنے والے کوئی تجربہ کار لوگ نہیں بلکہ کچھ نوجوان ہیں جن کے ارادے بلند اور خیالات اچھے ہیں..میں صرف نام کی حد تک ہوں ندیم عباس کی دن اور رات کی محنت کے نتیجہ داستانِ دل کی شکل میں آپ کے سامنے ہے,, ندیم کی اچھی اور معیاری کوشش کا حصہ بنیئے,اور ادب کو فروغ دینے کی کوشش کو آپ سب مل کر کامیاب بنایئں

....

اسلام وعلیکم

میں پہلی مرتبہ داستان دل میں خط لکھ رہی ہوں۔اور پہلی مرتبہ داستان دل سے شناسائی ہوئی۔ان کی بہترین کاوش پر بہت مبارک باد۔اداریہ میں کہے گئے الفاظ واقعی بہت عمدہ تھے۔کہ نئے لکھنے والوں کے لیے یہ ماہنامہ انشاللہ ضرورنئی راہیں کھولے گا۔اوراس ماہنامہ کو بہت وسعت اور کامیابی نصیب ہوگی۔انشاللہ۔سبھی سلسلے اپنی مثال آپ ہیں۔اب داستان دل کی محفل میں حاضر ہوتی رہوں گی۔اجازت

اللہ نگہبان۔

آسیہ شاہین

> وعلیکم السلام آسیہل دستانِ دل میں پہلی بار آئیں خوش آمدید..امید ھے آئندہ بھی آتی رہیں گی.دعاؤں کے لیئے جزاک اللہ

....

میں ساہیوال سے کالج سٹوڈنٹ ہوں..رات آپکاڈائجسٹ پاک سوسائٹی پہ پڑھاخصوصااداریہ اور چیف ایڈیٹر کا مراسلہ....میں کوئی مستقل قلم کار نہیں ہوں مگر کبھی موڈ

اچھا ہو تو کچھ نا کچھ لکھ لیتا ہوں... پچھلے دنوں دلیل پاک پہ میری تحریر "قربانی اور منڈی کی کہانی" شائع ہوئی. میری وال پہ بھی دستیاب ہے اگر آپ چاہے تو دیکھ سکتے ہیں۔ اور میری پاس اک تحریر "چور اور انکی اقسام" لکھی پڑی ہے آپ کو وٹس ایک کر رہا ہوں اگر آپکے معیار پہ اترے تو اپنے ڈائجسٹ کے صفحات میں جگہ دے دیں اور دوسری کسی صورت بھی صورت میں آپکے اور آپکی ٹیم کہ لیے نیک تمنائیں اور دعائیں ...

عمار راجپوت

عمار راجپوت داستانِ دل کی بزم میں خوش آمدید.ضرور آپ اپنی تحریر بھیج دیں. معیاری ہوئی تو ضرور جگہ ملے گی دعاؤں کے لیئے جزاک اللہ

....

مسکان نور کا محبت نامہ

فیصل آباد سے...

داستان دل کے نام

شکریہ مسکان نور

لکھتی ہیں.....

داستان دل اکتوبر کا ٹائٹل بہت اچھا لگا. "بانو قدسیہ "جی سے مل کر انکا پیغام پڑھ کر بہت خوشی ہوئی. افسانہ "قصوروار کون...؟؟"میرے مطابق پہلا قصور جمال کے والدین کا ہے جنہوں نے سب جانتے ہوئے بھی اس کی شادی کر دی. اور پھر قصور اس کی غلط صحبت کا.. "اپنی جان نظر کروں" بھی عمدہ چناوہ. "چاہت کے چرچے "کے عنوان سے چھوٹے سے افسانے نے تو ہنسا دیا. محمد شعیب کی شاعری بہت ہی زبردست لگی. فاطمہ عبدالخالق کا افسانہ عشق حقیقی کا سفر زبردست تحریر خاص کر شاعری بہت خوبصورت ھے. نادیہ جاوید کی زندگی سے متعلق جان کر اچھا لگا. اکتوبر کا پورا شمارہ اچھا رہا. دعا ہے ماہنامہ داستان دل دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرے. سب کی کاوش بہت اچھی رہی. اللہ سب کو بہت کامیابیاں عطا کرے. آمین

مسکان نور..اتنی توجہ سے داستانِ دل کو پڑھنے اور تبصرے کا شکریہ..آپ کی تعریف مصنفین تک پہنچائی جا رہی ہے..تعاون اور دعاؤں کے لیئے جزاک اللہ

....

داستان دل کی پوری ٹیم اور قارئین کو سلام عرض ہے...

داستان دل کا ٹائٹل اس بار پہلی نظر میں ہی بھا گیا تھا. مختلف اور دلکش رنگوں سے سجا سرورق دو دلوں کی داستان دل سنا رہا تھا...

محمدؐ شعیب کی حمد، شازیہ صاحبہ کا ہدیہ نعت اور سردار شعیب کی جمعہ کی سنتیں... سب خوب تھا جزاک اللہ۔

پہلی بار شمع حفیظ صاحبہ کو جان کر اچھا لگا یہ لوگ بہت نایاب ہیں.

دانش انقلابی کی تحریر عورت، فرح اعجاز کی عمر زیاں، غلام یٰسین کی داستان غم، سب نے اچھا لکھا... سعدیہ چوہدری نے دور حاضرہ میں کی جانے والی قربانی کے پیچھے چھپے اصّل مقاصد سے پردہ اٹھایا... سحرش علی نقوی نے بھی خواہشوں کے پیچھے بھاگنے والوں کو اچھا پیغام دیا... یہ عقل تو ہماری اپنی ہے کے ہم خواہشوں کو ضروریات پر ترجیح نہ دیں

ندیم عباس کی تحریر کا موضوع نیا تھا ناامیدی کہیں نظر نہیں ائی. اور یہ سب سے بہتر لگا کے طارق نے زندگی کے ہر فیصلے کو قبول کیا. اس لیے وہ زیادہ مسلوں سے بچ گیا. فاطمہ عبدالخالق کی تحریر بہت پسند ائی. نسیم عباس کی جگہ " ندیم عباس" لکھا ہوتا تو.... ؟ جسٹ کڈنگ ; (

ماہ نور نسیم اور سیدہ عروج فاطمہ کی ہارر سٹوریز انٹرسٹنگ تھیں مزہ آیا پڑھ کے.

باقی سب شمارہ اس بار معیار میں زیادہ پائیدار لگا.

کچھ سلسلے ختم کرنے سے ڈائجسٹ کا میعار بہتر ہوا... ہاں کچھ نیو سلسلے ایسے ہونے چاہیے جن سے پڑھنے والوں کو فائدہ ہو... آخر میں ندیم عباس اور پوری داستان دل کی ٹیم کے لیے ڈھیروں دعایں بشمول فیمیل اسٹاف اللہؐ آپ سب کی کاوشوں کا صلہ عطا فرمائے آمین ...

کبریٰ نوید—لاہور

,,. کبریٰ نوید ...اتنی توجہ سے داستانِ دل کو پڑھنا اور بھرپور تبصرے کا شکریہ آپ سب کا تعاون درکار ہے دعاؤں کے لیئے جزاک اللہ

....

داستان دل کے بارے میں جتنا لکھا جائے کم ہے. یہ پلیٹ فارم دوسرے پلیٹ فارمز سے بالکل مختلف ہے. یہ وہ پلیٹ فارم ہے جس نے اپنی مثال خود قائم کی ہے. مشہور کہاوت ہے کہ ہمیشہ پیاسا ہی کنویں کے پاس آتا ہے مگر داستان دل وہ کنواں ہے جو پیاسے کی طرف خود چل کر آرہا ہے.
میرے خیال سے داستان دل کی ٹیم پاکستان میں موجود ٹیلنٹ کی قدر کرتی ہے اور وہ چاہتی ہے کہ جن لوگوں کو اپنے جوہر دکھانے کا موقع نہیں ملا وہ داستان دل میں اپنی مہارت دکھا کر اپنی پہچان بنائیں. میں ٹیم داستان دل کی ادبی خدمات کو سراہتا ہوں. اور میری دعا ہے کہ داستان دل کی ادبی خدمات میں کبھی کوئی کمی نہ آئے .

اسامہ زاہروی

اسامہ راہوری.. آپ کی آمد وہ بھی بھر پور اور جامع تبصرے ک ساتھ بہت اچھا لگا آپ کا تبصرہ آپ لوگوں کے تعاون سے ہم مزید بہتری کی جانب جا سکتے ہیں. آئندہ بھی آتے رہیئے گا دعاؤں کا جزاک اللہ.

....

داستانِ دل اور تبصرہ۔۔

جب تک ''داستانِ دل'' کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا ہوں تب تک کھل کر تبصرہ کرنے سے گُریز کروں گا لیکن پھر بھی کافی مطالعہ کیا اس ڈائجسٹ کا اس لئے ''داستانِ دل'' پہ ہم اپنا علمی و نظریاتی ایک مختصر تبصرہ لکھتے ہیں۔ جیسے کہ زمینِ ادب,صف اول کے قلمکاروں سے خالی ہوتی جارہی ہے اور اخبارات میں فوٹو چھپوانے والے ناشناس شاعر اور خود ساختہ مقالہ نگار بچے ہیں۔ جہاں دونوں صورتوں میں دنیائے ادب پر سوگواری کی فضا طاری ہے وہی اس کے باوجود انٹرنیٹ کی دنیا سے چند ایک لوگ ہیں جن سے اردو زبان و ادب کا مستقبل بہت روشن نظر آرہا ہے جس کی مثال ''داستانِ دل'' کے منتظمین ہیں جن کی کاوشوں سے نئے لکھاری ایک پلیٹ فارم میں آرہے ہیں ۔ان کے اچھے معیار میں اضافہ اور ان کی ادبی سرگرمیاں قابل تحسین ہیں،ذوق کو بڑھانے اور اپنی تہذیب و ثقافت کو اجاگر کرنے پر بھی ''داستانِ دل'' کے منتظمین محنت کر رہے ہیں تاکہ ہم سب استفادہ کر سکیں۔ ہمارے خیال میں تعداد کے بجائے معیاری مواد کے اعتبار سے ''داستانِ دل'' کافی بہتر ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ ''داستانِ دل'' کی ٹیم محنت کرنے والے کے ساتھ پورا پورا انصاف کرتی ہے اور چیز کا اصل حوالہ دینے پر زور دیتی ہے۔ ''داستانِ دل'' کا یہ اصول بھی مجھے بہت پسند آیا اس کی اہمیت صرف اردو کی ترویج کے لیے سنگِ میل نہیں بلکہ ایک منزل کے جیسی ہے۔ اور آنے والی نسلوں کے لیے ایک احسان ہے۔ ہماری دعا ہے کہ ''داستانِ دل'' کی ٹیم اسی طرح دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرے۔ اس سلسلے میں آپ سب کی ہمت اور محنت کو بھی داد دینی پڑے گی کہ ''داستان دل'' ڈائجسٹ'' نہ صرف کافی فعال اور بہتر ہے بلکہ اس میں جدید تقاضوں سے مزین ہر شے موجود ہے جو کسی اچھے ڈسکیشن فورمز کے لیئے ضروری ہوتی ہے۔ اللہ آپ سب کو اس کا اجر دے کہ یہ اردو ادب کے چاہنے والوں کے لئے ایک گراں قدر تحفہ ہے۔ ماشاءاللہ تمام منتظمیں کو بہت بہت مبارک – اللہ تعالیٰ ''داستانِ دل'' کی رونقیں مزید بڑھائے اور اس سے وابستہ علم، محبت اور دوستی کے سلسلے

چلتے رہیں۔ آمین اس وقت اندازہ بھی نہیں تھا کہ عنقریب میں ''داستانِ دل'' سے متاثر ہونے والا ہوں۔ ہم نے پڑھا ہے کہ 'داستانِ دل' کا علمی مواد بہت ہی ہلکا پھلکا اور دلچسپ ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ سماجی یا مذہبی موضوعات پر شاعری انتخاب، فکر میں ڈوبی ہوئی خالص باتیں بھی پڑھنے کو ملتی ہیں۔ اور داستانِ دل کا اکثر انتخاب پڑھنے کے بعد تو بندہ بے اختیار عش عش کر اٹھے۔ اللہ پاک اس ادارے کو اور بے شمار کامیابیوں سے نوازیں۔ آمین۔۔۔

-

فہیم ملک جوگی

فہیم ملک جوگی..اتنے مکمل اور جامع تبصرے کا شکریہ آپ جیسے لوگوں کے تعاون کی ضرورت ہے، امید ہے آئندہ تحاریر پر تبصرے کے ساتھ آئیں گے دعاؤں کا جزاک اللہ

....

بہت سی نئی باتوں کا علم ہوا جو نئے لکھاریوں کے لکھنے میں سود مند ثابت ہو سکتی ہیں۔ شمع حفیظ سے تفصیلی ملاقات کروانے پر ادارے کا بے حد شکریہ

تنزیلہ یوسف

....

تبصرہ

داستان دل کے بارے میں جتنا لکھا جائے کم ہے. اکتوبر کا شمارا پڑھنے کے بعد میں اس نتیجہ پر نکلا ہوں کہ داستان دل ترقی کی راہ پر گامزن ہو چکا ہے. انشاءاللہ وہ دن دور نہیں جب ہر لکھاری کی زباں پر داستان دل کا نام ہو گا. داستان دل میں ایک نیا سلسلہ ڈرامہ نگاری کا بھی اگر آغاز کر دیا جائے تو داستان دل کو منفرد بنایا جا سکتا ہے .

اسامہ زاہروی03077206016

....

السلامُ علیکم

آج پہلی بار ندیم بھائی آپ کی تحریر پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ "پیار عبادت ہے" داستانِ دل کے اکتوبر کے شمارے میں شائع ہونے والا آپ کا ناولٹ۔ اپنی اس تحریر میں آپ نے اپنی فطرت کی عکاسی کی ہے۔ پتہ نہیں کیوں طارق کو پڑھ کر مجھے ایسا لگا کہ یہ آپ خود ہیں۔ عنوان کے ساتھ ساتھ موضوع بھی بہت اچھا تھا۔ محبت اگر پاکیزہ نہ ہو تو وہ محبت نہیں ہوتی۔ محبت میں انسان کو صرف اپنا نہیں سوچنا چاہئیے بلکہ اپنے ارد گرد کے لوگوں کا بھی خیال کرنا چاہئیے۔ ایک اور بات جو سب سے اچھی تھی وہ یہ کہ مالک اپنے نوکروں کو بھی انسان سمجھیں اپنی طرح۔ نوکروں کی

اولاد کو بھی اپنی اولاد سمجھیں۔ بہترین تحریر ہے جس سے قارئین سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی طرح اچھا اچھا لکھتے رہیے۔

عریشہ سہیل

عریشہ سہیل..وعلیکم السلام..اچھے الفاظ کے ساتھ حاضر ہیں.. آپ کا تعاون بھی داستانِ دل کا حصہ ہے..امید ہے یہ تعاون بر قرار رہے گا ..

....

اسلام علیکم.

داستان دل کی پوری ٹیم امید کرتی ہو خریت سے ہو گئی..

اس دفعہ سارے کا سارا رسالہ سپر تھا.. حمد و نعت کے بعد آؤ دین سکھیں بہت معلوماتی سبق ہے. انٹرویو میں شمع حفیظ سے مل کر بہت اچھا لگا.

جلدی سے آپا بانو قدسیہ کے پاس بیٹھ کر بہت سی باتیں کی بہت اچھا لگا ان سے مل کر دل نھیں کر رہا تھا کہ ان کی باتیں ختم ہو مگر خیر.

سلسلہ وار ناول تو سپر ہٹ ھیں...سچ میں کچھ سٹوریز نے مجھے رولا ڈالا...دل اداس ہو گیا تھا. مگر جب شاعری کا انتخاب دیکھا تو دل باغ باغ ھو گیا..شازیہ کریم تو رسالے پر چھائی ہوئی ھیں.. داستان دل کی ہر کھانی سبق آموز ہوتی ھیں..سیدہ عروج فاطمہ کی سٹوری بھت نائس لگی... تعارف میں ریما رضوان سے مل کر اچھا لگا....

داستان دل جتنی جلدی ترقی کی منازل طے کر رہا ھے اس سے لگتا ھے کہ ایک دن شھرت کی بلندیوں پر ھو گا......انشاءاللہ.

ملائکہ خان. راولپنڈی

ملائیکہ خان..وعلیکم السلام..آپ کی دعاؤں سے الحمدللہ ھم سب ٹھیک ہیں آپ کے تعاون اور دعاؤں کی ضرورت ہے..دعاؤں کا جزاک اللہ

....

کسی کے دل سے اپنا دل مت لگاؤ کونکہ دل بدل جاتے ہیں -دل لگانا ہے تو اللہ سے لگاؤ کونکہ اللہ کسی طرح نہیں بدلتا بلکے دل میں بس جاتا ہے

ماریہ احسان

....

پیار عبادت ہے..شروع شروع میں وہی روایتی باتیں. مگر جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے...کہانی کی بنت نے توجہ بڑھا دی..کہانی کا نچوڑ آخری جملے بہت نایاب....آج کی نسل کو سمجھانے کے واسطے بہت سادہ انداز...شاعری نے کہانی

کی خوبصورتی کو دوچند کیے رکھا.. اور سچ ہے قربانی سے معراج ملتی ہے .

ناپاک خواہشوں نے غلیظ کر دیا ہے.. ورنہ محبت تو بڑی پاک چیز ہے.... عمدہ کاوش سر..!

نیلم شہزادی

..نیلم
شہزادی.. آئندہ بھرپور تبصرے کے ساتھ تمھاری منتظر رہونگی

....

اسلام علیکم۔

شروعات سے پہلے میں اپنا تعارف کرواتی چلوں۔ میں بدیع الجمال جو بچپن سے ہی کہانیاں افسانے لکھتی آئی تھی دوہزار تین میں پہلی بار اپنا ایک ناول خواتین ڈائجسٹ میں ارسال کیا جو چھپ گیا۔ اس کے بعد قریب دو سے تین سال تک خواتین ڈائجسٹ میں لکھا مگر پھر انگلینڈ منتقل ہونے کی وجہ سے لکھنے کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکی۔ انگلینڈ میں رہتے میں نے اپنا بلاگ بنایا اور اس پہ اپنی تحریریں اپ لوڈ کرنا شروع کیں۔ پھر مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ میں انگلنڈ رہتے ہی پاکستان ڈائجسٹوں کے لئے لکھنا شروع کروں۔ خواتین ڈائجسٹ میں پھر سے لکھنا شروع کیا۔ اور اب تک کچھ تحریریں چھپ چکی ہیں۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ میں میرے پاس کام بہت زیادہ ہے اور میں اسے پاکستان میں ہی پبلش کروانا چاہتی ہوں۔ یہاں رہتے کتابی شکل میں پاکستان سے نکلوا نہیں سکتی اور میری تحریروں کے لئے صرف خواتین ڈائجسٹ کافی نہیں ہے۔ تو میں مزید کچھ ویب سرچنگ کر رہی تھی کہ آپکے ماھنامے کے بارے میں معلوم ہوا۔ جان کر خوشی ہوئی کہ ماشااللہ نیا ماھنامہ ہے اور ابتدا ابھی خاصی خوبصورتی سے کی گئی ہے۔ میری طرف سے تمام سٹاف کو بہت بہت مبارک باد۔ یقینا بہت کاوش اور انتھک محنت کے بعد ہی انسان اس مقام تک پہنچتا ہے۔ قوی امید ہے کہ آگے چل کر بھی آپ کا ماھنامہ ترقی کی منازل طے کرتا رہے گا۔ سب سے زیادہ خوشی تو مجھے اس بات کی ہوئی کہ یہ شمارہ ساھیوال سے نکلا ہے۔ ورنہ زیادہ تر کراچی کا نام آتا ہے یا پبلشنگ کے لئے لاہور خاصا مشہور ہے۔ ساھیوال لکھنے لکھانے کے سلسلے میں آگے آیا یہ جان کر بہت خوشی ہوئی۔

خیر۔ اب آتی ہوں مدعے کی طرف۔ بات یہ ہے کہ میرے پاس ایک طویل ناول ہے جو ڈائجسٹ میں قسطوں میں چھپ سکتا ہے۔ خواتین ڈائجسٹ سے اس بارے میں پوچھا تھا۔ مگر انھوں نے بہت طویل انتظار کا کہا کیونکہ ان کے پاس پہلے ہی چار چار سال سے ناول پڑے ہیں اشاعت کے لئے۔ آپ کے ماھنامے میں دیکھتی ہوں کہ یہ صرف

ایک قسط وار ناول چل رہا ہے۔ تو اگر میرے ناول کے لئے جگہ نکلتی ہے تو میں بخوشی آپ کو بھیجنے کو تیار ہوں۔ ویسے بھی اگر آپ کو مکمل ناول اور افسانے وغیرہ چاہیئے تو ضرور بتایئے۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ میرے پاس بہت سا کام ہے۔ تو مجھے بھجواتے ہوئے خوشی ہو گی۔

شکریہ۔

آپ کی خیر خواہ۔ بدیع الجمال۔

....

اسلام و علیکم! محترم ندیم عباس ڈھکو صاحب!

اُمید کرتی ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ داستانِ دل ساہیوال کو پہلی بار پڑھنے کا موقع ملا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی تمام سلسلے بہت احسن طریقے سے مرتب کیے گئے۔ بانو قدسیہ اور شمع حفیظ کا انٹرویو بہت اچھا لگا۔ اُسامہ بھٹی اور شمع حفیظ کی تحریریں مختصر مگر جامع مفہوم کے ساتھ تھی۔ ثمینہ فیاض، نایاب ملک، فاطمہ عبد الخالق اور سحر ش علی نقوی کی تحریریں بھی بہت خوب تھیں۔ "پیار عبادت ہے" کے بارے میں یہ کہنا چاہوں گی کہ آج کل کے نوجوانوں کے لیے اِس میں سبق ہے کہ محبت تو اصل میں دوسروں کی عزت و آبرو کے خیال رکھنے کا نام ہے

۔ والدین کی تربیت اور مان پہ حرف نہ آنے دینا۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی حدود کا تعین کرنا ہے۔ کیونکہ "محبت قیمتی ہے مگر عزت انمول ہوتی ہے"۔

ندیم عباس صاحب آپ نے داستانِ دل کے ذریعے نئے لکھاریوں کو مواقع فراہم کیے جا رہے ہیں اور صلاحیتوں کو اجاگر کیا جا رہا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کو بے پناہ خوشیاں اور کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے۔ آمین!

آخر میں باحیثیت بہن یہی کہوں گی کہ

مسکراتے ہیں جو حوادث، منزلیں اُن کو راہ دیتی ہیں

اہلِ ہمت کے آشیانوں کو بجلیاں خود پناہ دیتی ہیں

جزاک اللہ

آبروِ نبیلہ اقبال

....

السلام علیکم

موسٹ رسپیکٹڈ ایڈیٹر آف داستان دل ڈائجسٹ ساہیوال۔

دل کی تمام تر گہرائیوں اور سچائیوں کے ساتھ منفرد

ہوتے ہوئے منفرد لفظوں کے ساتھ

داستان دل ڈائجسٹ سے جڑے ہر فرد واحد کو ریمانور

رضوان کا پیار و خلوص السلام علیکم۔ داستان دل ڈائجسٹ

کی پوری ٹیم کو اتنا عمدہ شمارہ ترتیب دینے پر ڈھیر ساری

مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ ایڈیٹر سر ندیم عباس ڈھکو کی

راتجدن کی محنت رنگ لا رہی ہے ماشاء اللہ دن بدن داستان

دل ڈائجسٹ مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس دلچسپ و

دلکش ڈائجسٹ قارئین اور لکھاریوں میں اضافہ

ہو رہا ہے۔

افسانہ۔ عشق حقیقی کا سفر

از قلم

فاطمہ عبدالخالق

مانشاءاللہ کیا عمدہ سبق آموز ایمان افروز تحریر قلمبند کی۔

فاطمہ کی پہلی تحریر پڑھی۔ یہ نو آموز مصنفہ ہر گز نہ

لگیں۔ ماشاءاللہ پختگی و شائستگی تحریر کے آغاز سے اختتام

تک قائم رہی۔ ماہم درانی کا عشق حقیقی کا سفر کافی دلچسپ

اور نصیحت آموز رہا۔ ملیحہ درانی کے پیغام سے اتفاق کرتی

ہوں۔ واقعی بیٹیوں سے محبت و شفقت سے پیش

آئیں۔ اور ان سے فاصلہ نہ رکھیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ

دور چلی جائیں اور آپ پچھتائیں۔

بہت۔ بہت۔ بہت زبردست منفرد سی تحریر لگی۔ اللہ

کرے زور قلم اور زیادہ۔

افسانہ۔ بنگلہ۔ نمبر 201

از قلم، سیدہ عروج فاطمہ بخاری۔

کوئی شک نہیں آپ ماشاءاللہ بہت اچھی مصنفہ ہیں۔ آغاز

تحریر تو نارمل رہی جیسے جیسے آگے پڑھتی گئی۔ ڈر اور خوف

سے رونگٹے کھڑے ہونے لگے۔ خاموشی میں آوازیں

آنا۔ رامین کی ماں کے روپ میں آنا۔ رامین کو آوازیں

دینا۔ خون سے لکھی عبارت رامین تمھیں یہاں سے جانا

ہو گا۔ اور خود ہی عبارت کا مٹ جانا۔۔۔۔۔ ڈرتے ڈرتے

پوری تحریر پڑھ ہی لی۔ رامین نے رانیہ کو انصاف

دلایا۔ ڈرامائی انداز میں لکھی گئی تحریر کافی متاثر کن رہی۔

کیپ اٹ اپ مصنفہ عروج۔۔

افسانہ۔ خوفناک جنگل۔

از قلم راحیلہ بنت مہر علی۔

واہ جی واہ کیا کہنے آغاز میں ساس بہو کی روایتی نوک

جھونک۔ محمد احمد کی بہادری کو سلوٹ کرتی ہوں شیر نے

کیاخوب آغواکاروں کا بھر کس نکالا۔ اختتام میں نفرت و کدوات کے بادل چھٹ گئے۔ بہت۔ بہت۔ بہت اچھی تحریر۔

افسانہ

ایڈوانچر۔ از قلم افشاں شاہد۔

تحریر میں پختگی کی کمی تھی۔ مکالمے واضح نہیں لکھے گئے۔ کہانی اچھی طرح لے کر چلیں۔ بس تھوڑی سی اصلاح کی ضرورت ہے ان شاء اللہ آپ مزید بہتر لکھ سکتی ہو۔ ماہم صاحبہ کے ایڈوانچر نے عاشر کو خوب گھما ڈالا۔ دلچسپ تحریر لگی۔

اختتام پر ماہم کی بدعقلی پر ہنسی بھی خوب آئی۔ اچھی کاوش لگی۔ کوششیں جاری رکھیں۔۔ مجھے آپ میں چھپی مصنفہ نظر آرہی ہے۔

پیار عبارت ہے۔

از قلم ندیم عباس ڈھکو

آپ ماشاءاللہ میرے لیے آونرابیل ہیں۔

اتنے سینئر رائٹر کی تحریر پر تبصرہ میں ادنی سی قاری ہر گز نہیں کر سکتی۔

مضبوط پلاٹ۔

دلکش منظر نگاری۔

خوبصورت کردار۔

عمدہ۔ جامع۔ بامقصد۔ کمال کی تحریر لگی۔ واقعی محبت سچی ہو تو سارا زمانہ ہار جاتا ہے اور انسان خوشیوں کا بادشاہ بن جاتا ہے۔

افسانوں کے درمیان۔ سائیڈ۔ نیچے۔ ادھر ادھر جگہ جگہ شاعری کا تڑکا بہت۔ بہت۔ بہت اچھا لگا۔ اک دم مزے دار چٹ پٹا،

افسانہ

انسان اور محبت

از قلم زاور حسین کھوہارا۔

ماشاءاللہ شروع سے ہی افسانہ پر گرفت مضبوط رہی۔ بے انتہا پختگی لیے ہوئے مختصر مگر جامع عمدہ پیرائے میں قید تحریر۔ ہر اک سطر کو بغور پڑھا۔ زبردست فنٹاسٹک۔ میں مزید اپکی تحاریر پڑھنا چاہتی ہوں۔ مزید لکھئے گا۔ میں منتظر ہوں۔ پہلی تحریر پڑھی ہے بہت زیادہ آپکی تحریر نے متاثر کیا۔

معذرت مصروفیات کی وجہ سے مکمل شمارہ نہ پڑھ سکی۔ جتنا بھی پڑھا ماشاءاللہ معیاری لگا، دعاہیکہ رب العزت داستان

دل ڈائجسٹ کو ڈھیر کامیابیوں سے نوازے۔ یہ داستان دل ڈائجسٹ کے بانی و خالق کی رات دن کی محنت ہیکہ داستان دل ڈائجسٹ اتنے مختصر وقت میں اتنی پذیرائی حاصل کر چکا ہے۔ رب الکریم سے دعا اور امید ہیکہ داستاں دل ڈائجسٹ مقبول و خاص پرچوں کی فہرست میں شامل ہو گا۔ پاکستان کے نامور ڈائجسٹوں میں داستاں دل ڈائجسٹ کا شمار ہو گا۔

اچھا جی اب اجازت ان شاء اللہ اگلے ماہ تبصرہ کی محفل میں حاضری لگاؤ نگی۔ تب تک کے لیے اپنا اور اپنے سے جڑے ہر فرد واحد کا بے حد خیال تک گا۔ مجھے ریما نور رضوان کو دعاوں میں یاد رکھئے گا اللہ نگہباں۔

....

ریما نور رضوان ..ولیکم السلام..انی عرق ریزی اور گہرائی کے ساتھ مطا لعہ کرنے اور اسی طرح بھرپور اور مکمل تبصرے کے ساتھ حاضری اچھی لگی آیئندہ بھی آپ کی آمد کا انتظار رہے گا یہ تو تھے اس ماہ کے خطوط انشاءاللہ اگلے ماہ پھر حاضر ہونگی زندگی بخیر اپنی دعاؤں میں مجھے میری فیملی اورمیری ٹیم کو یاد کھئے گا..اللہ پاک آپ سب پر اپنا کرم رکھے آمین